إن أولياؤه إلا المتقون

تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

راہِ ولایت قدم بہ قدم

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ





تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

راہِ ولایت قدم بہ قدم

ہر مسلمان

کے دل میں یہ فطری تمنا ہوتی ہے

کہ وہ اللہ کا ولی بن جائے

چاہے وہ امیر ہو یا غریب، نیک ہو یا فاسق و فاجر

لیکن اکثر لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ

ولی کیسے بنتے ہیں؟

ایک شخص کو ولی بننے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے؟

چنانچہ اس کتاب کا یہی مقصد ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ

ولی کون ہوتا ہے؟

اور

ولایت کیسے حاصل کی جاتی ہے؟



مکتبۃ الفقیر

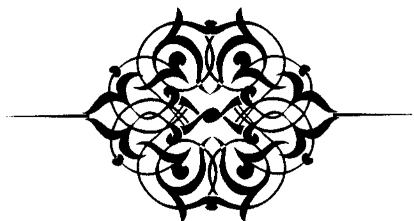
223 سنت پورہ فیصل آباد

+92-041-2618003

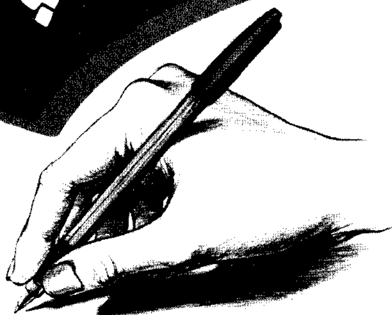
Cell: 0300-9652292, Email: alfaqeerfsd@yahoo.com


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین



پیش لفظ



ہر ایمان والے مرد و عورت کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط ہو جائے اور اسے رجوع الی اللہ کی دولت میسر ہو جائے۔ یہ دین کا بنیادی پتھر ہے، جس کے بعد دین کے سارے کام آسان ہو جاتے ہیں، گویا کہ تعلق مع اللہ اور رجوع الی اللہ ہر عمل کی جان ہے۔ سلوک کی محنت اسی عظیم دولت کے حصول کا آزمودہ اور کامیاب طریقہ ہے اور یہ بات سو فیصد سچی ہے کہ وہی طریقہ زیادہ کامیاب اور قابل عمل ہوتا ہے جس میں سلیقہ و سہولت کو مدِ نظر رکھا گیا ہو، تاکہ ہر سطح کی صلاحیت رکھنے والا انسان اس سے خاطر خواہ نفع حاصل کر سکے۔

ہمارے مشائخ کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے سالکین طریقت کے لیے اس نعمت کو پانے کی ایسی راہِ عمل بتائی ہے کہ جس میں ساری خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں، جس پر چلنے کے بعد محرومی نہیں۔ جو نعمتِ عظمیٰ انہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کی دی ہوئی خصوصی توفیق و نصرت سے طویل مجاہدات اور مشقتیں جھیلنے کے بعد ملی اسے انہوں نے سالکین کے لیے انتہائی واضح اور آسان انداز میں پیش کر دیا۔

زیرِ نظر اَوراق کا مجموعہ بھی اسی امانت کی ادائیگی کی کوشش ہے، عاجز نے ان سے

خود بھی خوب فائدہ اُٹھایا اور جب ہزاروں لوگوں کو بتایا تو ان کی زندگیوں میں روحانی تبدیلی وترقی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی، لہٰذا اِس کے فائدے کو عام کرنے کی غرض سے احاطۂ تحریر میں لایا گیا، تاکہ سالکین طریقت ان تعلیمات پر عمل کر کے اپنی مراد کو پاسکیں۔

درحقیقت اس سعادت کا حصول اتباع سنت یعنی نبی علیہ السلام کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں خواجہ محمد اشرف کابلی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل متابعت سے مشرف فرمائے، کیونکہ اس کی درستگی پر دین کے کاموں کا مدار ہے، جو صدیقین کی آرزو ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب باطل اَوہام اور فاسد خیالات ہیں۔''[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری میں کوشش کرنا مقامِ محبوبیت تک لے جانے والا ہے۔ پس ہر ایک دانا اور عقل مند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمالِ تابعداری میں کوشش کرے۔''[2]

امام ربانی ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''آن سرور عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی ظاہری میراث کا تعلق عالم خلق سے ہے اور میراث معنوی کا تعلق عالم امر سے ہے کہ وہاں صرف ایمان و معرفت اور رشد وہدایت ہے۔ میراث صوری (ظاہری) کی نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہے کہ وہ میراث معنوی (باطنی) سے آراستہ ومزین ہو جائے اور باطنی میراث سے مزین

1 مکتوباتِ امام ربانی مترجم، مکتوب نمبر ۲۰۴

2 مکتوباتِ امام ربانی مترجم، مکتوب نمبر ۴۱

ہو جانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمالِ اتباع کے بغیر میسر نہیں ہو سکتا۔"[1]

اسی وجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے سنت کے اہتمام کا خوب خیال رکھا۔ اس کتاب میں ان اکابر کے طرز پر اتباع سنت کے ذریعے سلوک کی تعلیم کا طریقہ قدم بقدم درج کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ سالکین طریقت اس پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سنواریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ اسی کاوش کو طریقت کے میدان میں نو وارد سالکین کے لیے نافع بنائے اور اس خدمت کو فقیر اور ان احباب کے لیے جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں فقیر کی مدد کی، ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین یارب العالمین......

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ اس راہ سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
كَانَ اللّٰهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَيْئٍ
۱۳ ذوالحجہ مکہ مکرمہ

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مترجم، مکتوب نمبر ۱۲۵

راہ ولایت قدم بقدم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۝﴾ [البقرۃ:۲۵۷]

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ:

﴿وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۶۸﴾ [آل عمران:۶۸]

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

ہر مسلمان کے دل میں یہ فطری تمنّا ہوتی ہے کہ وہ اللہ کا ولی بن جائے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو، نیک ہو یا فاسق و فاجر ہو۔ اکثر لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں ہوتی کہ ولی کیسے بنتے ہیں، ایک شخص کو ولی بننے کے لیے کیا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا

یہی مقصد ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ ولی کون ہوتا ہے اور ولایت کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

ولایت کی اقسام

عمومی ولایت اور خصوصی ولایت:

ولایت کی دو قسمیں ہیں: ایک ہے عمومی ولایت اور دوسری ہے خصوصی ولایت۔ عمومی ولایت کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لیتا ہے اس کو عمومی ولایت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے کلمہ پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دوستوں میں شامل فرمالیا۔ یہ عمومی ولایت ہر کلمہ گو کو حاصل ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ہم سے کوئی پوچھے کہ ہم اللہ کے دوست ہیں یا دشمن؟ تو ہم کہیں گے کہ دوست ہیں۔ اس کا نام عمومی ولایت ہے، لہٰذا جس بندے نے کلمہ پڑھا اس نے اللہ کی وحدانیت کو قبول کرلیا اور نبی علیہ السلام کی رسالت کو مان لیا، یہ بندہ عمومی ولایت میں داخل ہوگیا اور اس کو عمومی ولایت کا درجہ حاصل ہوگیا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۝﴾ [البقرۃ:۲۵۷]

''اللہ تعالیٰ دوست ہیں ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔''

دوسری ولایت وہ ہے جس کو خصوصی ولایت کہتے ہیں، یعنی خاص بندوں میں داخل ہونا۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ انسان کے دوست بہت سارے ہوتے ہیں، لیکن عمومی دوست ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک ایسے ہوتے ہیں جو خاص دوست ہوتے ہیں، جن کو قرب حاصل ہوتا ہے۔ خصوصی ولایت پانے کے لیے انسان کو محنت

کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لیے انسان کو تقویٰ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ اولیاء کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور متقی بنے۔ فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾﴾ [یونس: ۶۳]

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کیے رہے۔''

تو معلوم ہوا کہ تقویٰ پرہیز گاری اختیار کرنے سے انسان کو خصوصی ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔ تقویٰ پرہیز گاری یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے۔

علمی نکتہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ کبھی کسی خاردار راستے سے گزرے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی! بالکل گزرا ہوں۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ایسے راستے سے کیسے گزرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں اپنے کپڑوں کو بہت سمیٹ کے، بچ بچا کے وہاں سے گزرتا ہوں کہ میرا دامن کسی کانٹے میں اُلجھ نہ جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے کہ انسان اس طرح بچ بچا کے محتاط زندگی گزارے کہ اس کا دامن کسی گناہ میں ملوث نہ ہو جائے۔(۱)

---

1 قَدْ قِيلَ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ التَّقْوَى، فَقَالَ لَهُ: أَمَا سَلَكْتَ طَرِيقًا ذَا شَوْكٍ؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ؟ قَالَ: شَمَّرْتُ وَاجْتَهَدْتُ، قَالَ: فَذٰلِكَ التَّقْوَى. (ابن رجب فی شرحه للأربعین للنووی حدیث نمبر ۱۸، الزهد الکبیر للبیهقی ص ۳۶۷، تفسیر البغوی ۱/۶۰ ط طیبة، بلوغ الارب بتقریب کتاب الشعب ۱/۴۶۷، تفسیر ابن کثیر ۱/۴۱)

تو گناہوں سے سچّی توبہ کر لینے کا دوسرا نام خصوصی ولایت ہے۔ ایسا بندہ اللہ کا سچا ولی بن جاتا ہے۔

علمی نکتہ:

نبوت وہبی ہوتی ہے اور ولایت کسبی ہوتی ہے۔ وہبی کا مطلب عطائی، یعنی اللہ نے جس کو چاہا نبوت عطا فرمائی۔ اور کسبی کہتے ہیں جو چیز محنت سے حاصل کی جا سکے۔ لہٰذا ولایت کسبی ہے۔ جو بندہ بھی چاہتا ہے کہ میں اللہ کا ولی بنوں وہ بن سکتا ہے، اسے محنت کرنی پڑے گی۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کوئی انسان چاہے کہ میں پہلوان بن جاؤں، تو وہ دو تین سال اچھا کھائے، ورزش کرے تو وہ دو تین سال کے بعد پہلوان بن جائے گا، مارشل آرٹس سیکھ جائے گا۔ اسی طرح جو انسان چاہتا ہے کہ میں اللہ کا ولی بنوں وہ گناہوں کو چھوڑے، نیک اعمال کو اپنائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بن جائے گا۔

ولایتِ صغریٰ اور ولایتِ کبریٰ:

مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ خصوصی ولایت بھی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک ولایتِ صغریٰ اور دوسری ولایتِ کبریٰ۔

ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ تو یہ بھی سمجھ لیجیے۔ اگر ایک بندہ گناہوں کو چھوڑ دے، لیکن دل کے اندر گناہ کا خیال آتا ہو، چاہت آتی ہو، لیکن وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے تو اس کو ولایت صغریٰ کا مقام حاصل ہو گیا، اس لیے کہ یہ گناہ نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر: ایک شخص نے زکوٰۃ دینی ہے، اس کی طبیعت پر بوجھ ہے کہ بھئی! اتنا پیسہ کاروبار سے نکل جائے گا، لیکن وہ انسان اپنے نفس پر جبر کر کے زکوٰۃ کو فوری طور پر

ادا کر دیتا ہے تو ایسا شخص ولی ہے، مگر اس کو ولایتِ صغریٰ حاصل ہے، اس لیے کہ نفس کا پورا تعاون نہیں ہے۔ اس انسان کا نفس ابھی بھی ضدی ہے، مخالفت کرتا ہے۔ اس کا دل کرتا ہے کہ وہ نامحرم کی طرف آنکھ اٹھائے، لیکن وہ آنکھ نہیں اٹھاتا تو اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص ہے تو ولی، لیکن یہ ولایتِ صغریٰ کا مقام ہے۔

دوسری ہے ولایتِ کبریٰ کہ انسان اپنے نفس پر اتنی محنت کرے، اتنا مجاہدہ کرے کہ مکروہاتِ شرعیہ، مکروہاتِ طبعیہ بن جائیں۔ انسان کا دل ہی برے کاموں سے کراہت محسوس کرنے لگے، مثلاً: اللہ والوں کو سود کھانے سے نفرت ہوتی ہے، شراب پینے سے نفرت ہوتی ہے، جھوٹ سے نفرت ہوتی ہے، ان کی طبیعت ہی گناہوں سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ جب طبیعت ایسی بن جائے کہ گناہوں سے نفرت ہو جائے اور گناہ کرنا بوجھ نظر آئے تو ایسے بندے کو ولایتِ کبریٰ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ بندہ اب گناہوں سے بچتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ بن جانے کی وجہ سے شریعت کی مخالفت نہیں کرتا۔ یہ ولایتِ کبریٰ کہلاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اس امت میں کئی ایسے افراد گزرے ہیں کہ گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک کوئی گناہ لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اس کا کیا معنی کہ وہ لوگ فرشتے بن گئے تھے؟ نہیں! بلکہ یہ لوگ انسان ہی تھے، لیکن یہ وہ لوگ تھے جن کی طبیعت شریعت کے مطابق ڈھل گئی تھی۔ اوّل تو گناہ کا موقع پیش نہیں آتا تھا اور اگر بالفرض والتقدیر ان سے گناہ سرزد ہو جاتا تو جب تک رو رو کر اللہ کو منا نہیں لیتے تھے اس وقت تک ان کو چین نہیں آتا تھا۔ چنانچہ نامۂ اعمال میں گناہ لکھا ہی نہیں جاتا تھا، کیونکہ انسان جس وقت گناہ

کرتا ہے وہ فوری نہیں لکھا جاتا، حدیث مبارکہ میں ہے کہ چند پہر انتظار کیا جاتا ہے، کہ ہوسکتا ہے یہ انسان شرمندہ ہو، نادم ہو، ہوسکتا ہے یہ بندہ سوچے کہ میں نے بہت غلط کام کیا۔ اگر گناہ کرنے پر دل میں افسوس ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گناہ لکھنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔تو ولایتِ کبریٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں انسان اوّل تو گناہوں سے بچتا ہے اور اگر بالفرض کوئی گناہ ہو بھی جائے تو وہ اللہ سے اس کی اتنی معافی مانگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ لکھواتے ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ ان کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ "اَلْمَرْءَۃُ الْمُتَکَلِّمَۃُ بِالْقُرْآن" ایک عورت جو قرآن پاک کے الفاظ سے گفتگو کرتی تھی۔اس کے بیٹے نے بتایا کہ میری والدہ قرآن کی حافظہ ہیں، حدیث کی عالمہ ہیں، اس کے دل میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کا خوف اتنا ہے کہ پچھلے بیس سال سے قرآن پاک کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلا۔ ایسے بھی لوگ اس دنیا میں گزرے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ولایتِ صغریٰ یہ ہے کہ انسان گناہ نہ کرے، اگرچہ دل میں گناہ کا داعیہ آئے۔ ولایتِ کبریٰ یہ ہے کہ جس میں انسان کے دل میں گناہ کا داعیہ ہی نہ پیدا ہو اور انسان گناہوں سے بچ جائے۔ چنانچہ جو ولایتِ کبریٰ کے مقام کے اولیاء ہوتے ہیں وہ معصیت سے خالی زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دل کی کیفیت پر فرشتوں کو رشک آتا ہے کہ دیکھو! ان کے پاس نفس بھی ہے، انہیں شیطان بھی تنگ کرتا ہے، اس کے باوجود یہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔اس پر کسی نے کہا:

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک! جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
تر دامنی پہ شیخ! ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

(خواجہ میر درد)

یہ اللہ کے وہ بندے ہوتے ہیں جن پر اللہ کو ناز ہوتا ہے کہ یہ میرے وہ بندے ہیں جو میری نافرمانی نہیں کرتے۔ اب دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ولایتِ کبریٰ یہ ہے تو ہم ولی کیسے بن سکتے ہیں؟

تو اس کتاب میں چند باتیں بتائی جائیں گی، ان میں سے ایک ایک بات پر عمل کرتے جائیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ولایت کا راستہ کیسے ہموار کرتے ہیں۔ یہ باتیں آپ کو بڑی سادہ سی محسوس ہوں گی، لیکن جب آپ ان کو اپنائیں گے تو آپ کو ان کی برکتیں خود ہی محسوس ہوں گی۔ یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ جب کسی مریض کو کسی نسخے سے فائدہ پہنچ جائے تو وہ سب لوگوں کو وہ نسخہ بتاتا ہے کہ بھئی! مجھے اس سے بڑا فائدہ ہوا، اس سے میری شوگر کم ہوگئی، میرا بلڈ پریشر کنٹرول ہوگیا، میرا بخار دور ہوگیا۔ تو سچی بات یہ ہے کہ جو باتیں بتائی جارہی ہیں ان سے خود اس عاجز کو بہت فائدہ پہنچا اور خود اس عاجز کی زندگی میں بہت تبدیلی آئی۔ امید ہے کہ اِن شاء اللہ قارئین کو بھی فائدہ ملے گا۔

(1) ......نیت کو درست کرنا:

راہِ ولایت میں سب سے پہلا نکتہ جس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے وہ ہے اپنی نیت کو درست کرنا۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ یہ نیت کر لے یعنی پکا عزم کر لے کہ میں

نے گناہ نہیں کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا والی زندگی گزارنی ہے۔جیسی نیت ہوتی ہے ویسی ہی مراد ملتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى.))(۱)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور بیشک ہر انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔''

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روحانیت کی ابتداء تصحیح نیت سے شروع ہوتی ہے۔سالکین کو چاہیے کہ وہ گناہوں سے مکمل بچنے کی نیت کریں، بعض لوگ اس وجہ سے گناہ نہیں کر رہے ہوتے کہ انہیں گناہ کا موقع نہیں ملتا۔اگر انہیں یہ موقع کبھی ملے تو پھر وہ گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔اگر کبھی بدنظری کا موقع ہی نہ ملے تو پھر تو سب ہی بدنظری سے بچے رہتے ہیں،لیکن اگر کسی کی گناہ سے بچنے کی نیت نہ ہو تو وہ موقع ملنے پر گناہ کر بیٹھے گا۔جو انسان یہ نیت کر لے اور دل میں پکا ارادہ کر لے کہ جو مرضی ہو جائے میں نے گناہ نہیں کرنا تو اس کے لیے بدنظری سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

یہ نیت کر لینے سے انسان بے طمع ہو جاتا ہے، بدنظری سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، غیبت، جھوٹ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

کئی لوگ اس راہِ سلوک میں فقط کیفیات کے متلاشی ہوتے ہیں۔ان کا اصل مقصد کیفیات، کرامات اور رنگ وغیرہ دیکھنا ہوتا ہے۔ایسے لوگ اپنی نیت کی خرابی کی وجہ سے اس راستے میں اٹک جاتے ہیں اور آگے نہیں بڑھ پاتے۔

---

(1) صحیح بخاری، حدیث: ۱

اس لیے سب سے پہلا قدم ہے کہ نیت کو درست کیا جائے۔ ہماری نیت ہو کہ ہم ہر حال میں گناہ سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

علمی نکتہ......نیت کرنا کہ اگر موقع بھی ملے تو گناہ نہیں کرنا:

جو شخص بغیر سوچے سمجھے ایسے ہی زندگی کے اوقات گزار رہا ہوتا ہے وہ گناہوں میں زیادہ ملوث ہو جاتا ہے، اس نے یہ سوچا ہی نہیں ہوتا کہ میرا مقصد زندگی کیا ہے۔ سالکین طریقت نے تو اپنا مقصد زندگی پہچان لیا ہے کہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، چنانچہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو اپنی زندگی نیت کے ساتھ گزارنی ہوگی۔

بعض لوگ کبھی گناہ کر کے جب ندامت محسوس کرتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ ہمارا گناہ کرنے کا ارادہ نہیں تھا، بس ایسے ہی ہو گیا، ویسے ہی بدنظری ہوگئی، عادتاً غصہ آ گیا۔ سالکین کو چاہیے کہ گناہ سے بچنے کی نیت ہر وقت اپنے دل میں مستحضر رکھیں، اور ہر وقت گناہ سے بچنے کی عادت بنائیں۔

لہٰذا سالکین کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کی عظمت کو اپنے دل میں پیدا کریں اور ان کو یہ احساس رہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں توڑنا۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔

علمی نکتہ......لوگوں کا دل نہ توڑنا:

سالکین کے لیے یہ نیت کرنا بھی ضروری ہے کہ ہم نے کسی حال میں لوگوں کو ایذا نہیں پہنچانی۔ ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ تین باتوں سے نسبت کا حصول آسان ہو جاتا ہے: (1) معمولات کی پابندی (2) کثرت سے روزے رکھنا (3) کسی کا دل نہ دکھانا۔

علمی نکتہ...... بد نیتی سے بھی بچیں اور بلا نیتی سے بھی بچیں:

اس بات کا بھی اہتمام کریں کہ ہر کام میں سنت پر عمل کرنے کی نیت شامل کریں، مثلاً: دن بھر کے عام کاموں میں جیسے کھانا پینا، کپڑے بدلنا، اہل و عیال کے ساتھ وقت گزارنا وغیرہ ان سب کو مسنون طریقے پر کریں اور سنت کی نیت شامل کریں۔ ہر کام میں نیت کو شامل کرنا انسان کو سیکھنا پڑتا ہے۔ یہ عادت اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے اور دین کا علم حاصل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اس عمل کی برکت سے ہماری زندگی کے عام کام جس میں ہمارا اکثر وقت گزرتا ہے وہ بھی نیکیاں بن جائیں گی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے:

"يَسُرُّنِيْ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ نِيَّةٌ حَتّٰى فِي الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ."(۱)

"مجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ میرے لیے ہر چیز میں نیت ہو، حتی کہ کھانے اور سونے میں بھی۔"

اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"وَاعْمَلْ بِنِيَّةٍ، وَكُلْ بِنِيَّةٍ، وَاشْرَبْ بِنِيَّةٍ."(۲)

"اور تو عمل کر نیت کے ساتھ اور کھا نیت کے ساتھ اور پی نیت کے ساتھ۔"

ہمارے اکابر ہر چھوٹے سے چھوٹے کام میں سنت کی نیت شامل کر کے عام اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ جیسے اگر چاندی پر سونے کا پانی چڑھ جائے تو وہ

---

(1) الزھد والرقائق لابن المبارک ۱۹۵

(2) حلیۃ الاولیاء ص ۶۲

بالکل سونے کے مانند چمکتا ہے۔ ویسے ہی عام دنیوی کاموں کو اگر سنت کی نیت سے کیا جائے تو وہ بھی ہمارے لیے قیامت کے دن چمکتی ہوئی نیکیاں بن سکتی ہیں۔

تو سب سے پہلا نکتہ ہے اپنی نیت کو درست کرنا۔ یہ ہماری زندگی کا مقصد بن جائے، ہم نے اللہ کی رضا والی زندگی گزارنی ہے اور کسی صورت بھی گناہ نہیں کرنا۔ جب ہماری یہ نیت ہوگی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے:

جے ناتے دھوتیاں رب ملدا تے ملدا کنبیاں مچھیاں نوں

جے سر منایاں رب ملدا تے ملدا بھیڈاں سسیاں نوں

جے ذکر کیتیاں رب ملدا تے ملدا کال کڑچھیاں نوں

جے جتیاں ستیاں رب ملدا تے ملدا انداں کھسیاں نوں

باہو! رب ملدا تے ملدا نیتاں اچھیاں نوں

''اگر اللہ تعالیٰ کا قرب نہانے دھونے سے حاصل ہوتا تو پھر یہ مینڈک اور مچھلیوں کو ملتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب بال منڈانے سے ملتا تو پھر یہ بغیر بالوں کے بھیڑ کو مل جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب صرف ذکر کرنے سے ملتا تو پھر یہ رات کو جاگنے والے پرندوں کو ملتا۔ اگر عورتوں کی طرف میلان نہ رکھنے اور تجرد والی زندگی گزارنے سے اللہ کا قرب ملتا تو یہ خصی بیل کو ملتا، لیکن اے باہو! اللہ تعالیٰ کا قرب ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کی نیتیں اچھی ہوتی ہیں۔''

ان اشعار میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان کو محض ظاہری اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک

کہ اس کی نیت درست نہ ہو۔ نیتوں کا سچا اور اچھا ہونا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے اہم طریقہ ہے۔

2 ...... ہر وقت باوضو رہنا:

دوسرا نکتہ ہے کہ ہم ہر وقت باوضو رہیں۔ بہت سارے نوجوانوں کو ہر وقت بے وضو رہنے کی عادت ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے وہ تب وضو کرتے ہیں، ورنہ بے وضو رہتے ہیں۔ تو جس طرح ہم آج کل عادتاً بے وضو رہتے ہیں اس طرح اگر طبیعت بن جائے تو ہم ہر وقت باوضو رہیں، جس وقت وضو ٹوٹے دوبارہ وضو کریں، پھر وضو ٹوٹے پھر وضو کر لیں، یعنی پوری زندگی ہی باوضو گزارنے کی نیت کر لیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((لَا یُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ.))[1]

''وضو پر مداومت مؤمن ہی کر سکتا ہے۔''

ہر وقت باوضو رہنا کامل مؤمن کی نشانی ہے اور ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے قلبی احوال پر نظر ڈالو، تمہیں وضو سے پہلے اور وضو کے بعد کی حالت میں واضح فرق نظر آئے گا۔ [2] ہمارے مشائخ اپنی ساری

---

1 عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اسْتَقِيمُوا، وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ« ((سنن ابن ماجه 1/277، مسند أحمد 5/282، الدارمي 1/168، الطبراني في الكبير 1444، الحاكم 1/130، موطأ امام مالک 1/34، مصنف ابن ابی شیبة 1/6))

2 احیاء علوم الدین (کتاب أسرار الطهارة)

زندگی باوضوگزارنے کا اہتمام کرتے تھے۔اس سے انسان شیطان کے حملے سے بچا رہتا ہے۔آپ تجربہ کرلیں! آپ بے وضو ہیں تو وساوس زیادہ آئیں گے،آپ باوضو ہیں تو وساوس کم آئیں گے،طبیعت کے اندر انشراح کی کیفیت پیدا ہوجائے گی، طبیعت کے اندر نیکی کی طرف میلان آجائے گا،نیکی کو کرنا آسان ہوجائے گا۔باوضو رہنا ایک بہترین عمل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وضو میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت سی برکات رکھی ہیں،جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر ایک روحانی پاکیزگی ونورانیت پیدا کرتا ہے،اس لیے یہ نماز یعنی بارگاہ الٰہی کی خاص حضوری کی لازمی شرط ہے۔

ایک دن صبح[1] کے وقت نبی علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا: اے

---

[1] حَدَّثَنِي أَبِي بُرَيْدَةَ، قَالَ: أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ: "يَا بِلَالُ بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي، دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي، فَأَتَيْتُ عَلَى قَصْرٍ مُرَبَّعٍ مُشْرِفٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِرَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ، فَقُلْتُ: أَنَا عَرَبِيٌّ، لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقُلْتُ: أَنَا قُرَشِيٌّ، لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا: لِرَجُلٍ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدٌ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ قَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ". فَقَالَ بِلَالٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ، وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلَّهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »بِهِمَا« ((سنن الترمذی (3689))، وأخرجه تاماً ومختصراً أيضاً فی مسند احمد (حديث بريدة اسلمی، 23040)، ابن خزيمة (1209)، والحاكم 285/3 و313، والبيهقي في "شعب الإيمان" (2717)، ابن أبي شيبة 150/12، وابن أبي عاصم في "السنة" (1269)، وابن حبان (7086) و(7087)، والطبراني في "الكبير" (1012)

بلال! کیا بات ہے کہ میں جب بھی جنت میں داخل ہوتا ہوں آپ کو اپنے سے آگے پاتا ہوں؟ رات کو (خواب میں) جنت دیکھی، جنت میں مجھے اپنے سے آگے کسی کے قدموں کے چلنے کی آواز آئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اذان دی ہو اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور میرا وضو ٹوٹا ہو اور میں نے دوبارہ وضو نہ کیا ہو، میں ان دو رکعتوں کو خود پر لازم کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پس ان دو اعمال کے سبب تم نے یہ مرتبہ پایا۔

ہمیشہ باوضو رہنے پر اتنی بڑی فضیلت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ سالکین طریقت کو بھی ہر وقت باوضو رہنا چاہیے اور اس کی پکی عادت بنا لینی چاہیے۔

...... علمی نکتہ:

باوضو رہنے کے بڑے فوائد ہیں۔ پہلا تو یہ کہ نوافل پڑھنے آسان ہو جاتے ہیں۔ جب نوافل پڑھنے کا جی چاہا تو وضو تو ہے ہی، بس نیت باندی اور نوافل پڑھ لیے۔ نماز پڑھنی بھی آسان ہو جاتی ہے۔ بہت ساری عورتیں اس لیے نماز قضا کر بیٹھتی ہیں کہ ان کا وضو نہیں ہوتا، مثلاً: کسی شادی کی تقریب پر گئیں، وہاں پر نماز کا وقت ہو جائے تو ان کو وضو کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، یہ ڈرتی ہیں کہ میک اَپ دھلنے کی وجہ سے یہ لوگ میری اصل شکل دیکھ لیں گے، لہٰذا ڈر کے مارے منہ نہیں دھوتیں۔ پس وضو نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔

...... علمی نکتہ:

وضو انسان کے گناہوں کی صفائی اور معافی کا ذریعہ ہے۔ حدیث پاک میں

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ.))(۱)

''جس شخص نے بہت اچھی طرح وضو کیا تو اس کے جسم سے سارے گناہ دھل جائیں گے، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں سے نیچے سے بھی۔''

ہر مرتبہ وضو کرنے سے ہمارے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مسنون انداز سے وضو کرنے سے نہ صرف انسان کی ظاہری میل کچیل اور حدث والی حکمی ناپاکی دور ہو جاتی ہے، بلکہ اس کی برکت سے اس کے جسم کے سارے گناہوں کی ناپاکی بھی دُھل جاتی ہے(۲)، لہٰذا اس وضو کے عمل کو حضورِ قلب کے ساتھ کیا جائے اور محسوس کیا جائے کہ میرے گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ انسان اگر وضو کے دوران اپنے گذشتہ تمام گناہوں پر نادم ہوگا تو اس کے تمام گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ نبی علیہ السلام نے بھی اس مناسبت سے وضو کے بعد یہ دعا پڑھنا امت کو سکھائی:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ.))(۳)

''اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے اور بہت پاک رہنے والوں میں سے بنا دے۔''

---

1. صحیح مسلم (33/2)
2. معارف الحدیث (44/3)
3. سنن الترمذی (55/1)

ایک اور حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہوں کو دھو دینے والے اور تمہارے درجات کو بلند کر دینے والے اعمال میں سے ایک ہے مشقت کے موقع پر (یعنی سردی) میں وضو کرنا(۱)۔تو ہر مرتبہ وضو کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، جو انسان تمام زندگی باوضو رہے گا اس کے اوپر گناہوں کی میل کچیل باقی نہیں رہے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین پر خاص کرم اور احسان ہے کہ وضو کے بہانے ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ الحمد للہ!

علمی نکتہ......امتی کی پہچان وضو کے چمکتے ہوئے نشان:

ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو حوض کوثر پر کیسے پہچانیں گے؟ نبی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ میری امت کے اس دن ایسے نشانات ہوں گے جو باقی امتوں کے نہیں ہوں گے، تم وضو کے چمکتے ہوئے سفید نشانات کے ساتھ حوض کوثر پر آؤ گے۔(۲)

قیامت کے دن وضو کے چمکدار نشانات سے امت محمدیہ کی پہچان ہوگی۔ ہمیں تو نہایت شوق سے تمام سنن و آداب کے ساتھ بار بار وضو کرنا چاہیے، تاکہ ہمارے یہ

---

1. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِسْبَاغُ الوُضُوءِ عَلَى المَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الخُطَا إِلَى المَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ ((سنن الترمذی (51/1)))

2. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ، وَأَحْلَى مِنَ العَسَلِ بِاللَّبَنِ، وَلَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُومِ وَإِنِّي لَأَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ، كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ إِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِ« قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: »نَعَمْ لَكُمْ سِيمَا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا، مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ« (صحیح مسلم ((36/2)))

نشانات بڑھے ہوں اور ہمیں اللہ کے حبیب ﷺ دیکھتے ہی پہچان جائیں گے کہ یہ میرا امتی ہے۔

علمی نکتہ:

اکثر لوگ رات کو باوضو سونے میں سستی کرتے ہیں، شیطان ان کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ یہ وقت عبادت کا نہیں ہے، اب تو سونا ہی ہے، وضو کرنے سے کہیں نیند ہی نہ اُڑ جائے۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ رات کو باوضو سونا نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین اس کا بہت اہتمام کرتے تھے، وہ ڈرتے تھے کہ کہیں وہ بے وضو سوئے ہوں اور ان کو اس نیند کی حالت میں موت آجائے۔ (۱)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو انسان رات کو باوضو سوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ رات گزارتا ہے، وہ بندہ رات کو جس وقت بھی اٹھتا ہے وہ فرشتہ اللہ سے دعا کرتا ہے: اے اللہ! اپنے فلاں بندے کی مغفرت فرما، اس نے رات طہارت کی حالت میں گزاری (۲)۔ مزید یہ کہ باوضو سونے والے کی فرشتے حفاظت فرماتے ہیں اور

---

(1) أَخْبَرَنِي أَبُو يَحْيَى، أَنَّهُ سَمِعَ مُجَاهِدًا، يَقُولُ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: »لَا تَنَامَنَّ إِلَّا عَلَى وُضُوءٍ، فَإِنَّ الْأَرْوَاحَ تُبْعَثُ عَلَى مَا قُبِضَتْ عَلَيْهِ« ((حلية الأولياء وطبقات الأصفياء))

(2) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ بَاتَ طَاهِرًا، بَاتَ فِي شِعَارِهِ مَلَكٌ لَا يَسْتَيْقِظُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٌ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا" ((صحیح ابن حبان (کتاب الطهارة 1051)، شعب الایمان للبیهقی (2526/20) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ بَاتَ طَاهِرًا، بَاتَ فِي شِعَارِهِ مَلَكٌ لَا يَسْتَيْقِظُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فُلَانٌ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا" ((صحیح ابن حبان (کتاب الطهارة 1051)، شعب الایمان للبیهقی (2526/20)

تمام سنن وآداب کے ساتھ وضو کرنا عمر میں برکت کا باعث ہوتا ہے۔(۱)

ایک روایت میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا ، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ.))(۲)

''جو مسلمان باوضو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سوجاتا ہے تو وہ رات کو جس گھڑی میں بیدار ہوکر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس بات کا سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا کردیں گے۔''

سالکین کو چاہیے کہ رات کو وضو اور ذکر کی حالت میں ہی سوئیں، یہ تہجد کی دعاؤں کی قبولیت کا باعث ہے۔

علمی نکتہ:

مسواک وضو کی ایک اہم سنت ہے۔ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیا تھا[3]، نیز یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے[4]۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسِّوَاكِ، حَتّٰى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ

---

1. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَنَسُ، إِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَلِّمْ عَلَى أَهْلِكَ يَكْثُرْ خَيْرُ بَيْتِكَ، وَإِذَا تَوَضَّأْتَ فَأَسْبِغْ وُضُوءَكَ يَطُلْ عُمُرُكَ، وَمَنْ لَقِيتَ مِنْ أُمَّتِي فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ تَكْثُرْ حَسَنَاتُكَ، وَلَا تَبِيتَنَّ إِلَّا عَلَى وَضُوءٍ تَرَاكَ الْحَفَظَةُ وَأَنْتَ طَاهِرٌ ((شعب الایمان للبیہقی (8386/61)))

2. سنن ابی داؤد (5042/40)،

3. (صحیح البخاری (888/11)) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ

4. عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ ((سنن الترمذی 1080/9))

عَلَيَّ وَعَلٰى أُمَّتِي، وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي، لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ.))[1]

''مجھے جبرئیل علیہ السلام مسواک کرنے کی اتنی تاکید فرماتے کہ مجھے ڈر لگا کہ یہ مجھ پر یا میری امت پر فرض نہ ہو جائے، اور اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کے لیے مسواک کو فرض قرار دیتا۔''

ایک روایت میں ہے کہ جو نماز مسواک کے ساتھ وضو کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے ستر گناہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔[2]

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مسواک استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔[3]

ایسی صورت میں تو کمال ایمان کا تقاضہ ہے کہ ہمیں ہر مرتبہ وضو کرتے ہوئے مسواک کا استعمال کرنا چاہیے۔ جب دل میں سنت کا شوق ہوگا اور اس کے عظیم ثواب کا خیال ہوگا تو پھر خود بخود انسان کا جی چاہے گا کہ مسواک کو کثرت سے استعمال کریں۔

واقعات:

ہمارے ایک قریبی تعلق والے ڈاکٹر ہیں، وہ بعض اوقات آپریشن کرتے ہیں تو ان کا آپریشن 9 گھنٹے لمبا ہوتا ہے۔ ہم نے پوچھا: اس دوران آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ تو کہنے لگے: میری نماز قضا نہیں ہوتی۔ آپریشن کے دوران جب میں دیکھتا ہوں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو میں آپریشن کو ایسے نکتے پر پہنچاتا ہوں کہ باقی

---

1. سنن ابن ماجه (289/1)
2. عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَفْضُلُ الصَّلَاةُ الَّتِي يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلَاةِ الَّتِي لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا (شعب الايمان للبيهقى (2519/20))
3. قَالَتْ عَائِشَةُ: عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم «السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ» ((صحيح البخارى فى باب الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا، سنن ابن ماجه (289/1)، سنن النسائى (5/1)))

ڈاکٹروں کو کہتا ہوں: اب آپ کام جاری رکھیں، میں ابھی آتا ہوں۔ پھر میں وہیں پر مصلیٰ بچھاتا ہوں اور نماز پڑھ لیتا ہوں اور دوبارہ ہاتھ دھوتا ہوں، دستانے پہنتا ہوں اور پھر دوبارہ آپریشن کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ 9 گھنٹے کے آپریشن میں میری نماز کبھی قضاء نہیں ہوتی۔ ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں جو نو گھنٹے کے آپریشن میں باوضو رہتے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ کئی ایسے بھی طلباء ہوتے ہیں جو کئی مرتبہ بے وضو قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں، تفسیر پڑھ رہے ہوتے ہیں، حدیث پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

انسان کے بے وضو رہنے کا تعلق اپنے ذہن اور عادت سے ہے۔ ہم بے وضو زندگی گزارنے کے عادی ہیں، ہمیں باوضو زندگی گزارنے کی عادت ڈالنی ہوگی، صرف اتنی سی بات ہے۔ اگر سالکین کوشش کریں گے تو وہ خود محسوس کریں گے کہ ان کے لیے باوضو رہنا بھی آسان ہو جائے گا۔ جن لوگوں کو ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت ہوتی ہے وہ وضو کے ٹوٹنے پر اپنے باطن میں ایک گونہ ظلمت اور کدورت محسوس کرتے ہیں، حدث دراصل اس ہی کیفیت کا نام ہے اور شریعت نے اس کیفیت کے ازالہ کے لیے وضو کو مقرر فرمایا ہے۔

وضو پر مداومت کے لیے ظاہری طور پر بھی اسباب اختیار کریں۔ اگر آپ دیکھیں کہ کوئی چیز کھانے سے آپ کا وضو نہیں رہتا، مثلاً: چنے کی دال، گوبی، آلو وغیرہ کھانے سے، تو ان سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کو پینے سے وضو نہیں رہتا، پیشاب زیادہ آتا ہے تو اس کو ذرا کم پیا کریں۔ ظاہری طور پر احتیاط بھی کریں اور اللہ سے دعا بھی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ جب مہربانی کر دیتے ہیں تو پھر انسان کے لیے باوضو رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس عاجز کو رہنے کا موقع ملا۔ حضرت نے رمضان میں روزہ افطار کرنے کے بعد تازہ وضو کیا اور مسجد میں تراویح کے لیے تشریف لائے۔ اس رات مسجد میں قراءت کانفرنس تھی۔ ساری رات قراء حضرات قرآن پڑھتے رہے، حضرت ان کا قرآن سنتے رہے، اسی دوران سحری کا وقت ہوگیا، مسجد والوں نے اعلان کیا کہ سحری کا وقت ختم ہونے میں ایک گھنٹہ رہ گیا ہے، حاضرین کے لیے سحری کا انتظام کیا گیا ہے، ابھی دسترخوان لگا دیے جائیں گے، سب لوگ سحری کرلیں۔ مسجد میں سینکڑوں کا مجمع تھا۔ میں نے حضرت سے پوچھا: حضرت! آپ کمرے میں تشریف لے جائیں گے؟...... کیونکہ شوگر کے مریضوں کا کھانا عام کھانے سے مختلف ہوتا ہے، پرہیزی کھانا ہوتا ہے...... حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! میں یہیں کھانا کھاؤں گا۔ مسجد میں عام لوگوں کے لیے پلاؤ بنا ہوا تھا۔ شوگر کے مریض کو تو پلاؤ کھانا نقصان دہ ہے۔ شوگر بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ حضرت نے وہی کھایا، پرہیزی کھانا نہیں کھایا۔ کھانے کے بعد حضرت سے میں نے پوچھا: حضرت! اب آپ وضو تازہ کرنے کے لیے کمرے میں جائیں گے؟ تو حضرت نے میری طرف دیکھا اور فرمانے لگے: میرا وضو کوئی کچا دھاگا ہے۔ یعنی کچا دھاگا آسانی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ غور کریں کہ مغرب کے بعد وضو کیا اور اب نماز فجر میں گھنٹے سے بھی کم وقت رہ گیا تھا۔ حضرت نے وہیں فجر کی نماز پڑھی۔ مجھے خیال تھا کہ حضرت فجر پڑھتے ہی وضو کرنے کے لیے جائیں گے، لیکن حضرت سلام پھیرنے کے بعد منبر پر بیٹھ گئے اور قراء حضرات سے فرمایا: ساری رات تم نے قرآن سنایا اور میں نے سنا۔ اب میں قرآن سناؤں گا اور آپ سب سنیں گے۔ پھر حضرت نے درس قرآن شروع

کر دیا، خیال تھا کہ دس پندرہ منٹ کا درس قرآن ہوگا، لیکن جب درس دینا شروع کیا تو ایسے جوش و جذبے سے کہ ہم حیران رہ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ سب علماء قراء ہیں، مجھے قرآن کا ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ سب ترجمہ سمجھتے ہیں، میں صرف آیتیں پڑھوں گا۔ تو تقریباً بیس منٹ حضرت ایک مضمون کی آیتیں پڑھتے، پھر دوسرے مضمون کی پڑھتے، آیتوں پہ آیتیں ہی پڑھتے گئے، آیتوں پہ آیتیں ہی پڑھتے گئے۔ اس دن ہم نے حضرت پر ایک عجیب رنگ دیکھا۔ اتنا لمبا درس قرآن دیا کہ اشراق کا وقت ہو گیا۔ پھر حضرت نے اعلان فرمایا کہ اشراق کا وقت ہو گیا ہے، سب لوگ اشراق پڑھ کر ہی گھر جائیں۔ چنانچہ اشراق پڑھی اور کمرے میں آئے اور پھر حضرت نے دوبارہ وضو کیا۔

غور کریں! نوے سال کی عمر میں شوگر کا مریض مغرب کے بعد کے وضو سے اشراق کی نماز ادا کرتا ہے۔ بعض لوگ حیران ہوتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں یہ کیا لکھا ہے کہ امام صاحب نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ان کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ عشاء کے وضو سے فجر کیسے پڑھ لی اور ہم نے نوے سال کے ایک بوڑھے بندے کو اپنی زندگی میں مغرب کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آسان کر دیتے ہیں تو پھر انسان کی زندگی یوں باوضو گزرتی ہے۔

ہمیں ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کا گھر ایک نئی کالونی میں تھا۔ مغرب کا وقت شروع ہوا تو انہوں نے گھر کے دالان میں نماز ادا کرنے کے لیے صفیں بچھا دیں۔ ان

کے گھر کے صحن میں پانچ سات چھوٹے بڑے بچے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ جب اقامت ہوئی تو کھیلنے والے بچے دوڑتے ہوئے آئے اور نماز میں شریک ہو گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وضو بنانے کی ضرورت نہیں ہے؟ تو ان کے والد نے بتایا کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ بات سیکھی ہے کہ اپنی زندگی باوضو گزارو۔ ہمارے گھر کا سات سال سے بڑا کوئی بھی فرد جب بھی آپ کو ملے گا باوضو ہو گا۔ جب بھی وضو ٹوٹتا ہے فوراً نیا وضو کر لیتے ہیں۔ ہمیں اس دن بڑی حیرت ہوئی کہ یا اللہ! تیرے ایسے بھی بندے ہیں جو پوری زندگی باوضو گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ اتنی آسان عبادت ہے کہ ہر کوئی کر سکتا ہے، مرد بھی، عورت بھی، چھوٹا بھی، بڑا بھی۔ ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں باوضو زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

...... علمی نکتہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((يَا بُنَيَّ! إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ أَبَدًا عَلَى وُضُوءٍ فَافْعَلْ، فَإِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ إِذَا قَبَضَ رُوحَ الْعَبْدِ وَهُوَ عَلَى وَضُوءٍ كَتَبَ لَهُ شَهَادَةً.)) [1]

''اے میرے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہا کرو، ملک الموت جب بندے کی روح قبض کرتا ہے تو اگر وہ باوضو ہوتا ہے تو اس کے لیے شہادت کا درجہ لکھ دیتا ہے۔''

ہمیں اس نیت سے ہر وقت باوضو رہنا چاہیے کہ جب بھی ہمیں موت آئے ہم وضو

[1] شعب الإيمان للبيهقي (2529/20)، كنز العمال (جلد 9 صفحه 293، مطالب العاليه جلد 1 صفحه 27)

کی حالت میں ہوں، تاکہ ہمیں بھی مرنے پر شہادت کا درجہ ملے۔ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے باوضو رہنے کی کہ باوضو حالت میں مرنے کے سبب انسان قیامت کے دن شہداء کے گروہ میں شامل کیا جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے:

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ: يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ.))[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا، انہوں نے فرمایا: ہر بندہ قیامت کے دن اس ہی حالت میں اٹھایا جائے گا جس میں وہ فوت ہوا ہے۔''

جو بندہ باوضو زندگی گزارنے کا عادی ہوگا اس کو باوضو ہی موت آئے گی اور اسی طرح وہ اپنے رب کے سامنے پیش ہوگا۔ تو دل میں یہ تمنّا رکھیں کہ اے اللہ! جب جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ باوضو ہوکر جان پیش کروں۔ جب دل میں یہ تمنّا رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کام آسان کردیں گے۔

تو پہلا کام نیت کو درست کرنا اور دوسرا کام ہر وقت باوضو رہنا۔ اس سے نوافل پڑھنے بھی آسان ہوجاتے ہیں، نماز پڑھنی بھی آسان ہوجاتی ہے، تلاوت قرآن بھی آسان ہوجاتی ہے اور ذکر بھی آسان ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ!

③ ...... مسنون دعاؤں کو موقع بموقع پڑھنا:

نبی علیہ السلام نے امت پر احسان کیا اور امت کو مختلف مواقع پر پڑھنے کی دعائیں سکھائیں۔ سونے سے پہلے کی دعا، بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا، بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا، گھر سے نکلنے کی دعا، گھر میں داخل ہونے کی دعا۔ یہ تقریباً سو دعائیں

[1] صحیح مسلم (2206/4)

ہیں "پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں"۔ ان دعاؤں کو ہم یاد کریں اور پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ خود بھی یاد کریں، گھر کی عورتوں اور بچوں کو بھی یاد کرائیں۔ عادت بن گئی تو پھر یہ دعائیں ہمارے لیے پڑھنی آسان ہو جائیں گی۔

مسنون دعائیں

سو کر اٹھنے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.))
(صحیح بخاری)

''سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد زندگی بخشی اور آخر کار اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔''

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا:

بسم اللہ کہے اور پھر کہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.)) (متفق علیہ)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے، مرد ہوں یا عورت۔''

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا:

پہلے غُفْرَانَکَ ([اے اللہ!] آپ مجھے بخش دیں۔) (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کہے اور پھر کہے:

((أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الأَذَى وَعَافَانِي))

(سنن ابن ماجہ، مصنف ابن أبی شیبہ)

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے ایذا دینے والی چیز کو مجھ سے دور کیا اور مجھے چین بخشا۔''

جب وضو کرنا شروع کرے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.)) (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

''شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔''

وضو کے دوران یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي فِي دَارِي وَبَارِكْ لِي فِي رِزْقِي))

''اے اللہ! آپ میرے گناہ بخش دیں اور کشائش دیں مجھے میرے گھر میں اور برکت دیں میری روزی میں۔'' (مسند احمد، ترمذی، نسائی)

وضو کے بعد کی دعا:

وضو کے بعد یہ پڑھے:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ)) (مسلم)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

فائدہ: حدیث پاک میں آتا ہے: جو شخص اچھے طریقے سے وضو کرے (یعنی وضو

کے تمام آداب وشرائط کو پورا کرے) پھر یہ دعا پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

پھر یہ پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ)) (ترمذی)

''اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے اور بہت پاک رہنے والوں میں سے بنا دے۔''

((سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوبُ إِلَيْکَ.)) (نسائی، مصنف عبدالرزاق)

''پاک ہے تو اے اللہ! اور تیری تعریف کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں تیری مغفرت کا طلب گار ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

فائدہ: حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندہ یہ کلمات وضو کے بعد پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا پر مہر لگا دیتے ہیں اور اس کو اپنے عرش میں محفوظ رکھتے ہیں اور قیامت کے دن ہی اسے لایا جائے گا۔

اذان سنے تو یہ دعا پڑھے:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيکَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا.)) (مسلم)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں

راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور راضی ہوں کہ محمد ﷺ میرے رسول ہیں اور اسلام میرا دین ہے۔''

فائدہ: حدیث پاک میں ہے کہ اذان کی آواز سن کر یہ دعا پڑھی جائے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

مغرب کی اذان سن کر یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ، وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ، فَاغْفِرْ لِي.)) (ابوداؤد)

''اے اللہ! یہ وقت ہے آپ کی رات کے آنے کا، اور آپ کے دن کے جانے کا، اور آپ کی طرف بلانے والوں کی آواز کا، پس میری مغفرت فرمادے۔''

اذان کے جواب میں یہ پڑھے:

اذان کا جواب یوں دیتے ہیں کہ جو مؤذن کہے وہی کہتا جائے اور جب بھی مؤذن کہے:

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

تو کہے:

((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) (مسلم)

''گناہوں سے بچنے کی اور عبادت کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

فجر کی اذان میں جب مؤذن پڑھے: ''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ''، تو کہے:

''صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ'' (آپ نے سچ کہا اور نجات پائی۔)

(کتاب الاذکار للنووی، شرح سنن اَبی داود للعینی)

اذان کے ختم ہونے کے بعد کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ، وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِیلَۃَ وَالْفَضِیلَۃَ، وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَہُ)) (رواہ البخاری)

''اے اللہ! اس پکار کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما اور ان کو فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔''

فائدہ: اس کے پڑھنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔

گھر سے نکلنے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰہِ، تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ.)) (أبوداود، ترمذی)

''میں اللہ کا نام لے کر نکلا، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، گناھوں سے بچنے کی اور عبادت کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

فائدہ: جو شخص یہ دعا پڑھ لے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تیری کفایت کرلی گئی، تجھے بچا لیا گیا، تجھے ہدایت دے دی گئی، اور شیطان اس سے دور ہوجاتا ہے، پھر شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ ایسے شخص سے تیرا کیا کام جس کو ہدایت دے دی گئی، اور جس کی کفایت کرلی گئی اور جس کو بچالیا گیا۔

پھر آسمان کی طرف دیکھے اور کہے:

((اَللّٰھُمَّ أَعُوذُ بِکَ أَنْ أَضِلَّ، أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ، أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْھَلَ، أَوْ یُجْھَلَ عَلَيَّ)) (أبوداود)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کردیا

جاؤں یا لغزش کھاؤں یا پھسلایا جاؤں اور اس بات سے کہ میں ظلم کروں یا کوئی دوسرا مجھ پر ظلم کرے، یا جہالت کروں یا مجھ سے جہالت ہو۔"

نماز فجر کے لیے جاتے ہوئے یہ پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا ، وَفِي بَصَرِي نُورًا ، وَفِي سَمْعِي نُورًا ، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا ، وَعَنْ يَسَارِي نُورًا ، وَفَوْقِي نُورًا ، وَتَحْتِي نُورًا ، وَأَمَامِي نُورًا ، وَخَلْفِي نُورًا ، وَاجْعَلْ لِي نُورًا)) (بخاری)

"اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے۔"

مسجد میں داخل ہونے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِکَ)) (ابن ماجہ)

"(میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں) اللہ کا نام لے کر اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر، اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

مسجد میں بیٹھے بیٹھے یہ پڑھے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))

(جامع ترمذی)

''پاک ہے اللہ، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔''

فائدہ: جب مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا ہو تو یہ کلمہ پڑھتے رہیں۔ اس کو حدیث پاک میں جنت کے پھل کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اقامت کے وقت یہ پڑھے:

جو اقامت کہنے والا کہے اس کے جواب میں وہی کہتا رہے۔ اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ سنے تو یوں کہے:

''اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا'' (ابوداؤد)

''اللہ اسے (نماز کو) قائم اور ہمیشہ رکھے۔''

ہر نماز کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (مسلم)

''اے اللہ! میرے مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر ادا کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔''

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کی دعا:

سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ.)) (ابوداؤد)

''اے اللہ! تو مجھے جہنم کی آگ سے بچا۔''

جمعہ کی نماز سے پہلے کا ذکر:

((أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ.)) (تین مرتبہ)
(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی)

''میں مغفرت طلب کرتا ہوں اللہ سے یہ وہ ذات ہے کہ جس سے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، وہ زندہ اور قائم ہے اور میں اس سے معافی مانگتا ہوں۔''

مسجد سے نکلنے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ)) (ابن ماجہ)

''(میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں) اللہ کا نام لے کر اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر، اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''

اور یہ پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ)) (ابن ماجہ)

''اے اللہ! مجھے شیطان مردود سے بچا۔''

گھر میں داخل ہونے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا)) (مسلم، ابوداؤد)

یہ پڑھنے کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔

''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کی بہتری کا اللہ کا نام لے کر ہم داخل ہوتے ہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

غسل سے پہلے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِي الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ)) (ابن السنی ۳۱۵)

''اے اللہ! مجھے جنت عطا فرما اور میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

جسم سے کپڑا اُتارنے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ)) (ترمذی)

''اللہ کے نام کے ساتھ۔''

کپڑا پہننے کی دعا:

یہ دعا کپڑا پہن لینے کے بعد پڑھی جائے جب ستر ڈھک چکا ہو:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي))

(ابوداؤد)

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے یہ کپڑے مجھے پہنائے اور بغیر میری کوشش اور قوت کے عطا فرمائے۔''

فائدہ: حدیث پاک میں آتا ہے: جو یہ دعا پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

نیا کپڑا پہننے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهٖ عَوْرَتِي، وَأَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي حَيَاتِي))

(ترمذی، ابن ماجہ)

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے کپڑا پہنایا، جس سے میں نے اپنی شرم گاہ چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعے خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔''

فائدہ: حدیث پاک میں آتا ہے: جس نے نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھی اور پرانا کپڑا صدقہ کر دیا تو وہ اللہ کی حفاظت میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے گناھوں کو پوشیدہ رکھیں گے زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی۔

جب دوسرے کو نیا کپڑا پہنے ہوئے دیکھے تو پڑھے:

((اِلْبَسْ جَدِيدًا، وَعِشْ حَمِيدًا، وَمُتْ شَهِيدًا)) (ابن ماجہ)

''نیا لباس پہنو، قابل تعریف زندگی گزارو، اور (جب مرو) تو سعادت اور شہادت کی موت مرو۔''

اور اگر عورت نیا لباس پہننے والی ہو تو یہ بھی پڑھے:

((أَبْلِي وَأَخْلِقِي)) (بخاری)

''یہ لباس تم پہن کر پرانا کرو۔''

آئینہ دیکھے تو یہ پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ أَحْسَنْتَ خَلْقِي فَأَحْسِنْ خُلُقِي)) (مسند احمد)

''اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی پس ایسے ہی میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا دے۔''

کھانا کھانے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ)) (مستدرک حاکم)

''میں نے اللہ کے نام سے اور اس کی برکت کے ساتھ شروع کیا۔''

اور یہ پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَأَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْہُ)) (ترمذی)

''اے اللہ! اس میں ہمیں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر کھانا ہمیں نواز۔''

اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰہِ أَوَّلَہُ وَآخِرَہُ)) (ابوداود، ترمذی، نسائی)

''میں نے اللہ کا نام لیا شروع میں اور آخر میں۔''

لقمہ کھانے کے بعد کی دعا:

ایک لقمہ کھانے اور ایک گھونٹ پینے کے بعد کہے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ)) (مسلم)

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔''

فائدہ: حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے خوش ہوتے ہیں۔

کھانے کے بعد کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ))

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔''

اور یہ پڑھ لیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ))

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے میری کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے عطا فرمایا۔'' (مسند الشامیین للطبرانی)

دسترخوان اٹھاتے وقت پڑھیں:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا)) (ابن سنی، رقم:۴۸۵)

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، بابرکت ہو، نہ اس پر کفایت کی گئی ہو، نہ اس کو چھوڑا گیا ہو، نہ اس سے بے پرواہی کی گئی ہو، اے پروردگار ہمارے!''

کسی کے گھر کھانا کھائیں تو یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي)) (مسلم)

''اے اللہ! کھلا اس کو جس نے مجھے کھلایا اور پلا اس کو جس نے مجھے پلایا۔''

کسی بیمار کے ساتھ کھاتے وقت:

((بِسْمِ اللّٰهِ، ثِقَةً بِاللّٰهِ، وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ)) (ترمذی)

''اللہ کے نام سے، اس پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہوئے۔''

مجلس کا کفارہ:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ

إِلَيْکَ)) (ترمذی 3433)

''اے اللہ تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے میں گواہی دیتا ہوں کے تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

دودھ پینے کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ)) (مسند احمد، حدیث:۲۵۶۹)

''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت دے اور ہمیں مزید عطا فرما۔''

افطار کے وقت:

((اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْنَا وَعَلٰى رِزْقِکَ أَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)) (سنن دار قطنی ۲۲۸۰)

''اے اللہ! ہم نے آپ کے لیے روزہ رکھا اور آپ کے رزق سے افطار کیا، پس آپ ہم سے قبول فرما لیجیے، بے شک آپ ہی سننے والے اور جاننے والے ہیں۔''

بازار میں داخل ہوں تو پڑھیں:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيکَ لَهُ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) (ابن ماجہ، حدیث:۲۲۳۵)

''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ اکیلے کے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہ ہی زندہ کرتا ہے اور وہ ہی موت دیتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کو موت نہیں آئے گی اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سونے سے پہلے کی دعا:

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَمُوتُ وَأَحْيَا)) (ایک مرتبہ) (صحیح بخاری 6324)

''اے اللہ! میں آپ کے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔''

واقعہ:

ہمارا ایک چھوٹا بچہ ہے۔ اس کو اس کی ماں نے رات کو سونے کی دعا سکھا دی تھی، روز پڑھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ روتا تھا تو رات کو کہتا تھا: ''اَمُوتُ وَاَحیَا''۔ یہ سن کر اس کی ماں سمجھ جاتی تھی کہ یہ بچہ سونا چاہتا تھا۔ اسی طرح اگر ماں سوئی ہوتی اور بچہ اسے جگانا چاہتا تو کہتا: ''ماما! بَعدَ مَا اَمَاتَنَا''۔ جاگنے کی دعا کے چند الفاظ سنا کر مقصد پورا کرتا۔ تو چھوٹے بچے کو اگر ماں یہ دعائیں یاد کرائے تو اس کو بھی اتنی یاد ہوتی ہیں کہ وہ بھی ماں سے رو کے کہتا ہے: ''اَمُوتُ وَاَحیَا''۔ سبحان اللہ!

علمی نکتہ...... مسنون دعاؤں سے غفلت کا نقصان:

یہ دعائیں موقع بہ موقع پڑھنے سے زندگی برکتوں سے بھر جاتی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی بندہ گھر میں داخل ہونے لگتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ آ جاتا ہے۔ یہ بندہ اگر گھر میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھتا ہے تو وہ شیطان وہیں پر رک جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

جب انسان کھانا کھانے لگتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کھانے سے پہلے کی دعا پڑھ لے تو شیطان ساتھ شامل نہیں ہو سکتا اور اگر وہ بھول جاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔[1]

اب گھر داخل ہونے کی دعا نہ پڑھی تو شیطان گھر میں داخل ہو گیا، کھانے سے پہلے کی دعا نہ پڑھی تو شیطان کھانے میں شامل ہو گیا۔ مسنون دعا سے غفلت کا یہ نقصان ہوا کہ شیطان کو تو لے کر ہم گھر میں خود آ گئے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ اولاد نیک نہیں بنی، بیوی بات نہیں مانتی، بیوی ہر وقت لڑتی رہتی ہے۔ حالانکہ شیطان کو تو ہم خود گھر لے کر داخل ہوئے ہیں، قصور تو ہمارا ہے۔ اگر ہم مسنون دعا پڑھ لیتے تو نہ شیطان ہمارے گھر میں داخل ہوتا، نہ ہمارے بچوں کو فسق و فجور پر ابھارتا۔ آج کے زمانے میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان دعاؤں کی اہمیت کو جانتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھانا کھانے لگے تو وہ دعا پڑھنا بھول گئے۔ جب کھانے کے دوران یاد آیا کہ میں نے تو دعا نہیں پڑھی تو فوراً دعا پڑھ لی۔ نبی علیہ السلام مسکرا پڑے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے حبیب! آپ کیوں مسکرائے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اس نے دعا نہیں پڑھی تھی تو شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شامل ہو گیا تھا، جب اس نے دعا پڑھ لی تو شیطان نے سارا کھانا

---

[1] عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يُذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ" بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ (ابوداؤد 3765/26)

قے کرلیا۔[1]

شیطان کے کھانے میں شامل ہونے کا مطلب:

شیطان کے کھانے سے مراد یہ ہے کہ اس کھانے کے اندر شیطانی اثرات آجاتے ہیں۔ کھانے والا انسان جب تک گناہ کر نہ لے اس کو چین نہیں آتا۔ اب ذرا سوچیں کہ ہم اپنے بچوں کو دستر خوان پر کھانے تو کھلاتے ہیں، لیکن مسنون دعا نہ پڑھنے کی وجہ سے ان کے اندر گناہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ شیطان اس کے اندر اثرات شامل کر دیتا ہے۔ تو یہ دعائیں کتنی اعلیٰ ہیں کہ ان کی وجہ سے شیطان گھر میں داخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی انسان کو برائی پر اکسا سکتا ہے۔ ایسی دعائیں تو پڑھنی بہت ضروری ہیں۔

جب میاں بیوی ملتے ہیں تو حدیث میں اس وقت پڑھنے کی بھی دعا مذکور ہے۔[2] وہ دعا پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جو اولاد عطا فرمائیں گے وہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رہے گی۔ اب کتنے لوگ ہیں وہ دعا تو پڑھتے نہیں، پھر کہتے ہیں کہ بیٹی نیک نہیں بنی، اولاد نیک نہیں ہے، ہماری بات نہیں مانتی۔ نبی علیہ السلام نے تو ہمیں طریقہ بتلا دیا، ہم نے

---

1 عَنْ عَمِّهِ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: »مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ (سنن ابی داؤد (3768/26))

2 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ، قَالَ: بِاسْمِ اللهِ، اللهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا" (صحیح مسلم (1434/16))

خود غفلت سے کام لیا، ہمارا قصور ہے کہ اولاد نیک نہیں بنی۔ یہ ماں باپ کا قصور ہوتا ہے۔ اگر ہم اس دعا کو پڑھ لیتے تو اولاد نیکوکار پیدا ہوتی۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب انسان کپڑے بدلنے لگتا ہے تو اگر وہ "بسم اللہ" پڑھ لے تو جسم کے گرد ایک ایسا پردہ آ جاتا ہے جو انسان کو نظر تو نہیں آتا، لیکن شیاطین اور جنات اور اس بندے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے جنات اس کو نہیں دیکھ سکتے۔[1]

اب کتنے مرد ہیں اور کتنی عورتیں ہیں جو کپڑے بدلتے ہوئے بسم اللہ نہیں پڑھتے؟ ہوسکتا ہے کہ جب مرد کپڑے بدل رہا ہو تو اس کمرے میں کوئی جن عورت ہو یا اگر کوئی عورت بدل رہی ہو تو کوئی مرد جن وہاں موجود ہو تو پھر جن تو پیچھے پڑیں گے۔ پھر عاملوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، پھر کہتے ہیں: زندگی برباد ہوگئی۔ زندگی برباد اس لیے ہوئی کہ ہم نے مسنون دعا نہیں پڑھی، جس کی وجہ سے ہم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا۔

علمی نکتہ...... مسنون دعاؤں کے فوائد:

نبی علیہ السلام نے دنیا کے ہر مقصد کے لیے خود ہی ہمیں دعائیں سکھا دیں، تاکہ انسان ان کو موقع بہ موقع مانگ کر اپنی فلاح کا سامان کر سکے، جو باتیں ان مسنون دعاؤں میں مانگی گئی ہیں وہ تو عظیم ہیں ہی، لیکن جن الفاظ میں وہ مانگی گئی ہیں، ان میں بذات خود بڑی تاثیر اور بڑا نور ہے۔ انسان اگر خود مانگتا تو اس کی سوچ کبھی اتنی گہرائی کو نہ

---

1 عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الخَلَاءَ، أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللَّهِ" (سنن الترمذی (606/4))

پہنچ سکتی اور نہ ہی ان الفاظ میں اتنی معرفت ہوتی۔

غور کریں کہ ایک آدمی بیت الخلاء میں جانے لگتا ہے تو وہ دعا پڑھتا ہے:

”اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.“[1]

”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے، نر ہوں یا مادہ۔“

یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہم نے گندگی کی فراغت سے پناہ مانگی، لیکن نبی ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ جنوں سے بھی پناہ مانگو، اگر اللہ کے محبوب ﷺ ہمیں نہ سکھاتے تو انسان کی پرواز اتنی نہ تھی کہ وہ جنوں سے بھی پناہ مانگتا۔ نبی ﷺ نے بتلا دیا کہ جو پیٹ میں تکلیف دینے والی چیز ہے تم اس سے بھی پناہ مانگو اور جو وہاں پر موجود جنات ہیں ان سے بھی پناہ مانگو۔ نبی ﷺ نے تو ہمیں قدم قدم پر رہنمائی فرمائی، ہم ہی اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ چنانچہ یہ مسنون دعائیں انسان کو برکتیں عطا کرتی ہیں، غفلت سے بچا لیتی ہیں اور شیطان سے پناہ میں رکھتی ہیں۔ ان دعاؤں کو پڑھنے سے انسان اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاتا ہے۔

غور کیجیے! صبح اٹھنے کی دعا:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ.“[2]

”سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد زندگی بخشی اور آخر کار اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔“

اب جب ہم سو کر اٹھتے ہیں ہم نے اللہ کی حمد بیان کی۔ ایک دعا ہے:

---

[1] (سنن الترمذی (6/1))

[2] (صحیح البخاری (6312/80))

"اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ."[1]

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمارے جسم کو عافیت بخشی اور ہماری روح کو ہماری طرف لوٹا دیا اور ہمیں اپنا ذکر کرنے کی اجازت دی۔"

وہ تمام دعائیں جن میں انسان اللہ کی حمد بیان کرتا ہے ان کے پڑھنے سے انسان اللہ کے شکرگزار بندوں میں شامل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا مسنون دعاؤں کے کئی فوائد ہیں: ایک تو شیاطین اور جنوں کے اثر سے بچ گئے۔ دوسرا انسان اللہ کے شکرگزار بندوں میں شامل ہوگیا۔ اور تیسرا فائدہ یہ کہ آپ اگر ان دعاؤں کو پڑھنا شروع کریں گے ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی دعا ہے، جاگے تو دعا، جوتا پہنا تو دعا، بیت الخلا جانے سے پہلے کی دعا، فراغت سے بعد کی دعا، وضو کی دعائیں، نماز پڑھ لی اُس کے بعد کی دعائیں تو آپ حیران ہوں گے کہ ہر چند منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی دعا ہے، اس کا ایک فائدہ یہ رہتا ہے کہ انسان کے اندر سے غفلت ختم ہوجاتی ہے، اسے وقوف قلبی حاصل ہوجاتی ہے۔ بہت سارے لوگ شکوہ کرتے ہیں کہ وقوف قلبی نہیں رہتا۔ اگر آپ مسنون دعاؤں کی پابندی رکھتے تو آپ کو وقوف قلبی رکھنے میں آسانی رہتی۔ چونکہ مسنون دعاؤں کی پابندی نہیں ہوتی، اس لیے وقوف قلبی بھی نہیں رہتا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.))[2]

"ہمیشہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر کے ساتھ تر رہنی چاہیے۔"

---

[1] (سنن الترمذی (3410/45))

[2] (سنن الترمذی (3370/45))

ہمارے بعض بزرگوں نے مسنون دعاؤں کی پابندی سے نسبت کا نور حاصل کیا ہے۔ یہ اتنی اہم ہیں، اس لیے ان کو یاد کرنا ضروری ہے۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ان دعاؤں کا بکثرت ورد رکھنے سے انسان روحانی ترقی کی منزلیں اتنی جلدی طے کرتا ہے کہ بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اس کو وہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

بہت سارے لوگ وظائف پوچھتے ہیں: ''حضرت! پڑھنے کے لیے کوئی لفظ بتا دیں، حضرت! کوئی آیت بتا دیں، کچھ اور بتا دیں پڑھنے کے لیے''، یقین جانیں! جس بندے کو مسنون دعائیں پڑھنے کی توفیق مل گئی اُس کو پھر مزید کچھ پڑھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ کیا ضرورت ہے کوئی اور عمل کرنے کی یا کسی عامل سے پوچھنے کی۔ جب مرشد اعظم، معلم اعظم، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ نے فرما دیا کہ اس موقع پر یہ پڑھو تو اس کی اہمیت دل میں کیوں نہیں ہے؟ ہمیں چاہیے کہ ہم مسنون دعائیں پڑھیں اور اُس کا فائدہ اُٹھائیں۔ پھر ہمیں اور کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ پھر عاملوں کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

لوگ عاملوں کے پیچھے بھاگتے ہیں کہ کسی شخص نے میری بیٹی کا رشتہ باندھ دیا، کسی نے ہمارا کاروبار باندھ دیا۔ آپ غور کریں! رزق تو اللہ تعالیٰ نے دینا ہوتا ہے، کوئی بندہ اُس رزق کو کیسے باندھ سکتا ہے؟ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ نے رزق کا فیصلہ کیا ہو اور بندہ اُس کو باندھ دے؟ یہ بے وقوفی والی باتیں ہے، لوگوں کو چھوٹا رب نہ بنائیں، چھوٹا خدا نہ بنائیں کہ اللہ نے تو فیصلہ کیا تھا دینے کا اور جو بندہ ہے، جو چھوٹا خدا ہے اُس نے باندھ دیا۔ یہ سب شرکیہ باتیں ہیں، ایسا نہ سوچیں، اللہ جو دیتا ہے وہ کوئی روک نہیں سکتا، اللہ جو نہیں دینا چاہتا کوئی دے نہیں سکتا۔ اس کائنات کا کوئی ذرہ

ہمارے خالق و مالک کی اجازت کے بغیر نہیں ہل سکتا اور نہ ہی ان کی اجازت کے بغیر کسی سے چھن سکتا ہے۔ بس مسنون دعائیں پڑھیں، مسنون دعاؤں کی برکت سے اللہ ہمیں عاملوں کے پیچھے بھاگنے سے محفوظ فرمالیں گے۔ یہ عامل لوگ بھی بڑے چالاک لوگ ہوتے ہیں، پیسے بٹورنے کے ان کو خوب طریقے آتے ہیں۔

ہمیں کسی نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک صاحب جو اچھے مالدار تھے، اُن سے عامل نے کہا کہ آپ پیسے لے کر آئیں، میں نے خالص زعفران سے نسخہ لکھنا ہے۔ سوچیں! زعفران اتنا مہنگا ہوتا ہے کہ سونے سے بھی زیادہ اُس کی قیمت ہوتی ہے، یعنی ایک گرام خالص زعفران کی قیمت ایک گرام سونے سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اُن سے پیسے لے لیے اور زعفران تو پہلے سے ہی ان کے پاس موجود ہوتا ہے اور وہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ تو آپ اندازہ لگائیے! اس طرح انہوں نے اپنی کمائی کا ذریعہ بنایا ہوتا ہے۔

پھر بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ عامل لوگ رشتہ داروں کے درمیان توڑ پیدا کر دیتے ہیں، مثلاً: کوئی عورت آئی کہ میں بڑی پریشان ہوں، تو کہیں گے: ہاں! لگتا ہے کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ اب بات تو مجہول سی تھی، مگر اُس عورت کے دماغ میں پہلے سے شک ہوتا ہے اور وہ کہتی ہے: ہاں! مجھے لگتا ہے کہ میری فلاں نند نے کچھ کر دیا ہوگا، جو میری چھوٹی نند ہے وہ میری بڑی مخالف ہے، اُسی نے کچھ کیا ہوگا۔ چنانچہ لوگ شک کی بنا پر ایک دوسرے سے بات کرنا چھوڑ دیتے ہیں، ہم نے تو یہاں تک دیکھا کہ بھائی اپنی بہن کے گھر جاتا ہے تو اُس کے گھر کا پانی نہیں پیتا کہ بہن نے اس پر پڑھ کر نہ کچھ کر دیا ہو، اتنے رشتے ناطے ختم ہو جاتے ہیں۔ رشتے ناطے توڑ دینا کبیرہ گناہ ہے، چاہے جس وجہ سے بھی ہو، اور ایسی وجہ سے توڑنا تو اور بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ بات ایمان کی

کمی کی علامت ہے، ہمیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ نہ تو کوئی رشتہ باندھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کاروبار باندھ سکتا ہے۔ جن لوگوں کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس کائنات میں کوئی ذرّہ بھی ہمارے خالق و مالک کی مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتا، لہٰذا وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

دہلی کے ایک عامل نے کسی شخص کے ساتھ ساز باز کی ہوئی تھی، اُس آدمی کے پاس ایک پرندہ اُلّو نامی تھا۔ اُلّو ایک پرندہ ہوتا ہے، اس کو اگر ٹرینڈ کر دیا جائے تو اس کو جہاں سے چھوڑو یہ واپس اپنی جگہ پہ پہنچ جاتا ہے، جیسے کبوتر پہنچ جاتا ہے۔ اس عامل کے پاس جو کوئی جاتا یہ اُس کو کہتا کہ آپ اُلّو لے کر آئیں، میں اس کو ذبح کروں گا اور اُس کے خون سے تمہارا تعویذ لکھوں گا۔ لوگ پریشان حال بے چارے کہتے کہ وہ تو ملتا ہی نہیں۔ عامل بتاتا کہ اُس ایک بندے کے پاس ہے، تو لوگ اُس کے پاس پہنچ جاتے اور وہ شخص منہ مانگی قیمت مانگتا تو پریشان حال بندہ اُلّو خرید کر لے آتا۔ جب اُلّو لاتا تو یہ عامل اُس کو تعویذ کسی مرغی کے خون سے لکھ کر دے دیتا، پھر اُلّو اڑا دیتا اور وہ اپنے گھر پہنچ جاتا۔ اللہ کی شان کہ وہ عامل اُلّو کے ذریعے سے لوگوں کو اُلّو بنایا کرتا تھا۔

عاملوں کا یہی حساب ہے، ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: عامل نہ بننا، کامل بننا۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ وہ شریعت پہ عمل کر کے کامل بنیں۔ انہیں عامل بننے کی کیا ضرورت ہے؟ عملیات والوں کے پیچھے کبھی نہ جایئے گا، اس سے انسان کا ایمان خراب ہوتا ہے۔ مسنون دعائیں انسان کو عاملوں کے پیچھے بھاگنے سے بچا لیتی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے جو بتا دیا وہی پڑھنا ہمارے لیے کافی ہے، اُس کے بعد مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

مسنون دعائیں پڑھنے کی عادت ڈال لیجیے، اس کے فوائد آپ اپنی زندگی میں

خود محسوس کریں گے۔

علمی نکتہ......دعائیں پڑھنا بھول جانا اور اس کا علاج:

کئی لوگوں کو دعائیں یاد ہوتی ہیں، لیکن موقع پہ یاد نہیں آتیں۔ دعائیں یاد نہ ہونا ایک مصیبت ہے، وقت پہ دعائیں یاد نہ آنا اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔ یہ تو رونے کی بات ہے کہ اے اللہ! ہمارے دل میں اتنی غفلت ہے کہ ہمیں موقع پہ دعائیں پڑھنا یاد نہیں آتیں۔ اس پر اللہ کے سامنے روئیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور توفیق مانگیں، وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ (توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے)۔ جب اللہ توفیق دیتے ہیں پھر انسان کو دعائیں پڑھنی یاد رہتی ہیں اور پھر وہ دعائیں بھولتا ہی نہیں ہے۔ دعاؤں کے ذریعے سے وقوف قلبی رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ان دعاؤں کے ذریعے سے بڑی برکتیں آتی ہیں۔

اگر دعائیں پڑھنی بھول جائیں تو ان کی عادت ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ سوچے کہ صبح سے میں نے کون کون سے کام کیے اور کون کون سی دعائیں پڑھنی تھیں۔ اور پھر بیٹھ کر سوچے کہ میں نے یہ کیا تھا اور یہ دعا پڑھنی تھی اور میں بھول گیا، پھر اُس کو پڑھ لے، پھر یہ پڑھنی تھی، میں بھول گیا، یہ بھی پڑھ لے۔ پھر یہ پڑھنی تھی، میں بھول گیا، یہ بھی پڑھ لے۔ ایک دو دن اس طرح کرے گا تو اللہ کی شان ہے شیطان اُس کو نہیں بھلائے گا، موقع پہ دعائیں یاد آنی شروع ہو جائیں گی۔ ان دعاؤں کو یاد بھی کریں اور ان دعاؤں کو با قاعدہ پڑھیں بھی۔ اس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔ پہلی بات نیت کو درست کرنا، دوسری بات ہر وقت با وضو رہنا اور تیسری بات مسنون دعاؤں کو با قاعدگی کے ساتھ، اہتمام کے ساتھ پڑھنا۔

4 ...... صبح وشام کے مسنون وظائف اوراذکار کا اہتمام کرنا:

چوتھی بات یہ کہ نبی علیہ السلام نے صبح وشام کے کچھ اوراد و وظائف بتائے ہیں۔ یہ تمام احادیث میں موجود ہیں، کئی کتابوں میں علماء نے ان کو جمع کیا ہے، جیسے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا، فجر کے بعد یہ پڑھنا، یہ پڑھنا۔ کچھ ایسی دعائیں ہیں جو پڑھتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو شخص صبح کہے:

((رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا.))[1]

تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے اس کو راضی کرنا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو اس کو صبح و شام تین مرتبہ پڑھے گا اس کو قیامت کے دن راضی کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے، اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔[2]

---

1. عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُمْسِي: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُرْضِيَهُ (سنن الترمذی (3389))

2. عَنْ أَبِي سَلَامٍ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ حِمْصَ، فَمَرَّ رَجُلٌ فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: حَدِّثْنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ تَدَاوَلْهُ الرِّجَالُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُولُ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثًا، وَحِينَ يُمْسِي: رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (السنن الکبری للنسائی (9747/53)،
عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْجَنْبِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ" (السنن الکبری للنسائی 9748/53))

دیکھیں! اس کے پڑھنے سے کتنی بڑی نعمت ملتی ہے۔ یہ صبح وشام کے مسنون اوراد کہلاتے ہیں، ان کو بھی پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

جو شخص صبح وشام 25 مرتبہ یہ دعا پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کو کلمہ پہ موت عطا فرما دیتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.))

''اے اللہ! میرے لیے موت اور موت کے بعد والی زندگی میں برکت عطا فرمادے۔''[1]

دیکھیں! یہ کتنا چھوٹا سا عمل ہے، لیکن اجر کتنا بڑا؟ یہ دس پندرہ اعمال ہیں ان کو ہر نماز کے بعد یا صبح وشام پڑھنے کی عادت بنا لیجیے، اس سے زندگی میں مزید برکتیں آجائیں گی۔

جو شخص روزانہ 27 مرتبہ یہ دعا پڑھ لے گا وہ مستجاب الدعوات بن جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مومن کی طرف سے ایک نیکی لکھیں گے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ.))[2]

---

1. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَيْسَ الشَّهِيدُ إِلَّا مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا الْقَلِيلُ، مَنْ قَالَ فِي يَوْمٍ خَمْسَةً وَعِشْرِينَ مَرَّةً: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَجْرَ شَهِيدٍ» (المعجم الاوسط للطبرانی 7676)

2. عن أبي الدرداء قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: (من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كل يوم سبعا وعشرين مرة أو خمسا وعشرين مرة أحد العددين كان من الذين يستجاب لهم ويرزق بهم أهل الأرض ("مجمع الزوائد" (10/ 210، ما من عبد يدعو للمؤمنين والمؤمنات إلا رد الله عليه عن كل مؤمن ومؤمنة مضى أو هو كائن إلى يوم القيامة بمثل ما دعا به (مصنف عبد الرزاق 2/217)

''اے اللہ! تو مجھے بخش دے اور تمام مومنین، مومنات، مسلمین اور مسلمات کو بخش دے۔''

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.)) (صحیح البخاری 6405)

''جس نے دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' (اللہ پاک ہے اور ستودہ صفات ہے) کہا، اُس کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔''

سونے سے پہلے کے مکمل وظائف:

1 ......تین مرتبہ معوذتین اور سورۃ اخلاص پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے جسم پر پھیرنا۔ (بخاری 5017)

2 ......آیۃ الکرسی پڑھنا (ایک مرتبہ) (بخاری 2311)

3 ......سورۂ بقرۃ کی آخری تین آیات پڑھنا (بخاری 5009، مسلم 808)

4 ......سورۂ کافرون پڑھنا (ایک مرتبہ) (ابوداؤد 5055)

5 ......سورۃ الاسراء پڑھنا (ایک مرتبہ) (ترمذی 3402)

6 ......سورۂ زمر پڑھنا (ایک مرتبہ) (ترمذی 3402)

7 ...... ((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَمُوتُ وَأَحْيَا)) (ایک مرتبہ) (بخاری 6324)

8 ...... ((اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ: وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ

بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.)) (بخاری 6311، مسلم 2710)

9 ...... ((بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ))
(بخاری (6320)، مسلم (2714))

10 ...... 33 مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا، 33 مرتبہ الحمد للہ، 34 اللہ اکبر
(بخاری 5362، مسلم 2727)

11 ...... ((اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ)) (ابوداؤد 5045)

12 ...... ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ)) (مسلم 2715)

13 ...... ((اَللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا، لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا، إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا، وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ)) (ایک مرتبہ) (مسلم 2712)

14 ...... ((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.)) (ایک مرتبہ)
(صحیح مسلم 2713)

15 ...... ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ، اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ، وَلَا

يُخْلَفُ وَعْدُكَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ)) (ایک مرتبہ)(ابوداؤد)

16 ......((بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِي، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَخْسِئْ شَيْطَانِي، وَفُكَّ رِهَانِي، وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى.)) (ایک مرتبہ)(ابوداؤد 5054)

صبح وشام کے مسنون اذکار

صبح (چار مرتبہ)

......جس شخص نے یہ کلمات صبح کے وقت کہے اس نے دن کا شکر ادا کر دیا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ.))

[ابوداؤد، حدیث:۵۰۶۹،ترمذی، حدیث:۳۵۰۱]

''اے اللہ! میں نے صبح کی، میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرا عرش اٹھانے والے فرشتوں اور تمام فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، تو اکیلا ہے اور یقیناً محمد [ﷺ] تیرے بندے اور رسول ہیں۔''

شام (چار مرتبہ)

......جس شخص نے یہ کلمات شام کے وقت کہے اس نے رات کا شکر ادا کر دیا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَمْسَيْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ

خَلَقِکَ أَنَّکَ أَنْتَ اللّٰہُ لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ وَحدَکَ لَا شَرِیکَ لَکَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُولُکَ.))[ابوداؤد،حدیث:۵۰۶۹،ترمذی،حدیث:۳۵۰۱]

''اے اللہ! میں نے شام کی، میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرا عرش اٹھانے والے فرشتوں اور تمام فرشتوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور یقیناً محمد [ﷺ] تیرے بندے اور رسول ہیں۔''

صبح وشام (تین تین مرتبہ)

...... جس نے صبح وشام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے اسے کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی:

((بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِي لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ.))[ترمذی،حدیث:۳۳۸۸]

''اللہ کے نام کے ساتھ، جس کے نام کے ساتھ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں کوئی چیز نقصان دے سکتی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔''

صبح وشام ۱۰۰ مرتبہ

((سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ.))[صحیح مسلم،حدیث:۲۵۹۲]

''اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔''

صبح وشام

((اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ، رَبَّ کُلِّ شَيْءٍ وَمَلِیکَہُ، أَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ، وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِي سُوءًا، أَوْ أَجُرَّہٗ إِلٰی مُسْلِمٍ.))

[ترمذی، حدیث:۳۵۲۹]

''اے اللہ! اے غائب و حاضر کو جاننے والے! اے آسمانوں اور زمینوں کو نئے سرے سے بنانے والے! اے ہر چیز کے رب اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ میں اپنے شر، شیطان کے شر اور اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نفس پر برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان کی طرف اسے کھینچ کر لاؤں۔''

صبح وشام

((اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُکَ وَأَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ أَبُوءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ لَکَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْلِي فَإِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.)) [صحیح بخاری، حدیث:۶۳۲۳]

''اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں تجھ سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا، میں تیرے سامنے تیرے انعام کا اقرار کرتا ہوں جو مجھ پر ہوا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں،

لہٰذا تو مجھے معاف کر دے، واقعہ یہ ہے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا۔"

صبح وشام

((رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَبِيًّا.))

"میں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔" [مسند احمد، حدیث: ۱۸۹۶۸]

صبح وشام

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي.))

"اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں اور اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل اور اپنے مال میں درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے پوشیدہ امور پر پردہ ڈال اور میری گھبراہٹوں میں مجھے امن دے۔ اے اللہ! میرے سامنے سے میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے میرے بائیں سے، میرے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تیری عظمت کے ساتھ پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے اچانک ہلاک کر دیا جاؤں۔" [ابوداؤد، حدیث: ۵۰۷۶]

صبح کے وقت

((أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ.)) [صحیح مسلم، حدیث: ۲۷۲۳]

''ہم نے صبح کی اور اللہ کی بادشاہت [کائنات وغیرہ] نے صبح کی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریفیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس دن کی بھلائی اور جو اس کے بعد بھلائی ہے کا سوال کرتا ہوں اور اور میں اس دن کے شر اور جو اس کے بعد شر ہے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اے میرے رب! میں سستی اور برے بڑھاپے سے تیر پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے رب! میں آگ میں اور قبر میں عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

شام کے وقت

((أَمسَينَا وَأَمسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ

فِي الْقَبْرِ.))[صحیح مسلم،حدیث:۲۷۲۳]

''ہم نے شام کی اور اللہ کی بادشاہت[کائنات وغیرہ]نے شام کی۔تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریفیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اے میرے رب! میں تجھ سے اس دن کی بھلائی اور جو اس کے بعد بھلائی ہے کا سوال کرتا ہوں اور اور میں اس دن کے شر اور جو اس کے بعد شر ہے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اے میرے رب! میں سستی اور برے بڑھاپے سے تیر پناہ میں آتا ہوں۔اے میرے رب! میں آگ میں اور قبر میں عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

صبح وشام

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾﴾[البقرۃ:۲۵۵]

''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سدا زندہ ہے جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے جس کو نہ کبھی اونگھ لگتی ہے، نہ نیند۔آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی) سب اسی کا ہے۔کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے، اور وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے

میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جسے وہ خود چاہے، اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے، اور ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا، اور وہ بڑا عالی مقام، صاحب عظمت ہے۔'' (بخاری، حدیث:۲۳۱۱)

صبح وشام (سات مرتبہ)

❁ ......جس شخص نے یہ کلمات صبح وشام سات مرتبہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا آخرت کے اہم معاملات میں اس کے کافی ہوجاتا ہے:

((حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ.))

[ابوداود، حدیث:۵۰۸۳]

''میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، جس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔''

صبح وشام

((أَصْبَحْنَا [شام کے وقت اَمسینا کہے] عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، وَعَلَى كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ، وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا مُسْلِمًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.))

[مسند احمد، حدیث:۱۵۳۶۳]

''ہم نے صبح کی [ہم نے شام کی] فطرت اسلام، کلمہ اخلاص، اپنے نبی محمد ﷺ کے دین اور اپنے والد ابراہیم کی ملت پر جو کہ یکسو مسلمان تھے اور مشرکین سے نہیں تھے۔''

صبح کے وقت

((اَللّٰھُمَّ بِكَ أَصبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ.)) [مسند احمد، حدیث: ۸۶۴۹]

’’اے اللہ! ہم نے تیرے نام کے ساتھ صبح کی، تیرے نام کے ساتھ شام کی، تیرے نام کے ساتھ ہم زندہ ہیں، تیرے نام کے ساتھ ہم مرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

دن میں سو مرتبہ

((أَستَغفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيهِ.)) [بخاری، حدیث: ۱۰۳۰۳]

’’میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘

صبح کی نماز کے وقت

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا.))

[مسند احمد، حدیث: ۲۶۵۲۱]

’’اے اللہ! میں تجھ سے نفع مند علم، مقبول عمل اور طیب رزق کا سوال کرتا ہوں۔‘‘

صبح کے وقت سو مرتبہ

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.)) [مسند احمد: ۴/۶۰]

''اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

شام کے وقت

((اَللّٰهُمَّ بِكَ أَمسَينَا، وَبِكَ أَصبَحْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ.))[مسند احمد، حدیث:۸۶۴۹]

''اے اللہ! ہم نے تیرے نام کے ساتھ شام کی، تیرے نام کے ساتھ صبح کی، تیرے نام کے ساتھ ہم زندہ ہیں، تیرے نام کے ساتھ ہم مرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔''

صبح وشام

((يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، اَصلِح لِي شَأنِي كُلَّه وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ.))

''اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے ساتھ میں مدد مانگتا ہوں، میری مکمل حالت درست فرما دے اور مجھے لحظہ بھر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کر۔''[المستدرک للحاکم، حدیث:۲۰۰۰]

صبح کے وقت (تین مرتبہ)

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.))

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ، اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر، اپنے نفس کی خوشنودی کے برابر، اپنے عرش کے وزن کے برابر اور اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر۔'' [مسلم، حدیث:۲۷۲۶]

شام کے وقت (تین مرتبہ)

((أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.)) [مسلم، حدیث:۲۷۰۸]

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں اس کی مخلوق کے شر سے۔''

صبح و شام (تین مرتبہ)

((اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.)) [ابوداود، حدیث:۵۰۹۲]

''اے اللہ! مجھے میرے بدن میں عافیت عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے میری سماعت میں عافیت عطا فرما۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت عطا فرما۔ نہیں کوئی سچا معبود سوائے تیرے۔''

صبح و شام (تین مرتبہ)

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.)) [ابوداود، حدیث:۵۰۹۲]

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور فقر سے۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے۔ نہیں کوئی سچا معبود سوائے تیرے۔''

صبح وشام (ایک مرتبہ)

((یَا رَبِّ! لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ، وَعَظِیمِ سُلْطَانِكَ.))

(ابن ماجہ، حدیث: ۳۸۰۱)

''اے پروردگار! تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں جیسا کہ آپ کی جلالت ذات اور عظیم بادشاہی کے مناسب ہے۔''

علمی نکتہ......صبح اور شام کی اہمیت:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (الاحزاب:۴۲)

''اور اللہ کی تسبیح بیان کرو صبح اور شام۔''

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

((مَا مِنْ صَبَاحٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ إِلَّا صَارِخٌ يَصْرُخُ: أَيُّهَا الْخَلَائِقُ، سَبِّحُوا الْقُدُّوسَ.))[1]

''ہر روز جب بندوں پر صبح کا وقت داخل ہوتا ہے ایک پکارنے والا پکارتا ہے: اے مخلوق! قدوس (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح بیان کرو۔''

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ہر صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے اور ہر شام کو جب سورج غروب ہوتا ہے فرشتوں کے گروہ تبدیل ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس وقت کا خاص طور پر حدیث میں ذکر آیا ہے کہ ان اوقات میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگائے اور

[1] مسند ابی یعلی:685

ذکر اور عبادت میں مشغول ہو۔

نبی ﷺ نے بھی ان اوقات میں خصوصاً بہت سی دعائیں اور تسبیحات واذکار کیے ہیں۔ انہوں نے امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ یہ اوقات اہم ہیں، ہمیں ہر دن کے شروع کے حصے میں اور آخری حصے میں اللہ تعالیٰ کو خصوصاً یاد کرنے کی ضرورت ہے۔ شام کی نماز کے بعد جو نیا گروہ فرشتوں کا دنیا میں آتا ہے وہ ان بندوں کے شام کے ان وظائف پر گواہ بنتا ہے اور اسی طرح جب دوسرا گروہ صبح میں اترتا ہے اس وقت میں ان کے اعمال پر گواہ ہوتا ہے۔

روزانہ ان وظائف کی پابندی کرنے سے انسان کو اپنی زندگی میں بہت برکت محسوس ہوتی ہے۔ آج کل لوگوں سے زیادہ ذکر اور عبادت تو ہوتی نہیں، مگر کم از کم صبح کے وقت، شام کے وقت، کچھ دیر ہر نماز کے بعد اور سونے سے پہلے اگر یہ وظائف کر لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ اس تھوڑے مگر اہتمام سے روزانہ کیے گئے اعمال پر ہماری بخشش فرما دیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ.))[1]

''اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ پسندیدہ ہے جو ہمیشگی سے کیا جائے اگرچہ قلیل ہو۔''

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول ہے:

''إِنَّ هٰذَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِزَانَتَانِ، فَانْظُرُوا مَا تَضَعُونَ فِيهِمَا «، وَكَانَ يَقُولُ: »اعْمَلُوا اللَّيْلَ لِمَا خُلِقَ لَهُ، وَاعْمَلُوا النَّهَارَ لِمَا خُلِقَ لَهُ.''[2]

---

[1] مسند أحمد 25317، سنن النسائی

[2] كلام الليالي والأيام لابن ابی دنیا 21

''یہ رات اور دن دو خزانے ہیں، تم دیکھو تم ان میں کیا چیز رکھتے ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے: رات میں وہ اعمال کرو جن کے لیے رات بنائی گئی ہے اور دن میں وہ اعمال کرو جن کے لیے دن بنایا گیا ہے۔''

5 ...... ہر کام سنّت کے مطابق کرنا:

پانچواں نکتہ ہے ہر کام کو سنت کے مطابق کرنا۔ زندگی میں چند کام ہیں جن کو ہم بار بار کرتے ہیں، ہر روز کرتے ہیں، مثال کے طور پر: کھانا کھانا، ہر روز دن میں کئی بار کھانا کھاتے ہیں، پانی پینا، اسی طرح وضو کرنا، نماز پڑھنا، کپڑے بدلنا، ہم کپڑے روز بدلتے ہیں، مہمان نوازی کرنا۔ یہ وہ کام ہیں جو ہم روز کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں۔ یہ کوئی نو دس کام بنتے ہیں، تو کسی عالم سے ہم رابطہ کر کے پوچھ لیں کہ ان کے کرنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ پانی کو پینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کھانا کھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ نہانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کپڑے بدلنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ ہم اس کو باقاعدہ سیکھ لیں۔ مہمان نوازی کا سنت طریقہ کیا ہے؟ اگر یہ نو دس کام ہم نے سنت کے مطابق کرنا شروع کر دیے تو ہماری اسّی فیصد زندگی ویسے ہی ظاہری طور پر سنت کے مطابق بن جائے گی اور جو تھوڑی بہت باقی رہ گئی اس کو بھی سنت کے مطابق ڈھال لیجیے۔ تو اپنے آپ کو سنت کے مطابق ڈھالنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، صرف ایک شوق دل میں ہونا چاہیے کہ ہمیں نبی ﷺ کی سنت پر عمل کی توفیق مل جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ.))[1]

''میری امت کے فساد کے زمانے میں جو میری سنت کو مضبوطی سے تھامے گا، اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

علمی نکتہ......صحابہ رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت:

اسلام کے ہر حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت کی محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں پیوستہ تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہر ہر سنت پر مرنے مٹنے والے تھے۔ سنت پر عمل کرنے میں کسی لعنت و ملامت کرنے والے کی پروانہ کرتے تھے، ان واقعات سے حیات صحابہ بھری پڑی ہے۔ یہاں پر ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتباع سنت اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کتنے مضبوط اور سچے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ کے مہمان ہوگئے۔ دستر خوان پر کھانا کھاتے وقت ان کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر گیا تو آپ اس کو اٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے۔ عجمی لوگ یہ دیکھ رہے تھے۔ خادم نے چپکے سے یہ کہا کہ حضرت! ایسا نہ کیجیے، یہ عجمی لوگ گرے ہوئے لقمہ کو اٹھا کر کھا لینے کو بہت برا مانتے ہیں اور ایسے لوگوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ آپ نے جو جواب دیا وہ بہت ہی خوبصورت ہے، فرمایا:

''أَأَتْرُكُ سُنَّةَ حَبِيبِي لِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ؟''

''کیا میں ان بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟''

حضرت عبداللہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اکابر سے یہ بات پہنچی ہے کہ دین کے جانے کی ابتداء سنت کے چھوٹنے سے ہوگی۔ ایک

---

[1] الزهد الكبير للبيهقي 217

ایک سنت اس طرح چھوڑی جائے گی جیسے کہ رسی کا بل اُتارا جاتا ہے۔

ایک خط کے جواب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے فرزند! جو چیز قیامت میں کار آمد ہوگی وہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں تین طریقوں سے سالک ترقی کرتا ہے:

1 کثرت ذکر 2 اتباع سنت 3 صحبت شیخ

بعض مشائخ بیان فرماتے ہیں کہ جو قرب انہیں اتباع سنت سے حاصل ہوا وہ کسی اور عمل سے نہیں ہوا۔

اس کو اچھی طرح ایک مثال سے سمجھیں! جیسے دلہن کو شادی کے موقع پر خوب سجایا جاتا ہے، تا کہ خاوند کو پہلی نظر میں پسند آ جائے، اچھی لگے۔ چنانچہ اُس کو بہترین پوشاک پہنائی جاتی ہے، کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور پھر اس کو ہیرے جواہرات پہنائے جاتے ہیں۔ وہ عورت یہ سمجھتی ہے کہ میری انگلی میں انگوٹھی پہنا دی جائے گی تو میری انگلیاں زیادہ خوبصورت نظر آئیں گی۔ میری کلائی میں چوڑیاں پہنا دی جائیں گی تو میری کلائی زیادہ خوبصورت نظر آئے گا، میرے گلے میں ہار ڈال دیا جائے گا تو میرا گلا زیادہ خوبصورت نظر آئے گا، میرے کانوں میں بالیاں ڈال دی جائیں گی میرے کان زیادہ خوبصورت۔ گویا وہ دلہن جس عضو میں وہ کوئی زیور پہن لیتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ وہ عضو میرے خاوند کی نظر میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا۔ اور واقعی ایسا ہوتا بھی ہے کہ خاوند کو سجی ہوئی دلہن اسی لیے بہت اچھی لگتی ہے تو جس طرح دلہن ہر عضو میں زیور پہن کر سج جاتی ہے، اسی طرح جو بندہ ہر عضو کو سنت کے مطابق ڈھال لیتا ہے اُس کا ہر عضو اللہ تعالیٰ کی نظر میں خوبصورت ہو جاتا ہے۔ جس کا دیکھنا سنت کے

مطابق بن گیا اُس کی آنکھیں اللہ کی نظر میں خوبصورت ہو گئیں۔ جس نے زبان سے جھوٹ غیبت کو چھوڑ دیا اُس کی زبان خوبصورت ہو گئی۔ جس نے میوزک کو سننا چھوڑ دیا اس کے کان خوبصورت ہو گئے۔ جس نے ہر عضو کو سنت کے مطابق ڈھال لیا اُس کا ہر عضو اللہ کی نظر میں خوبصورت ہو گیا۔ جس طرح دلہا اپنی دلہن کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے، اسی طرح جو بندہ پورے جسم کو سنت سے سجا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس بندے کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران: ۳۱)

”(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع سے تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ تو جو شخص جتنا متّبع سنت ہوتا ہے وہ اللہ کا اُتنا پیارا ہوتا ہے، اللہ کا اتنا محبوب ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں جس سے بہت محبت ہوتی ہے بندہ اُس کو محبت کی وجہ سے نہ نہیں کہہ پاتا۔ خاوند بیوی کو ناں نہیں کرتا، باپ بیٹے کو ناں نہیں کرتا کہ جی میں کیا کروں، بچے کے ساتھ تعلق ایسا ہے کہ میں اس کو ناں نہیں کر سکتا۔ تو جس طرح باپ بیٹے کو ناں نہیں کرتا، خاوند بیوی کو ناں نہیں کرتا، جو متّبع سنت انسان ہوتا ہے اللہ کو اتنا پیارا لگتا ہے کہ اللہ اُس کو "ناں" نہیں فرماتے۔ وہ دعاؤں کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے اللہ اُس کی دعاؤں کو پورا کر دیتے ہیں۔ ایسا بندہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

تو ہر کام کو سنت کے مطابق کرنے کی عادت ڈالیں۔سنت سے اپنے آپ کو سجا لیں پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ زندگی میں کیسی برکتیں عطا فرما دیتے ہیں۔تو پانچ باتوں کا اہتمام کریں ایک کہ نیت کو درست کرنا، دوسرا ہر وقت باوضو رہنا، تیسرا مسنون دعائیں اپنے اپنے اوقات پر پڑھنا، چوتھا مسنون اوراد و وظائف صبح و شام کرنا، پانچواں ہر ہر کام سنت کے مطابق کرنا۔حقیقت یہ ہے کہ کام تو ہم سب نے کرنے ہی ہیں۔ پانی تو پینا ہی ہے۔ایک ہی مرتبہ میں پی لیں گے تو بھی پانی پیٹ میں چلا جائے گا، تین مرتبہ میں پییں گے تو بھی پیٹ میں جائے گا اوپر سے ثواب بھی ملے گا، حتیٰ کہ ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی سنت کے مطابق بیت الخلاء میں چلا جائے تو اس بیت الخلاء جانے پر بھی اُس کو ثواب ملتا ہے۔سبحان اللہ! سنت کے مطابق تھوک پھینکنے پر بھی بندے کو ثواب ملتا ہے۔ ہر کام کو ہم سنت کے مطابق کریں، تاکہ قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

زندگی کا مقصد عبدیت اور بندگی ہے، یہ عبادت میں مشغول رہ کر بھی پورا ہوتا ہے اور سنت انداز سے، دل میں اللہ کا دھیان رکھتے ہوئے ہر کام کرنے سے بھی پورا ہوتا ہے۔

24 گھنٹے کے مسنون اعمال:

1 ......رات کے آخری پہر میں تہجد کے لیے اٹھنا، نیند سے بیدار ہو کر نیند کے آثار کو دور کرنے کے لیے چہرے پر ہاتھ پھیرنا اور ۳ بار الحمد للہ کہیں اور پھر کلمہ طیبہ پڑھنا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، مسنون دعا پڑھے:اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ (بخاری ج2/ 924ص، ابوداؤد 2ج/ 688ص، نسائی)

2 ......تہجد کے لیے جب اٹھے تو وہ تمام مسنون اذکار کرنا جو تہجد کے پوائنٹ میں

مذکور ہیں۔

3 ...... جب بھی سو کر اٹھے مسواک کرنا، مسواک کو سرہانے رکھ کر سونا سنت ہے۔

(ابوداؤد، مسند احمد)

4 ...... اگر بند جوتا ہو تو جھاڑنا، پھر پہلے دایاں پھر بایاں جوتا پہننا، بیت الخلاء میں سر ڈھانپ کر اور جوتا پہن کر جانا اور پہلے بایاں پھر دایاں پاؤں اندر رکھنا، یہ دعا پڑھنا: ((بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

(بخاری ج 2 /ص 936، مسلم ج 1 /ص 163، زاد المعاد ج 1 /ص 124)

5 ...... اگر کسی انگوٹھی یا لاکٹ وغیرہ پر اللہ یا رسول اللہ ﷺ کا نام یا قرآنی آیات لکھی ہیں تو اس کو اُتار کر بیت الخلاء سے باہر چھوڑ دینا۔ (ابوداؤد جلد 1 /صفحہ 4)

6 ...... اگر پانی کسی برتن میں ہو تو اس میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھو لینا۔

(ترمذی ج 1 /ص 11)

7 ...... جب استنجاء کے لیے پاجامہ کھولے تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچے ہو کر کھول سکے اتنا بہتر ہے۔ عام حالات میں بھی جب اکیلے ہوں تب بھی اللہ سے حیاء کرتے ہوئے بے پردگی سے بچنا سنت عمل ہے۔

(ترمذی 1 ج /ص 10، ابن ماجہ، ابوداؤد)

8 ...... قضائے حاجت کے دوران نہ قبلے کی طرف منہ کرے، نہ پیٹھ کرے اور استنجاء کرتے ہوئے عضوِ مخصوصہ کو داہنا ہاتھ نہ لگائے، اس دوران نہ زبان سے گفتگو کرے، نہ ذکر کرے۔ (ابوداؤد ج 1 /ص 4)

9 ...... پیشاب کی چھینٹوں سے بہت بچنا، کیونکہ اکثر عذاب قبر ان چھینٹوں سے نہ بچنے سے ہوتا ہے، پیشاب بیٹھ کر کرنا اور کسی ایسی جگہ کرنا جہاں سے چھینٹیں نہ اٹھتی

ہوں۔ (ترمذی ج1 /ص 2، ترمذی ج1 /ص 9، 12)

10 ......استنجاء مٹی کے ڈھیلوں سے کرنا، یہ طاق عدد میں ہوں۔ اگر یہ نہ موجود ہوں تو کسی کپڑے یا ٹائلٹ پیپر سے استنجاء کر لینا، مگر اصل مٹی کے ڈھیلے ہیں، کوشش کریں کہ ان سے استنجاء کریں پھر اس کے بعد پانی بھی استعمال کرنا۔ استنجاء بائیں ہاتھ سے کرنا۔

11 ......پھر وضو کرنا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کریں، وضو سنت کے مطابق کریں، مسواک بھی استعمال کریں۔ وضو کے دوران مسنون دعا پڑھنا، اور ہر عضو دھونے کی مخصوص ماثورہ دعا پڑھنا۔ اس سے وقوف قلبی میں تقویت ملتی ہے۔ وضو بھی ایک عبادت ہے اس کو یکسوئی سے کریں۔ (اگر بیت الخلاء میں وضو کی جگہ الگ تھوڑی ہٹ کر بنی ہے تو پھر یہ دعائیں پڑھنا، ورنہ ان کا دل میں استحضار رکھنا)۔

12 ......بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پھر بایاں پاؤں باہر رکھیں، غُفْرَانَكَ کہے اور پھر: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِي کہے۔

13 ......وضو کے بعد مسنون دعا پڑھنا: أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ اور پھر پڑھیں: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ (ترمذی، مسلم)

14 ......وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا، ان کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور ہر مرتبہ وضو کے بعد یہ نفل پڑھنا (سوائے نماز کے مکروہ اوقات میں)۔ تحیۃ الوضو کے نفل اس طرح پڑھنا کہ جان بوجھ کر خیالات نہ لائیں، اس طرح پڑھنے سے تمام (صغیرہ) گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد ج1 /ص 149، ترمذی: 1 / 54)

⑮ ......تحیۃ الوضو کے بعد اپنے گناہوں کی معافی مانگنا۔ (مسند احمد)

⑯ ......ہر نماز نہایت خشوع وخضوع اور یکسوئی سے پڑھنا گویا کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ (الترغیب)

⑰ ......نماز میں دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہو اور اعضائے بدن کا بھی سکون میں ہونا۔ (ابوداؤد۔نسائی)

⑱ ......دو رکعت، چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ تہجد کے وقت کی دعاؤں میں گناہوں سے معافی مانگے، امت مسلمہ کے لیے دعا کرے اور دین اور دنیا کی جس نعمت کے لیے چاہے دعا کرے۔ کوشش کریں کہ فجر کی نماز تک ذکر، تلاوت قرآن اور دعا میں مشغول رہیں، ان تمام عبادتوں کو کرنا اس وقت میں ثابت ہے۔ اگر چاہیں تو دوبارہ سو جائیں مگر فجر کی نماز جماعت سے ادا کریں۔

❁ مندرجہ ذیل سنتوں کا خیال پانچوں نمازوں کے لیے رکھیں:

⑲ ......پھر جب اذان کی آواز سنے تو مسنون دعا پڑھے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا. پھر اذان کو غور سے سنے اور اس کا جواب دے، اس کے بعد دعائے وسیلہ کرنا۔

⑳ ...... ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کی کوشش کرنا، اور وضو کو مسنون انداز سے کرنا۔

㉑ ......فجر کی دو سنتیں گھر پر ادا کرنا۔ ان کا ثواب دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب سے زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی)

22 ......اذان سننے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے اس طرح دنیوی مشاغل کو ترک کر دینا کہ ان مشاغل سے سروکار ہی نہیں ہے۔ (نشر الطیب)

23 ...... ہر نماز با جماعت، تکبیر اولی کے ساتھ ادا کرنا۔ عورتوں کو گھر کے اندرونی حصے میں، جہاں بھی وہ نماز پڑھتی ہیں وہاں پر بھی ایسا ہی اجر ملے گا۔ (ترمذی)

24 ...... ہر نماز کے لیے باوضو ہو کر گھر سے چلنا۔ (بخاری)

25 ......گھر سے باہر نکلتے ہوئے مسنون دعا پڑھنا۔ (ترمذی)

26 ......فجر کی نماز کے لیے مسجد جاتے ہوئے جو مسنون دعا منقول ہے وہ پڑھنا، اور جو مسجد جاتے ہوئے راستے میں چلنے کی مسنون دعائیں منقول ہیں وہ پڑھنا۔

(مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

27 ......نیت: گھر سے چلتے ہوئے نماز پڑھنے کی نیت سے چلنا، یعنی ہر نماز میں اصل اور مقدم نیت نماز کے پڑھنے کی ہی رکھیں (اگرچہ کوئی اور کام بھی ساتھ کرنا ہو)۔ (بخاری)

28 ......نماز کے لیے سنت کے مطابق اور خوشنما لباس پہننا، ایسے لباس میں نماز پڑھنا جو لوگوں کے سامنے نہ پہنا جا سکے، یا آستین اور پاجامہ کو بے ڈھنگے انداز سے اوپر کرنا جس طرح کسی معزز شخص کے سامنے پہننے میں عار محسوس ہو مکروہ ہے۔

(تفسیر ابن کثیر/ ردالمحتار)

29 ......مساجد میں، دورانِ صلوٰۃ اور دینی محافل میں سفید لباس پہننا۔

(مسند احمد۔ تفسیر ابن کثیر)

30 ......نیت: لباس کا مقصد ستر پوشی، تجمل اور آرائش ہے۔

(مسند احمد- مدارج النبوۃ)

31 ...... کپڑا اور جوتا پہنتے ہوئے دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور اتارتے ہوئے بائیں جانب سے اتارنا۔ (ترمذی۔مشکوٰۃ)

32 ...... کپڑا پہننے کی، اتارنے کی، نیا لباس پہننے کی دعا پڑھنا۔ (یہ مسنون دعاؤں میں منقول ہیں)

33 ...... نماز پڑھنے کے لیے جب چلیں تو باوقار ہو کر، قدم قدرے چھوٹے رکھتے ہوئے چلنا، کیونکہ یہ قدم کے نشان لکھے جاتے ہیں اور ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔ (الترغیب)

34 ...... نماز کے لیے وقت سے کم از کم کچھ دیر پہلے پہنچنا اور نماز کا انتظار کرنا۔ (ترمذی)

35 ...... مسجد میں داخل ہونے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالنا اور جوتے پر رکھنا اور پھر دائیں پاؤں کو جوتے سے نکالنا، اوّل دایاں پاؤں مسجد میں رکھنا۔ (الترغیب)

36 ...... مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مسنون دعا پڑھنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ (ابن ماجہ)

37 ...... ہمیشہ جب تک ہو سکے، اگلی صف میں جا کر بیٹھنا۔ امام کے بالکل پیچھے یا دائیں طرف، ورنہ بائیں طرف۔ اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو اسی اوپر والی ترتیب سے دوسری پھر تیسری صف بنا کر بیٹھنا۔ الغرض جب تک کسی اگلی صف میں جگہ ملتی ہو تو پیچھے نہ بیٹھنا، اگلی صف میں نماز پڑھنے پر بہت زیادہ ثواب ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

38 ...... مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنا (بشرطیکہ نماز کے لیے مکروہ وقت نہ ہو)۔

39 ...... جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھیں گے برابر نماز پڑھنے کا ثوب ملتا رہتا ہے، اس دوران دنیا کی باتیں نہ کرنا اس سے ثواب کم ہوتا ہے۔ (بخاری)

40 ...... اذان اور اقامت کے درمیان دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے، اس وقت دعا مانگنا۔ (ترمذی)

41 ...... سنتوں اور فرض کے درمیان مسنون اذکار کرنا اور عبادت میں مشغول رہنا تو مزید ثواب کے مستحق ہوں گے اور اس سے نماز میں یکسوئی حاصل ہوگی۔ (ترمذی)

42 ...... جس وقت بھی مسجد میں آنا ہو تو ان سب باتوں کا خیال رکھنا: 1 بلاضرورت شدیدہ دنیوی گفتگو نہ کرنا۔ 2 لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تلاوت و ذکر آہستہ آہستہ کرنا 3 قبلہ رو نہ تھوکنا 4 نہ قبلہ رو پیر پھیلانا 5 نہ گانا گانا 6 نہ باہر گم ہو جانے والی چیز کو تلاش کرنا 7 نہ اعلان کرنا 8 بدن، کپڑے اور کسی اور چیز سے نہ کھیلنا 9 انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالنا، نہ ان کو چٹخانا 10 الغرض مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ (طبرانی۔ مسند احمد)

43 ...... جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو تکبیر ہونے سے پہلے صفوں کو بالکل سیدھا کرنا، مل کر کھڑے ہونا۔ جماعت کی تمام سنتوں کی رعایت کرنا۔ (صحاح)

44 ...... اقامت کا بھی مسنون انداز سے جواب دینا۔

45 ...... فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد مسنون اذکار اور وظائف پڑھنا۔ یہ نماز کے پوائنٹ کے تحت مذکور ہیں۔

46 ...... ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگیں۔ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔

47 ...... فجر اور مغرب کی نماز کے بعد جو صبح اور شام کے مسنون وظائف ہیں وہ

پڑھنا۔

48 ...... پانچوں وقتوں کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب تک نمازی اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے، اس کے لیے فرشتے برابر دعائے مغفرت و دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر فجر کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر ذکر و عبادت میں مشغول رہنا۔ (الترغیب)

49 ......نماز فجر سے فارغ ہو کر اشراق کے وقت تک اپنی جگہ میں بیٹھ کر ذکر و عبادت کرنا، اگر کوئی انسان ذکر و عبادت نہ کر سکے تو پھر بھی اشراق تک جاگے اس وقت کوشش کر کے نہ سونا۔ (ترمذی)

80 ......فجر کے بعد سورۃ یٰس کی تلاوت کرنا۔ (سنن الدارمی۔ المعجم الاوسط للطبرانی)

51 ......اشراق کے وقت 4 رکعت نفل پڑھنا۔ (بیہقی)

52 ......مسجد سے نکلتے ہوئے مسنون دعا پڑھنا اور پہلے بایاں پھر دایاں پاؤں باہر رکھنا۔

83 ...... نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح شہد ملا پانی پیا کرتے تھے، نبیذ تمر بھی پیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

84 ......اشراق کے بعد دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو جانا۔

نیت: جس شخص نے اس وقت میں حلال روزگار و مشاغل دنیوی میں مصروف ہونا ہو، وہ نیت کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر رہا ہوں اور حلال طیب رزق اس لیے کما رہا ہوں، کیونکہ یہ دین کا ایک فریضہ ہے اور اپنے اہل و عیال کا نفقہ بندے پر واجب ہے، خود کام کر کے کمانا سنت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر 1/156، 8/119)

55 ...... ہر وقت ذکر میں مشغول رہنا اور دل میں اللہ کو یاد کرنا۔

تنبیہ: کاروبار میں بھی مشغول رہے تو وقتاً فوقتاً دل پر دھیان دینا اور اللہ کو یاد کرنا۔ جھوٹ اور دیگر گناہوں سے پرہیز کرنا۔ ان باتوں کا تمام عمر ہی خیال رکھنا اور گناہوں سے بچنا۔ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا۔ بری صحبت سے بچنا اور اس پر تنہائی کو ترجیح دینا۔

56 ......ملازم پیشہ حضرات کا اپنی ڈیوٹی صحیح طرح سرانجام دینا۔ ڈیوٹی کے وقت نہ ذاتی کام کرنا اور نہ وقت ضائع کرنا۔

57 ......کاروبار کے دوران اور بازار جاتے ہوئے مسنون دعائیں پڑھنا، نظروں کی حفاظت کرنا اور غیر محرموں سے اگر کسی ضرورت کے تحت گفتگو کرنی پڑے تو آواز سخت کر کے ضروری بات کرنا۔

58 ......اُونچائی پر جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا اور دایاں پاؤں پہلے رکھنا اور نیچے اترتے ہوئے سبحان اللہ کہنا اور بایاں پاؤں پہلے رکھنا۔

59 ......لوگوں سے ملیں تو سلام میں پہل کرنا اور جو تعلق والا ہو اور جس کو نہ بھی جانتے ہوں سب کو سلام کرنا۔

60 ......کشادہ روئی اور حسن اخلاق کے ساتھ ملنا۔

61 ......جب کسی سے ملیں تو سلام کرنا اور پھر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا۔ (بشرطیہ غالب گمان ہو کہ یہ بندہ مسلمان ہے) (طبرانی)

62 ......راستے میں اس طرح چلنا کہ نہ کسی کو اپنے آگے سے ہٹانا، نہ تکلیف پہنچانا، قوت سے پاؤں اُٹھانا اور قدم اس طرح رکھنا کہ ذرا آگے کو جھک جانا (گو کسی بلندی

سے پستی میں اتر رہے ہوں)۔

63 ...... جب کسی سے بات کرنا یا کسی کی طرف دیکھنا تو پورا چہرہ اس کی طرف پھیر لینا، جب تک وہ بندہ خود اپنا چہرہ نہ پھیر لے تب تک خود بھی نہ پھیرنا۔ (شمائل ترمذی)

64 ...... جب چھینک آئے تو آواز پست کر لینا اور رومال یا ہاتھ منہ پر رکھ لینا اور الحمدللہ کہنا اور جب کوئی دوسرا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا۔

65 ...... جمائی آتے وقت جمائی کو روکنا اور کوئی جملہ منہ سے ادا کرنا: الحمدللہ، اللہ اکبر، استغفراللہ کہنا۔

66 ...... گھر پر مہمان آئے تو اس کی عزت اور اکرام کرنا۔ (مشکوٰۃ)

67 ...... کسی شخص نے آپ کی مہمان داری جان بوجھ کر نہ کی، لیکن جب وہ آپ کے گھر آئے تو اس کی مہمان داری کرنا۔ (مشکوٰۃ)

68 ...... کوئی رشتہ دار بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ (ترمذی)

69 ...... اپنے اوقات میں کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے، کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے، ایک حصہ اپنے بدن کی راحت کے لیے رکھنا۔

70 ...... چھوٹوں پر رحم کرنا، بڑوں کی عزت کرنا۔

71 ...... پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا۔

72 ...... غصہ پی جانا، غصہ آئے تو تعوذ پڑھنا، اگر کھڑے ہیں تو بیٹھ جانا، اگر بیٹھے ہیں تو لیٹ جانا، وضو کرنا، ٹھنڈا پانی پینا۔

73 ...... چھوٹوں پر رحم کرنا، بڑوں کی عزت کرنا۔

74 ...... مسلمانوں کو اپنے ہاتھ اور زبان کے شر سے محفوظ رکھنا۔

75 ......نعمت پر شکر کرنا، مصیبت پر صبر کرنا۔

76 ......اگر کہیں منکرات یا خلاف شرع امور پیش آئیں وہاں پر اپنا دھیان نہ لگانا اور ہٹ جانا۔

77 ......اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، دعا دینا اور اس سے بھی دعا کی درخواست کرنا۔

78 ......اگر کوئی فوت ہو جائے تو جنازے میں شامل ہونا اور میت کے ساتھ چلنا۔ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اپنے دل میں موت کو یاد کرنا۔ میت کے دفن ہو جانے کے بعد میت کے لیے استغفار کرنا اور دعا کرنا کہ وہ منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ (ابن سعد)

79 ...... ہر کام میں اصول وضوابط کی پابندی کرنا۔ (ابوداؤد)

80 ......دوسروں سے کسی کام میں کمی ہو جائے تو زجر نہ کرنا۔ (ابوداؤد)

81 ......اپنے پاس آنے والے کی بے قدری نہ کرنا، نہ کسی کی بات کاٹنا، البتہ اگر کوئی خلاف شرع بات ہو تو اس کو روک دینا یا وہاں سے خود اٹھ کر چلے جانا۔

82 ......زور سے نہ ہنسنا، اگر زیادہ ہنسی آئے تو منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لینا۔

83 ...... برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا۔

84 ......اگر کوئی برا انسان آئے تو اس سے بھی اچھی طرح پیش آنا۔

85 ......تجارت کرتے ہوئے سنت کا خیال رکھنا، احتیاط کرنا کہ کہیں کچھ حرام کا شائبہ بھی نہ ہو۔

86 ......دن بھر میں جو بھی کام کریں چاہے کاروبار، تجارت، گھر کا کام اس میں

نیت اللہ کی خوشنودی ہونا اور سنت طریقے سے ان کو ادا کرنا۔

87 ...... گناہ نہ کرنے کی نیت اور پکا عزم ہونا۔

88 ......سنت والے اخلاق اور انداز اپنانا۔ گھر والوں کے ساتھ، اولاد کے ساتھ، ہمسایوں کے ساتھ، دوست احباب کے ساتھ اور جن لوگوں کے بھی ہم پر حقوق ہیں خاص طور پر ان کے ساتھ۔

89 ...... جہاں تک ہو سکے تمام مسلمانوں اور تمام مخلوق کے لیے آسانی پیدا کریں۔

90 ......اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا، بلا ضرورت بات نہ کرنا، زیادہ تر خاموش رہنا۔ کوشش کرنا کہ صرف ایسی بات کرنا جس میں ثواب ہو۔ (الترغیب)

91 ...... جب کوئی آکر مجلس میں شامل ہو تو اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ جانا اگرچہ اور جگہ موجود ہو۔

92 ......مجلس میں اٹھنا بیٹھنا ذکر اللہ کے ساتھ ہو، قبلہ رخ ہو کر بیٹھنا۔ ہر مجلس کی مسنون دعا پڑھ لیں اور مجلس میں کم از کم ایک بار کسی وقت درود شریف پڑھنا۔

93 ...... ہر کام نظم و ترتیب سے کرنا۔

94 ......جب گفتگو کریں تو اس انداز سے کرنا کہ سننے والے کو آسانی سے سمجھ آجائے۔

95 ......جب آفتاب کی دھوپ میں تیزی آجائے، اندازاً 8 بجے کے بعد سے لے کر زوال سے ایک گھنٹہ قبل تک کے درمیان دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھنا۔ (اس کو چاشت کی نماز کہتے ہیں)۔ (مسلم۔ مسند احمد)

96 ......گھر والوں کا کام کاج میں کچھ نہ کچھ ہاتھ بٹانا۔

97 ......اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت نرمی اور خاطر داری اور بہت اچھی طرح پیش آنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو۔ (ترمذی، حدیث: ۳۸۹۵)

✽ کھانے کی چند اہم سنتیں مذکور ہیں۔ کھانے کی بہت سے سنتیں ہیں مگر یہاں بعض کا ذکر کیا گیا ہے:

98 ......کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرنا۔ (ترمذی)

99 ......نیت یہ کرنا کہ میں کھانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے کھانا کھا رہا ہوں اور اپنے نفس کا حق ادا کر رہا ہوں۔ (الترغیب)

99 ......کھانے سے پہلے مسنون دعا پڑھنا، دائیں ہاتھ سے کھانا۔

100 ......کھانا کھاتے ہوئے مسنون انداز سے بیٹھنا (دوزانوں، اکڑوں ہو کر، یا ایک زانوں بیٹھنا)۔

101 ......زمین پر، دسترخوان بچھا کر کھانا کھانا۔

102 ......ٹیک لگا کر کھانا نہ کھانا۔ (بخاری)

103 ......اگر ممکن ہو تو مل کر کھانا، یہ اکیلے کھانے سے بہتر ہے۔

104 ......کھانا کی طرف جھک کر بیٹھنا، ٹیک نہ لگانا اور کھانے کا اکرام کرنا۔ کبھی بھی کسی کھانے کو برا نہ کہنا۔

105 ......بھوک سے تھوڑا کم کھانا، پورا پیٹ بھر کر نہ کھانا، بلکہ اس سے پہلے کھانا روک دینا۔

(106) ......کھانا کھانے کے بعد کی مسنون دعا پڑھنا۔

(107) ......کھانا داہنے ہاتھ سے کھانا۔ اگر تین انگلیوں سے آرام سے کھایا جا سکتا ہو تو چوتھی انگلی کو شامل نہ کرنا غرض بقدر ضرورت ہاتھ کی انگلیاں استعمال کرنا۔ (الترغیب)

(108) ......کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لینا اور برتن کو اچھی طرح صاف کرنا۔ انگلیوں کو اس طرح چاٹنا کہ پہلے درمیانی انگلی، پھر شہادت کی انگلی اور پھر انگوٹھا چاٹنا۔ (ترمذی۔طبرانی)

(109) ......کھانا کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا کسی تنکے وغیرہ سے۔

(110) ......جن کھانے پینے کی چیزوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اس کا کھانا اور پینا۔

(111) ......کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلّی کرنا۔

(112) ......دستر خوان کو صاف کرنا، گرے ہوئے لقمے جمع کرنا (ان کو خود کھا لینا یا کسی جانور کو ڈال دینا، ضائع نہ کرنا) اور مسنون دعائیں پڑھنا۔

(113) ...... پینے والے برتن کو داہنے ہاتھ سے پکڑنا، تین سانس میں مسنون انداز سے پانی یا مشروب پینا۔ شروع اور آخر میں مسنون دعا پڑھنا۔ (ترمذی)

(114) ......کھانے کے بعد ذکر و عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ (الجامع الصغیر للطبرانی)

(115) ......کھانے کے فوراً بعد نہ سونا۔ (ایضاً)

(116) ......ظہر کے وقت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد پڑھنا۔

(117) ......ظہر کے فرائض، سنن و نوافل کو تمام سنن و آداب کے ساتھ ادا کرنا۔

118 ......ظہر کی نماز کے بعد سورۃ مزمل کی تلاوت کرنا۔

119 ......ظہر اور عصر کے درمیان کچھ دیر سنت کی نیت سے قیلولہ کرنا۔

نیت: اس میں سنت کی نیت کریں اور یہ نیت کریں کہ اس تھوڑی دیر کے سونے سے مجھے تہجد کے لیے جاگنے میں آسانی ہوگی۔

120 ......عصر کے فرضوں سے پہلے 4 رکعت پڑھنا سنت ہے۔(ترمذی)

121 ......عصر کے فرضوں سے پہلے بھی تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو پڑھنا۔

122 ......عصر کی نماز کے بعد سورۃ النباء کی تلاوت کرنا۔

123 ......عصر کے بعد مغرب تک اگر ممکن ہو تو ذکر اللہ اور عبادت میں وقت گزارنا، اس عمل کو کرنے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کاروبار میں بھی مصروف ہوں تو دل میں رجوع الی اللہ رکھنا، اور سنت کا خیال رکھنا۔(الترغیب)

124 ...... جب سورج غروب ہونے لگے تو چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکالنا۔ اگر باہر ہوں تو ان کو گھر بلا لینا۔

125 ......مغرب کی نماز سے پہلے کوئی نفل اور سنتیں نہیں، اذان کے بعد جو دعا منقول ہے وہ پڑھ لینا۔(ابوداؤد)

126 ......مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنا۔

127 ......مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت سنت پڑھ لینا۔(مشکوٰۃ)

128 ......اس کے بعد چھ رکعت نفل پڑھ لینا جن کو صلاۃ الاوابین کہتے ہیں۔

129 ......مغرب اور عشاء کے درمیان سورۃ واقعہ کی تلاوت کرنا۔(دارمی)

130 ...... گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی نہ کوئی ذکر کرتا رہے۔ (مسلم)

131 ...... گھر میں داخل ہونے کی مسنون دعا پڑھنا، اور جو بھی گھر میں موجود ہوں ان کو سلام کرنا۔ (ابوداؤد)

132 ...... جب گھر والوں میں سے کسی کے بے پردہ ہونے کا وقت یا اندیشہ ہو تو اطلاع دے کر اندر داخل ہونا، گھر والوں کو کنڈی سے یا پیروں کی آہٹ سے یا کھنکھارنے سے خبردار کرنا۔ (نسائی۔مشکوٰۃ)

133 ...... عشاء کی نماز سے قبل کھانا کھالینا۔ (ترمذی)

134 ...... عشاء کی نماز سے پہلے نہ سونا۔ چند اوقات ایسے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو ان میں نہ سوئیں: فجر کے بعد اشراق سے پہلے، عصر کے بعد، کھانا کھانے کے فوراً بعد اور عشاء سے پہلے۔

135 ...... عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت پڑھنا سنّت ہے۔ (مشکوٰۃ)

136 ...... اندھیری رات ہو، روشنی کا انتظام نہ ہو تب بھی مسجد میں جا کر نماز عشاء ادا کرنا مؤجب بشارت ہے، جو شخص چالیس رات عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے ادا کرے تو اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

137 ...... عشاء کے فرضوں کے بعد دو رکعت سنّت ہیں۔ (مشکوٰۃ)

138 ...... عشاء کی ان دو سنتوں کے بعد چار رکعت نفل پڑھ لینا، اس پر شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے، پھر اس کے بعد وتر پڑھ لینا اور اس کے بعد دو نفل پڑھ لینا۔
(ترمذی۔الترغیب)

139 ...... عشاء کی نماز کے بعد کے مسنون اذکار پڑھنا۔

140 ...... وتر کے بعد کے دو نفلوں میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ الزلزال

پڑھنا اور دوسری میں سورۃ الکافرون پڑھنا۔ (الترغیب)

تنبیہ: اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ اس کی آنکھ تہجد کے وقت نہیں کھلے گی تو وہ وتر کے بعد کے نوافل میں تہجد کی نیت کر لے۔

141 ...... اگر ذرا سا بھی اندیشہ ہو کہ نماز قضاء ہو جائے گی تو وتر سونے سے پہلے پڑھنا، ورنہ تہجد کے وقت جب اٹھیں تو وتر پڑھنا۔ (ترمذی)

142 ...... وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھنا، وتر کی نماز میں معوذتین بھی منقول ہیں۔ اس کے علاوہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ (ابوداؤد۔ مسند احمد)

143 ...... وتر کی نماز کے بعد کی مسنون دعا پڑھنا۔

144 ...... عشاء کی نماز کے بعد بلاضرورت دنیوی باتیں نہ کرنا۔ علمی گفتگو، وعظ و نصیحت اور اہل و عیال، مہمانوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔

(بخاری۔ مسند احمد۔ شمائل ترمذی)

145 ...... عشاء کے بعد متصلاً سونا مسنون ہے۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد متصلاً سو جاتے اور پھر آخری تہائی رات میں اُٹھ جاتے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مسند احمد)

مندرجہ ذیل سونے کی سنتیں ہیں:

146 ...... باوضو سونا۔

147 ...... سوتے وقت داہنی کروٹ پر قبلہ رو سونا مسنون ہے اور اوندھا سونا منع ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

148 ...... جب آرام کرے تو دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھنا۔

(بخاری۔ ترمذی)

149 ......نیت: اس نیت سے سونا کہ اس کے ذریعے مجھے عبادت پر تقویت حاصل ہوگی اور میں اپنے دن کی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے سرانجام دے سکوں گا۔

150 ......باوضوء سونا۔ (بخاری۔ ابوداؤد)

151 ......حالت ذکر میں سونا۔ (طبرانی)

152 ......سونے سے پہلے کی مسنون دعائیں اور اذکار پڑھنا۔

153 ......رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک اور سورۃ السجدۃ پڑھنا، تین تین مرتبہ معوذتین اور سورۃ اخلاص پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے جسم پر ہاتھ پھیرنا۔ (ترمذی)

نوٹ: سونے سے پہلے کے مکمل وظائف ''مسنون وظائف'' کے پوائنٹ کے تحت مذکور ہیں۔

154 ......تین مرتبہ پڑھنا: ((أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ)) (مسند احمد)

155 ......رات کو سونے سے پہلے قرآن کی کم از کم ایک سورت پڑھنا جو یاد ہو۔ (ترمذی)

156 ......رات کو سونے سے پہلے کچھ نہ کچھ درود شریف پڑھنا۔

157 ......جب بستر پر آئیں تو بستر کو اپنے کپڑے کے گوشے سے تین مرتبہ جھاڑنا، اگر رات کو بستر سے اٹھ کر جائیں تو دوبارہ ایسے کرنا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

158 ......سونے سے پہلے کپڑے تبدیل کرنا اور جو کپڑے اتاریں انھیں تہہ کر کے رکھنا۔ (طحاوی۔ سبل الہدیٰ۔ شمائل نبوی ﷺ)

159 ......تہجد کی نماز پر اٹھنے کی نیت کر کے سونا۔ (نسائی)

160 ......سونے سے پہلے بسم اللہ کہتے ہوئے درج ذیل اُمور انجام دے:

(1) دروازہ بند کرنا (2) چراغ بجھانا (3) مشکیزے کا منہ باندنا (4) برتن ڈھانک دینا خواہ صرف لکڑی سے۔ (بخاری۔مسلم۔ترمذی)

(161) ......سوتے وقت آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگانا۔ (شمائل ترمذی)

(162) ......ایسا لباس پہن کر نہ سونا جس میں بے ستری کا اندیشہ ہو۔ (زرقانی علی المواہب)

(163) ......مسواک سرہانے رکھنا، جب بھی نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے مسواک کرنا۔ (مسند احمد)

(164) ......سونے سے قبل کنگھی کرنا۔ (سیرۃ الشامی)

(165) ......تکیہ پر سونا، آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا، جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ (سیرۃ الشامی)

(166) ......سونے سے قبل پینے کے پانی کا انتظام کرنا اور برتن کو ڈھک کر رکھنا۔ (ابن ماجہ)

(167) ......بیدار ہونے کے بعد اولاً اگر قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے فارغ ہو جانا پھر مسواک اور وضوء کرنا۔ (ابوداؤد)

(168) ......آپ ﷺ شروع آدھی رات سوتے پھر آخری تہائی رات میں بیدار ہوتے اور پھر چھٹا حصہ فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے سوتے، کبھی اس سے بھی کم سوتے۔ (بخاری)

(6) ......اذان کو غور سے سننا، جواب دینا اور مسنون دعا پڑھنا:

اگلا نکتہ ہے اذان کو غور سے سننا، اس کا جواب دینا اور پھر اُس کی دعا پڑھنا۔ جب

اذان ہوتی ہے تو انسان چاہے کتنے ہی بڑے کام میں مصروف کیوں نہ ہو اُس کو چاہیے کہ وہ خاموش ہو جائے اور اذان کا جواب دے اور اُس کے بعد دعا مانگے۔

حدیث پاک میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.))[1]

''جب مؤذن کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، پھر تم میں سے کوئی کہے: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، پھر مؤذن کہے: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، تو وہ کہے: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، پھر مؤذن کہے: "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ"، تو وہ کہے: "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ"، پھر مؤذن کہے: "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ"، وہ کہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"، پھر مؤذن کہے: "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ"، تو وہ کہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"، پھر مؤذن کہے: "اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ"، تو وہ کہے: "اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ"، پھر مؤذن کہے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، تو وہ کہے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ"، اگر وہ اپنے دل کی توجہ سے ایسا کہے گا تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔''

اب دیکھیں! کتنے واضح لفظوں میں اللہ کے پیارے حبیب ﷺ فرماتے ہیں

---

[1] (صحیح مسلم(385/4))

کہ اذان کا جواب دینے والا بندہ جب اذان کا جواب دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ یہ کتنا آسان سا عمل ہے! ہر غریب امیر، عالم جاھل، مرد عورت اور بچہ بوڑھا اس کو ادا کر سکتا ہے۔

اذان کے جواب دینے کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس مسنون جواب کو ادا کرنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

...... حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ تجربہ ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے، اور وہ اذان کے ادب کی وجہ سے خاموش ہو جائے، پھر وہ اذان کا جواب دے یعنی جو مؤذن کہتا جائے وہی پڑھتا جائے تو اللہ اُس کو کلمہ پر موت عطا فرماتے ہیں۔ کتنا بڑا اجر ہے صرف اذان کی آواز سن کر اُس کا جواب دینے پر......!

علمی نکتہ...... اذان کی آواز سے شیطان کو وحشت محسوس ہوتی ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ أَحَالَ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ. فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ فَإِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ ذَهَبَ حَتَّى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهُ فَإِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ.))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: بیشک جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو وہ اتنی تیزی سے دور دوڑتا ہے کہ اس کی ریح خارج ہوتی ہے

---

[1] صحیح مسلم (389/4)

یہاں تک کہ اس کو اذان کی آواز نہ آسکے، پس جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ لوٹ آتا ہے اور بندے کے دل میں وساوس ڈالتا ہے، پھر جب اقامت ہوتی ہے تو پھر دوڑ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو آواز نہ آئے پس جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو وہ لوٹ آتا ہے اور وسوسے ڈالتا ہے۔"

اذان کی آواز کا سننا اللہ کی نعمت ہے، جو لوگ مسجد کے قریب گھر لیتے ہیں اُن کو یہی تو فائدہ ہوتا ہے کہ اذان کی آواز اُن کے گھروں میں آتی ہے۔ آج کل ٹیکنالوجی کا دور ہے، اگر دور گھر ہو، مگر اذان کی آواز گھر میں سنی جاسکے تو یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ اذان کی آواز جہاں تک جائے گی شیطان وہاں سے بھاگ جائے گا، اگر گھر میں آئے گی تو گھر کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ یہ تو اللہ کی طرف سے بڑی برکت ہے، بڑی رحمت ہے کہ اذان کی آواز ہمارے گھروں میں پانچ مرتبہ گونجے اور جو شیاطین ہیں اُن کو گھر سے بھگا دے۔

علمی نکتہ......اذان کے بعد کے اذکار وفضائل:

اذان کے جواب کے بعد بعض مسنون اذکار ہیں جن کو پڑھنے کے بہت فضائل ہیں: اذان کے بعد کلمہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا، مسنون دعا پڑھنا اور اپنے لیے دعا کرنا اور اقامت کا جواب دینا بھی مسنون ہے۔ اقامت کے جواب میں وہی الفاظ کہے جو اقامت پڑھنے والا کہے اور جب وہ کہے: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، تو جواب میں کہے: أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا۔[1]

اکثر لوگ اذان کا وقت غفلت میں گزار دیتے ہیں، مسجدوں میں بھی نمازی

[1] سنن ابی داؤد (528/2)

اقامت کے بعد جب تک نماز شروع نہیں ہو جاتی غافل بیٹھے رہتے ہیں، دنیا کے کاموں اور سوچوں میں گم، حالانکہ یہ وقت اذان کے جواب دینے کا اور ذکر و دعا کا ہے۔حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

● ... ((اَلدُّعَاءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ))[1]

''اذان اور اقامت کے بیچ میں مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی۔''

حدیث پاک میں اذان کے بعد کے بعض اذکار کے فضائل بیان کیے گئے ہیں:

● ... ((عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ))[2]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اذان سنے اور پھر کہے وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا ،اس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔''

● ... ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ))[3]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جب تم موذن کو

---

(1) سنن الترمذی (212/2)

(2) صحیح ابن خزیمة (421)

(3) صحیح مسلم (384/4)

سنو پس تم سب اس کی مثل کہو جو وہ کہے پھر مجھ پر صلوات بھیجو، پس بیشک جو مجھ پر ایک مرتبہ صلوات بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ صلوات بھیجتے ہیں، پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو۔''

وہ دعا درج ذیل ہے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ))[1]

حدیث پاک میں نبی علیہ السلام نے اذان کے بعد اس دعا کو پڑھنے والے کے متعلق فرمایا:

((حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ))[2]

''قیامت کے روز میری شفاعت اس کو حاصل ہوگی۔''

علمی نکتہ......امتی کی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا:

ایک تو ہم اذان کا جواب دیں، دعا پڑھیں اور اس میں عاشقوں کے لیے ایک نکتہ ہے، وہ یہ کہ نبی علیہ السلام تیئس سال اُمت کے لیے دعائیں مانگتے رہے اور اتنی دعائیں مانگتے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ السلام کی آنکھوں سے اتنے آنسو برستے تھے کہ جب مصلّے پر پڑتے تھے تو ٹپ ٹپ کی آواز آتی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ باہر بارش کے قطرے گر رہے ہیں۔

اللہ کے محبوب علیہ السلام نے تو اُمت کے لیے اتنی دعائیں کیں، ہماری زندگی میں ایک

---

1. صحیح البخاری (614/10)
2. صحیح مسلم (614/10)

ایسا موقع آتا ہے جہاں ہم اللہ کے حبیب علیہ السلام کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔تو اپنے محسن اعظم کے لیے، اپنے آقا کے لیے، اپنے سردار کے لیے دعا مانگنے کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہ محبت ہو دل میں، اذان کی آواز سنتے ہی دل میں خوشی ہو کہ ہاں اب وقت آرہا ہے کہ میں اپنے محبوب علیہ السلام کے لیے دعا مانگوں گا۔ہم دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اُن کو مقامِ محمود عطا فرما دینا۔ وہ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں ہیں، لیکن ہم محتاج ہیں، ہم اُن کے لیے دعا کریں۔

یہ ہمارے سلسلے کے کسی بزرگ کا کلام ہے:

خدا در انتظارِ حمد ما نیست محمد چشم بر راہِ ثناء نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس محمد حامد حمد خدا بس

مناجاتی اگر باید بیان کرد بہ بیتے ہم قناعت میتوان کرد

محمد از تو میخواہم خدا را خدا یا از تو حب مصطفیٰ را

''اللہ تعالیٰ ہماری حمد کے انتظار میں نہیں ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہماری ثناء کے انتظار میں نہیں ہیں۔ اللہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعریف کرنے والا کافی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی تعریف بیان کرنے کے لیے کافی ہیں، ہم نے اگر اپنی مناجات بیان کرنی ہے تو ایک شعر پہ ہم قناعت کر لیتے ہیں: اے محمد! آپ سے میں اللہ کا تعلق مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مانگتا ہوں۔''

ہم محتاج ہیں، اللہ محتاج نہیں ہیں، نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محتاج ہیں، اُن کی مغفرت کے تو اللہ نے قرآن میں فیصلے فرما دیے:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ (الفتح:۲)

اس کا عاشقانہ ترجمہ یوں ہوگا:

''اے محبوب! گزرے ہوئے یا آنے والے وقت میں بھی کوئی کمی کوتاہی ہوئی، میں نے سب کو معاف کر دیا۔''

نبی ﷺ کو تو مغفرت کی بشارت دنیا میں مل گئی، اُن کو کیا ضرورت ہے ہماری دعاؤں کی؟ ہاں! ہم محتاج ہیں۔ ہم محبوب ﷺ سے محبت کا اظہار کریں اور محبوب ﷺ کے لیے دعائیں مانگیں، تاکہ اُن کو مقام محمود نصیب ہو اور اُس کے بدلے اللہ قیامت کے دن ہمیں اُن کی شفاعت نصیب فرما دیں۔ تو اذان کی آواز سنتے ہوئے دل میں خوشی ہونی چاہیے، ہاں! اب وقت آ رہا ہے کہ میں اپنے سردار ﷺ کے لیے دعا کروں گا۔ نبی ﷺ کی محبت اُس وقت دل میں جوش مارے کہ میں اپنے آقا کے لیے دعا کروں گا اور محبت سے پڑھے کہ اے اللہ! میرے آقا کو مقام محمود عطا فرما دیجیے۔

7 ......فرض نماز کا اہتمام کرنا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝٢﴾

(المؤمنون: ۱۔۲)

''ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں۔''

ساتواں عمل فرض نماز کا اہتمام کرنا ہے۔ فرض نماز کا اہتمام کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرض نماز کا اہتمام یہ ہے کہ انسان وقت سے پہلے وضو کرے اور نماز مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ پڑھے، تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ادا کرے، حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے، تمام سنن و نوافل کو پڑھے اور نماز کے بعد کے اذکار کرے۔

علمی نکتہ......نماز کا انتظار کرنا:

نماز کے اہتمام میں سب سے پہلا کام ہے وقت سے پہلے نماز کے انتظار میں مسجد میں کچھ دیر بیٹھنا یا اگر خواتین ہیں تو ان کو چاہیے کہ چند منٹ مصلے پر ذکر کرنے کے لیے بیٹھ جائیں۔ نماز سے پہلے بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا بہت زیادہ فضیلت والا عمل ہے اور مزید یہ کہ اس سے نماز میں حضوری اور توجہ بھی حاصل ہوتی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »أَفْضَلُ الرِّبَاطِ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ، وَلُزُومُ مَجَالِسِ الذِّكْرِ، وَمَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي ثُمَّ يَقْعُدُ فِي مَقْعَدِهِ إِلَّا لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ حَتَّى يُحْدِثَ أَوْ يَقُومَ)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین "رباط" ہے نماز کا انتظار کرنا، اور ذکر کی مجالس کو لازم پکڑنا، اور جو بھی بندہ نماز پڑھنے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھا رہے گا ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اس کا وضو ٹوٹے یا وہ وہاں سے اٹھ جائے۔''

رباط اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں اور یہ ایک مستقل نیک عمل ہے، جس پر انسان کو ہر لمحے برابر اجر ملتا رہتا ہے۔ بعض نیکیوں کو" رباط" سے تعبیر کیا گیا ہے جن میں بندے کے لیے مستقل نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ان میں سے ایک ہے نماز کا انتظار کرنا۔

بعض اوقات طلبہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں، گھڑی دیکھ رہے ہوتے ہیں، باتیں کر رہے ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ ابھی نماز میں ایک منٹ باقی ہے، دو منٹ باقی ہیں۔ تو وہ ایک دو منٹ بھی باہر ہی گزار دیتے ہیں، اندر نہیں آتے۔ اندر

---

[1] مسند ابی داؤد الطیالسی (2632)، مصنف عبدالرزاق (1994)

آتے ہیں جب امام اللہ اکبر کہہ چکا ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے، اس کو اہتمام نہیں کہتے۔ اہتمام تو یہ ہے کہ ہم وقت سے پہلے آ کر بیٹھ جائیں اور انتظار کریں۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نماز کا انتظار کرنے والا بندہ جب بیٹھتا ہے تو اس کو نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

((قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ يَنْتَظِرُهَا، وَلَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي الْمَسْجِدِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے تو اس کو نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اور جب تک انسان مسجد میں رہتا ہے ملائکہ اس کے لیے دعا مانگتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو معاف فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما، جب تک کہ وہ باوضو بیٹھا رہے۔''

آج کے دور میں نماز کے انتظار والی سنت کم ہوتی جا رہی ہے، لوگ عین وقت پر آتے ہیں اور بس نماز پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ وقت سے پہلے آنا چاہیے۔ جمعہ کی نماز میں بھی وقت سے پہلے آئیں، کئی مسجدوں میں دیکھا کہ جب امام عربی خطبہ پڑھنا شروع کرتا ہے تب مسجد بھرنی شروع ہوتی ہے، اُس سے پہلے تو آدھی صف ہوتی ہے یا ایک صف ہوتی ہے۔ لوگ انتظار میں ہوتے ہیں کہ جب عربی خطبہ شروع ہوگا تو ہم چلے جائیں گے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ پہلے آنا چاہیے۔ نماز کا اہتمام یہ ہے کہ انسان وقت پہ وضو کرے اور چند منٹ پہلے مسجد آئے۔

---

[1] سنن الترمذی (330/2)

ایک حدیث پاک میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ))[1]

''جو اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلتا ہے اس کا ثواب اس حاجی کے مانند ہوتا ہے جو احرام باندھ کر گھر سے نکلے۔''

باوضو مسجد جانے کا کتنا ثواب ہے کہ حالت احرام میں جو حجاج کرام کو ثواب ملتا ہے وہ اُسے ملتا ہے، اسی وجہ سے باوضو مسجد جانا اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عادت ہے۔

ایک حدیث میں تو مسجد جانے والوں کو "ضیف اللہ" (خدا کا مہمان) کہا گیا ہے۔

((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »الْمَسَاجِدُ سُوقٌ مِنْ أَسْوَاقِ الْآخِرَةِ، مَنْ دَخَلَهَا كَانَ ضَيْفَ اللّٰهِ، قِرَاهُ الْمَغْفِرَةُ، وَتَحِيَّتُهُ الْكَرَامَةُ، فَعَلَيْكُمْ بِالرِّتَاعِ« قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا الرِّتَاعُ؟ قَالَ: »الدُّعَاءُ وَالرَّغْبَةُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ))

''نبی علیہ السلام نے فرمایا: مساجد آخرت کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے، جو ان میں داخل ہوتا ہے وہ اللہ کا مہمان ہوتا ہے، اللہ کے مہمان کی مہمان نوازی مغفرت ہے، اور اس کی خوش آمدید اعزاز و اکرام ہے۔ پس تمہارے اوپر لازم ہے چرنا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور چرنا (الرتاع) کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت اور رجوع۔''[2]

---

1. ابوداؤد (558/2)
2. (1034) ترتيب الأمالي الخميسية للشجري

ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ آپ آدھا گھنٹہ پہلے مسجد میں آئیں، مگر یہ ضرور کہتے ہیں کہ پانچ منٹ دس منٹ پہلے آ جائیں، اس میں کیا دقت ہے؟ پہلے سنتیں پڑھ لیں، ورنہ بیٹھ کر ذکر کر لیں، رجوع الی اللہ کر لیں، اس سے بھی نماز کی حضوری بڑھ جاتی ہے، شیطان نماز میں وساوس نہیں ڈال پاتا۔

عشاق کا طریقہ یہ ہے کہ جب محبوب اُسے بلاتا ہے تو وہ وقت سے پہلے پہنچ جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایمبیسی کھلتی ہے آٹھ بجے اور لوگ ویزہ لینے کے لیے چار گھنٹے پہلے صبح چار بجے ہی پہنچ جاتے ہیں۔ آپ اسلام آباد کے لوگوں سے حالات پوچھیں تو وہ بتائیں گے کہ ویزہ چاہیے ہو تو لوگ کتنی دیر پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا کی اگر کوئی چیز مطلوب ہے تو کتنا کچھ کرتے ہیں۔ نماز سے پہلے پانچ منٹ آ جانے میں کیا حرج ہے؟ یہ سوچیں کہ اللہ نے بلایا ہے بھکاریوں کو اپنے در پہ، تو جو زیادہ محتاج ہوتا ہے وہ پہلے پہنچ جاتا ہے۔

علمی نکتہ......محبت اظہار چاہتی ہے:

ہمیں اللہ کے در پر بلایا گیا ہے، اس لیے ہم نے وقت سے پہلے جا کر بیٹھنا ہے۔ یاد رکھیں! یہ پکی بات ہے کہ محبت اظہار چاہتی ہے۔ آدمی سفر پر جائے اور دن بھر گھر فون نہ کرے تو شام کو بیوی شکوہ کرتی ہے کہ آپ ہمیں بھول ہی گئے، ہم تو آپ کو یاد ہی نہیں آتے، آپ نے سارا دن call ہی نہیں کی۔ کوئی ملازمت کے لیے پردیس میں جائے اور ایک ہفتہ تک ماں کو فون نہ کرے تو ماں بھی یہی کہتی ہے: بیٹا! آپ ہمیں وہاں جا کر بھول ہی گئے، ہم تو آپ کو یاد ہی نہیں آتے۔ تو محبت اصل میں اظہار چاہتی ہے۔ اسی لیے جب انسان اپنے قریبی لوگوں سے ملے تو محبت کا اظہار کرے، یہ نہ سوچے کہ دل میں بڑی محبت ہے۔ بھئی! اگر دل میں محبت ہے تو اس کا اظہار بھی تو ہونا

چاہیے۔ اور انسان جب سفر سے واپس آئے تو محبت کے اظہار کے لیے بیوی کے لیے تحفہ لے کر آئے، مسکراتا ہوا گھر میں داخل ہو، یہ سب کچھ اظہار محبت کے لیے ہے۔

ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ چھوٹے بچے بھی اس چیز کو نوٹ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن میں مطالعہ میں مصروف تھا، محمد سرمد چھوٹا بچہ ہے، شاید دو سال کی عمر کا تھا۔ یہ کمرے میں داخل ہوا اور میرے پاس آیا۔ میں نے سلام کا جواب تو اس کو دے دیا اور پیار سے دیکھا بھی، لیکن کتاب پڑھتا رہا۔ تو تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ماں کو لے کر آیا۔ اُس کی ماں نے کہا کہ یہ میرے پاس آیا اور شکوہ کر رہا ہے کہ دادا ابّو اب مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ تو کہنے لگا: کیونکہ آج انہوں نے نہ تو مجھے hug کیا ہے نہ kiss کیا ہے، ویسے ہی انہوں نے مجھے سلام کا جواب دے دیا ہے، اس لیے دادا ابّو اب مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ پھر میں نے اس بچے کو بلایا، سینے سے لگایا اور اسے خوب اچھی طرح پیار کیا، تب اُس کو تسلّی ہوئی کہ دادا ابّو اب بھی مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ تو محبت اظہار چاہتی ہے، اگر چھوٹے بچے بھی یہ کہتے ہیں کہ محبت کا اظہار ہونا چاہیے تو اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتے ہیں کہ محبت کا اظہار ہونا چاہیے۔ اب اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کیسے ہوگا؟ جب ہم پانچ منٹ پہلے مسجد میں مصلّے پہ آ کر بیٹھ جائیں گے۔ اے اللہ! آپ کے مؤذن نے ہمیں بلایا، منادی نے ہمیں بلایا کہ آ جاؤ۔ اے اللہ! میں آپ سے محبت کرتا ہوں، میں پانچ منٹ پہلے ہی آ کر بیٹھ گیا ہوں۔ میں آپ سے محبت کا اظہار کر رہا ہوں، میں آپ کو چاہتا ہوں، میں آپ کے چاہنے والوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں، اللہ! میرا نام اپنے عاشقوں میں لکھ لیجیے۔ یہ دعا پانچ منٹ پہلے آ کر مانگیں، پھر دیکھیں! دعائیں قبول کیسے نہیں ہوتیں۔ اولیاء اللہ کو

یہی موقع بموقع دعائیں مانگنی آتی ہیں۔ وہ موقع پہ ایسی دعائیں مانگتے ہیں کہ اللہ فوراً قبول فرما لیتے ہیں۔

علمی نکتہ......نماز میں یکسوئی:

پھر اُس کے بعد نماز پڑھنی ہے، تو ہم کوشش کریں کہ یکسوئی سے نماز پڑھیں۔ نماز کو یکسوئی سے پڑھنے کے لیے سب سے پہلا پوائنٹ یاد رکھیں کہ علماء سے نماز کے الفاظ کا ترجمہ سیکھیں۔ بعض لوگوں کی زندگی کے پچاس ساٹھ سال گزر گئے ابھی تک نماز کے ہر لفظ کا ترجمہ نہیں آتا۔ تو ہم نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، مگر ہمیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ہم اللہ کو کہہ کیا رہے ہیں۔ اتنی تو بے وفائی نہیں ہونی چاہیے، پتہ تو ہو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ کتنی عورتیں ہیں جن کو نماز کا ترجمہ نہیں آتا۔ دعائے قنوت کا ترجمہ اکثر لوگوں کو نہیں آتا ہوگا۔ کہنے کو انجینئر بھی ہیں، ڈاکٹر بھی ہیں، ایم۔ ایس۔ سی بھی کی ہوئی ہے اور عورتوں نے بھی ماسٹرز کیا ہوا ہے، مگر نماز کا ترجمہ نہیں آتا۔ یہ تو بہت بے وفائی کی بات ہے۔ تو سب سے پہلا کام یہ کریں کہ الفاظ کا ترجمہ سیکھیں، تاکہ جب ہم پڑھ رہے ہوں تو ہمیں معنی کا بھی پتہ ہو کہ ہم زبان سے کہہ کیا رہے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ نماز کے اندر اپنے آپ کو یکسو رکھنے کی کوشش کریں۔ طلباء کو مشکل پیش آتی ہے، نماز میں ادھر اُدھر کے خیالات آتے ہیں، کھیل کود کے خیالات آتے ہیں۔ جو بڑی عمر کے مرد ہوتے ہیں اُن کو عورتوں کے خیالات ستاتے ہیں، جو عورتیں ہوتی ہیں اُن کو بچوں کے خیالات ستاتے ہیں یا کپڑے جوتے کے خیالات ستاتے ہیں۔ تو بندے کو خیالات تنگ کرتے ہیں، بزنس والوں کو بزنس کے خیال ستاتے ہیں۔ انسان عام اوقات میں دکان کے اندر ہوتا ہے اور نماز کے لیے جب بزنس سے

آتا ہے تو دکان اِس کے اندر ہوتی ہے، کھڑا نماز میں ہے اور دماغ میں اپنے بزنس کا حساب کتاب سوچ رہا ہے۔ اب اِس سے کیسے بچیں؟ یہ ایک بڑی اہم بات ہے۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز کے دوران ترجمے کا خیال رکھیں، اور دوسری بات یہ کہ نگاہوں کو کنٹرول کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں یہ نکتہ لکھا ہے کہ جو بندہ نماز کے دوران اپنی نگاہوں کو کنٹرول کرتا ہے اُس کو یکسوئی سے نماز پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ قیام میں سجدے کی جگہ پہ نظر رہے، رکوع میں جائیں تو پاؤں کے جو دو انگوٹھے ہیں اُن کے درمیان نظر رہے، جب سجدے میں جائیں تو ناک جہاں رکھتے ہیں وہاں نظر رہے۔ التحیات میں بیٹھیں تو اپنے دامن میں نظر رہے۔ جن کی نظر کنٹرول نہیں ہوتی اُن کو یکسوئی نہیں ملتی، وہ یکسوئی سے نماز نہیں پڑھ پاتے۔

اس میں ایک نکتہ یہ بھی سمجھ لیں کہ شیطان بدبخت ایسا دشمن ہے کہ وہ ذہن میں خیال ڈالتا ہے کہ یکسوئی سے نماز پڑھنی ہے، لہٰذا آنکھیں بند کرلو۔ اب وہ آنکھیں بند کرواتا ہے یکسوئی سے نماز پڑھنے کی خاطر اور جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو بندہ ڈریم لینڈ میں چلا جاتا ہے، پھر اُس کو اپنی زندگی کے گزرے ہوئے واقعات، اپنے پیاروں کی باتیں، وہ سارا یاد آنا شروع ہوجاتا ہے۔ ایک سیریل اُس کے سامنے چلنی شروع ہوجاتی ہے۔ تو نماز میں آنکھوں کو بند کرنے میں خطرہ ہے۔ آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا سنت ہے، سنت کے مطابق نماز پڑھنی چاہیے اور اپنی نگاہوں کو کنٹرول کرنا چاہیے، ورنہ آج تو عورت نماز پڑھ رہی ہوتی ہے گراؤنڈ فلور پہ اور تھرڈ فلور پہ اگر کوئی نام لیتا ہے تو اس کو اُس کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہاں کس نے کیا کہا۔

تو نماز کو یکسوئی سے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اہتمام سے وضو کریں، وقت سے پہلے آ جائیں اور اپنی دل کی حضوری، دل کی توجہ اللہ کی طرف کریں۔

پھر جب نماز میں کھڑے ہوں گے تو حضوری بنی ہوئی ہوگی اور باقی حضوری نماز کے اندر بن جائے گی۔ اُس میں نماز کے معنی کا خیال کریں اور اپنی نگاہوں کو کنٹرول کریں۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے آپ دیکھیں گے کہ آپ کی نماز کی حضوری میں یقینی اضافہ ہوگا۔

علمی نکتہ......سنن ونوافل کا اہتمام:

پھر نماز کی یکسوئی حاصل کرنے کے لیے اگلا نکتہ یہ ہے کہ آپ نماز کے صرف فرض اور واجب نہ پڑھیں، بلکہ نماز کو سنن اور مستحبات کے ساتھ پڑھیں۔ آج کل ہم نے دیکھا ہے عشاء کی نماز علماء بھی نو رکعت پڑھتے ہیں، چار رکعت فرض، دو رکعت سنت اور تین وتر، نو رکعت میں نماز عشاء ادا ہوگئی، یہ تو محبوبِ حقیقی سے بہت ہی سرد مہری ہے۔ عشاء کی نماز سترہ رکعتیں ہیں، ہم سترہ رکعتیں پڑھنے کی عادت ڈالیں، یہ نماز کا اہتمام کہلائے گا۔

نماز کو نوافل کے ساتھ پڑھیں، نوافل کو معمولی نہ سمجھیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن بندے سے جس چیز کا حساب سب سے پہلے لیا جائے گا وہ نماز ہوگی، اگر اس نے نماز مکمل طریقے سے ادا کی ہوگی تو نفل نماز علیحدہ لکھی جائے گی، اور اگر مکمل طریقے سے نہیں ادا کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا: دیکھو! کیا میرے بندے کے پاس نوافل ہیں، تو ان سے فرض کی کمی کو پورا کرو، پھر باقی

اعمال کا بھی اسی طرح حساب لیا جائے گا[1]۔ تو اگر اللہ تعالیٰ نفلوں کو اُس کی جگہ قبول فرما لیں گے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ہمارے نفل فرضوں کی کمی کو پورا کر دیں گے۔

ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ نفل نہ چھوڑیں، بلکہ یہ ذہن میں رکھا کریں کہ کیا پتہ ابھی جو دو رکعت نفل میں پڑھوں گا اِس وقت کا کیا ہوا سجدہ میرے اللہ کو پسند آجائے۔ ہم تو نہیں جانتے کہ ہمارا کون سا سجدہ اللہ کو پسند آئے۔ کیا پتہ جو دو رکعت ہم چھوڑ رہے ہیں وہی دو رکعت اللہ کو پسند آنی تھی اور ہم محروم ہو گئے۔ اس لیے نفل پڑھ لیں جتنا پڑھ سکتے ہیں۔ نفل پڑھنے میں کوتاہی نہ کریں۔ نہ تھکاوٹ باقی رہتی ہے، نہ انسان کو تکلیفیں یاد رہتی ہیں، مگر نفل پڑھنے کا اجر باقی رہتا ہے۔ اس لیے نوافل کو شوق سے پڑھیں۔ نماز کو نوافل کے ساتھ پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

سنت نمازوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ.))[2]

''جس شخص نے دن اور رات میں (فرائض کے علاوہ) بارہ رکعات ادا کیں تو اس کے لیے جنت میں مکان بنایا جائے گا۔ (ان سنتوں کی تفصیل یہ ہے:) چار رکعت ظہر

---

(1) سنن ابن ماجہ: 1426

(2) ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فیمن صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ، 1: 440، رقم: 415

سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت نمازِ فجر سے پہلے۔"

فجر سے پہلی کی دو سنتوں کا ثواب حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔[1]

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَن حَافَظَ عَلٰى أَربَعِ رَكعَاتٍ قَبلَ الظُّهرِ وَأَربَعٍ بَعدَهَا حُرِّمَ عَلَى النَّار.))[2]

"جس شخص نے ظہر سے قبل اور بعد چار چار رکعات کا اہتمام کیا اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی گئی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر سے پہلے کی سنتوں کی رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

((رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا.))

"جس شخص نے عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیں اللہ اس پر رحم فرمائے۔"[3]

اسی طرح اگر ہم عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت کی جگہ چار رکعت نوافل پڑھ لیں جو سنت ہیں تو نبی علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے۔[4]

پھر جب نوافل پڑھ لیے اور نماز مکمل ہوگئی تو اس کے بعد آیت الکرسی پڑھنا،

---

(1) ترمذی

(2) (سنن ابی داود: ۱۱۳۰)

(3) سنن ابی داؤد: 1132

(4) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، وَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، كَانَ كَعِدْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ« المعجم الاوسط 5239، المعجم الكبير للطبرانی 7745

تسبیحاتِ فاطمہ پڑھنا، مسنونہ اور ماثورہ اذکار کرنا، ان کا بھی اہتمام کیجیے اور فوراً اُٹھ کر نہ جایئے۔ آج کل یہ حالت ہوگئی ہے کہ امام جیسے ہی سلام پھیرتا ہے مقتدی فوراً مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں، سلام پھیرتے ہی مسجد آدھی خالی ہو جاتی ہے، ایسا نہ کریں، کچھ دیر مزید بیٹھیں، چاہے وہ پانچ منٹ ہوں، چاہے تین منٹ ہوں، کچھ دیر مزید بیٹھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز پڑھنے کے بعد جب تک مصلے پہ بیٹھا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے سامنے اپنی تجلی رکھتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے: جب تک مصلے پہ بیٹھا رہتا ہے اللہ تعالیٰ تجلی کو بند نہیں فرماتے۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والا بیٹھا ہو اور دیدار کرانے والے میں سخاوت نہ ہو؟ تو ہم نماز پڑھنے کے بعد کچھ دیر بیٹھیں، اذکار کریں، دعائیں مانگیں اور پھر جائیں، چاہے وہ پانچ منٹ دیر ہو یا تین منٹ دیر ہو یا دس منٹ دیر ہو، مگر کچھ نہ کچھ دیر کے بعد جائیں۔ یہ جو دیر کے بعد جانا ہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ اے اللہ! مجھے آپ سے وحشت نہیں ہے۔ جب بندے کو وحشت ہوتی ہے تب بندہ دور بھاگتا ہے۔ اگر بچہ اُستاد سے خائف ہو اور اُستاد اشارہ کرے کہ چلے جاؤ، تو آپ دیکھیں گے کہ سب سے پہلے وہی بچہ کمرے سے باہر نکلے گا، کیونکہ طبیعت میں وحشت ہوتی ہے، لہٰذا وہ سب سے پہلے باہر بھاگتا ہے۔ اور جب محبت ہوتی ہے تو زمین کے اُوپر جیسے ایلفی لگی ہو چپک جاتے ہیں، اُٹھ کر جاتے ہی نہیں، تو یہ جو چپک جانا ہے یعنی اُٹھ کر نہ جانا، یہ اظہار ہے کہ ہمیں آپ سے وحشت نہیں ہے، ہم ابھی بھی بیٹھے ہیں۔

تو نماز سے پہلے اس نیت کے ساتھ آئیں کہ اے اللہ! ہم آپ سے محبت کرتے

ہیں، ہم پانچ منٹ پہلے آ گئے ہیں۔ اور نماز کے بعد تھوڑی دیر سے جائیں اس نیت کے ساتھ کہ اللہ! ہمیں آپ سے وحشت نہیں ہے کہ نماز ختم ہوتے ہی بھاگ جائیں، ہم تھوڑی دیر مزید بیٹھے ہیں کہ ہم آپ کا ذکر کریں گے، آپ سے دعائیں مانگیں گے آپ کو یاد کریں گے، پھر یہاں سے جائیں گے۔ اس کو نماز کا اہتمام کہا جاتا ہے۔

علمی نکتہ...... نوافل اور ان کے فضائل:

اشراق کی نماز اور اس کے فضائل:

فجر کی نماز سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب کے پندرہ بیس منٹ بعد اشراق کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اس نماز میں سب سے اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ فجر کے فرائض کے بعد اپنی جگہ پر باوضو بیٹھے رہیں اور عبادت میں مشغول رہیں، پھر یہ نفل ادا کریں۔ اوسط درجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں کسی بھی جگہ بیٹھ جائے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے، لیکن ذکر الٰہی برابر اپنی زبان سے ادا کرتا رہے۔

اگر انسان وہیں اپنی جگہ پر بیٹھا عبادت کرتا رہے اور پھر دو رکعت ادا کرے تو پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر بیٹھا ذکر الٰہی کرتا رہے، یہاں تک کہ سورج نکل آئے پھر دو رکعت نماز پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکمل، مکمل، مکمل (یعنی پورا ثواب ملے گا، مقبول حج اور عمرے کا)۔[1]

اگر چار رکعت ادا کریں گے تو حدیث مبارکہ میں ہے کہ اس کی کھال کو دوزخ کی

---

1 (سنن ترمذی ص 131، الترغیب ص 195)

آگ نہ چھوئے گی۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور اسی جگہ پر بیٹھا رہے اور دنیاوی کوئی لغوبات نہ کرے، ذکر خدا میں لگا رہے پھر اچھی طرح دھوپ نکلنے کے بعد چار رکعت نماز پڑھے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے کہ اس کی ماں نے اس کو آج جنا ہو۔[2]

حدیث پاک میں ان نوافل کے ادا کرنے کو بہترین نفع کہا گیا ہے اور ان کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پورا دن انسان کی کفالت فرماتے ہیں۔[3]

...... چاشت کی نماز اور اس کے فضائل:

جب آفتاب کی دھوپ میں تیزی آجائے، اندازاً 9 بجے سے لے کر زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک کے درمیان دو، یا چار یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت نوافل پڑھیں۔ ان کو چاشت کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چاشت کی نماز جو پابندی سے پڑھے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔[4]

چاشت کی صرف دو رکعت پڑھنے سے جسم کے جتنے جوڑ ہیں ان کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جسم کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ

---

(1) (بیہقی، ترغیب جلد 1، ص296)

(2) (مسند ابو یعلی، الترغیب ص297، مجمع الزوائد ج2، ص226)

(3) (الترغیب ص299، مجمع الزوائد ص235)

(4) (سنن الترمذی ص108، ابن ماجہ ص98)

کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: چاشت کی دو رکعت پڑھ لینا وہ تمہارے لیے کافی ہے۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاشت کی نماز کے لیے نکلے (یعنی مسجد کی طرف) اور اس کے لیے رکے (یعنی رک کر پڑھے) اسے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاشت کی دو رکعت پڑھتا ہو وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا، اور جو چار رکعت پڑھے گا وہ عابدین کی جماعت میں شمار ہوگا، اور جو چھ رکعت پڑھے گا وہ اس کے دن کے لیے کفایت ہوگی اور جو آٹھ رکعت پڑھے گا وہ قانتین میں لکھا جائے گا اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔[3]

قانتین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کو عبادت میں ممتاز مقام حاصل ہو، حضرت ابراھیم علیہ السلام کو قرآن میں قانت کہا گیا، بی بی مریم علیہا السلام کو قرآن میں قانتین میں شمار کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جو شخص بارہ رکعت چاشت کی نماز پڑھے گا اس کا جنت میں سونے کا مکان بنایا جائے گا۔[4]

نبی علیہ السلام نے اپنے بعض محبوب صحابہ رضی اللہ عنہم کو چاشت پڑھنے کی نصیحت فرمائی کہ

---

(1) (سنن ابو داؤد ص182)

(2) (الترغیب ص425، زاد المعاد ص350)

(3) (مجمع الزوائد ج2 ص236، الترغیب)

(4) (ابن ماجہ ص98، سنن الترمذی ج1 ص463)

جب تک زندہ رہیں اس کو مت چھوڑیں، جیسے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ[1]

نبی علیہ السلام اپنے صحابہ کو سفر اور حضر دونوں میں چاشت کی نماز پڑھنے کی تاکید اور ترغیب فرماتے۔[2]

اوّابین کی نماز اور اس کے فضائل:

مغرب کے فرائض اور سنتوں کے بعد 6 رکعت نفل پڑھنے کو اوّابین کہا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى بَعْدَ المَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عَدَلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً))[3]

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اور درمیان میں کوئی (دنیاوی) گفتگو نہ کرے تو اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھے گا خدا اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ (ترمذی)

محدثین وفقہاء نے ان چھ رکعتوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ تین رکعت فرض پڑھنے کے بعد سنت مؤکدہ پڑھے اور پھر دو دو رکعت کر کے اوّابین کے نوافل ادا کرے۔ اس میں بھی دو درجے ہیں، بہتر تو یہ ہے کہ مغرب کی سنتوں کے بعد پوری چھ رکعت

---

1 (صحیح مسلم ج1 ص350، ابوداؤد ص203، النسائی)

2 (کشف الغمہ ص118)

3 ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ

صلوۃ اوّابین پڑھیں، ورنہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو چار رکعت صلوۃ اوّابین پڑھیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ان چار میں دو سنت مؤکدہ شمار کر کے چھ نفل شمار ہوں گے۔ سالکین کو چاہیے کہ چھ نفل اوّابین کے یا کم از کم چار نفل اوّابین کے مغرب کی سنتوں کے بعد ضرور پڑھیں۔

تہجد کی نماز اور اس کے فضائل:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام طور پر عادت طیبہ تھی کہ آپ شروع رات میں سو جاتے اور پھر آخری تہائی میں اٹھ کر عبادت کیا کرتے۔ اس کو تہجد کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز کے بھی تین درجے ہیں: ایک اَولیٰ کہ آخری تہائی میں اُٹھ کر نماز پڑھنا۔

ایک اوسط درجہ کہ اگر اندیشہ ہو کہ رات کے وقت آنکھ نہیں کھلے گی تو پھر رات کو سونے سے پہلے عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کبھی شروع رات میں عشاء کے بعد رات کی نماز پڑھتے اور سو جاتے۔[1]

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اگر رات کو ادا نہ ہو سکے تو دن کو نصف النہار سے پہلے پڑھ لیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نماز پر اتنی مداومت اور ہمیشگی فرمائی کہ کسی مرض یا شدت نیند یا تکلیف کی وجہ سے رہ جاتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھ لیتے، تاکہ عبادت میں دوام رہے۔[2]

لیکن کبھی بھی یہ نماز چھوڑتے نہیں تھے، اگر سفر میں ہوتے تو پھر بھی سواری پر بیٹھے بیٹھے تہجد کی نماز پڑھتے۔ (مسند ابی شیبہ، کنز العمال ج8 ص288)

---

1 (مسند احمد ص294)

2 (صحیح ابن خزیمہ ج3 ص195، سنن ابو داؤد)

اگر بہت تھکے ہوتے یا بیمار ہوتے تو بیٹھ کر پڑھتے مگر پھر بھی یہ نماز نہ چھوڑتے۔
اکثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت شروع میں چھوٹی پڑھتے اور پھر لمبی رکعتیں پڑھتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر 8 رکعت تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز (تہجد) ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی ص 240)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا: مجھے وہ اعمال بتایئے کہ جس پر عمل کروں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، جب لوگ سو رہے ہوں تو تم رات کو نماز پڑھو، سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (الترغیب ج1 ص 425)

نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کو بتایا کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے جس کا اندر باہر سے نظر آتا ہے (یعنی شیشہ کا محل ہے)۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کس کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: جو خوشگوار کلام کرے، کھانا کھلائے اور رات میں نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔ (الترغیب)

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب محشر قائم ہوگا تو ایک گروہ کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور یہ لوگ قلیل ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جن کے پہلو اپنے بستر سے الگ رہتے تھے۔ (الترغیب ص 462، بیہقی)

ایک مرتبہ حضرت جبریل امین نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا: جان لو! مؤمن کا شرف رات کی نماز ہے اور اس کی عزت لوگوں سے استغنا ہے۔ (الترغیب۔ کنز العمال)

نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہماری امت کے اشراف اور معزز لوگ ہیں: قرآن کے حاملین اور راتوں کو نماز پڑھنے والے۔(ابن ابی دنیا، ترغیب431)

نبی علیہ السلام تہجد کے وقت نماز میں لمبی تلاوت کرتے تھے۔ سلف صالحین کا بھی یہی شعار تھا کہ وہ راتوں کو جاگتے اور ان نمازوں کو قرآن سے چمکاتے۔ ہر کسی کو جتنا بھی قرآن یاد ہوتا کوشش کرتے کہ تہجد کے وقت میں نماز میں قرآن کی تلاوت کرنے کا لطف محسوس کرے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو انسان رات تہجد کے وقت اٹھ کر عبادت کرتا ہے وہ کبھی نامراد نہیں ہوگا۔(طبرانی۔ترغیب)

یہ وقت قبولیت دعا کا ہے، اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا نزول آسمانِ دنیا پر ہوتا ہے اور وہ اعلان فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں؟ کوئی توبہ کرنے والا جس کی میں توبہ قبول کروں؟ یہ اعلان ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تہجد پر مانگی ہوئی دعا ایک ایسا تیر ہے جو کبھی بھی اپنے نشانے سے نہیں چوکتا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رات میں ایک وقت ہے جس کو یہ وقت مل جائے اور وہ دنیا اور آخرت کا کوئی بھی سوال کرے تو اسے مل جاتا ہے، اور یہ وقت ہر رات میں رہتا ہے۔(مسلم، ترغیب)

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو رات کو لیتا نہیں وہ صبح دیتا نہیں۔ یعنی رات کو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر، رجوع کر کے انسان کو ایسے قرب اور معرفت کے

خزانے حاصل ہوتے ہیں کہ ان کے بغیر جو انسان بھی دین کی خدمت اور محنت سر انجام دیتا ہے وہ لوگوں کے پاس خالی ہاتھ جاتا ہے۔

اگر کسی کو حقیقی لطف نصیب ہو جائے تو بیداری شب کی لذت اور اس وقت میں رو کر دعائیں کرنا اس کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں ہیچ محسوس ہوں گی۔

اس کے بارے میں علامہ اقبال نے یوں فرمایا ہے:

؎ واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

اور ایک جگہ یوں لکھا:

؎ عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جنت میں ایک درخت ہے، جس کے نیچے سے سونے کا گھوڑا نکلے گا، اس کی زین اور لگام موتی اور یاقوت کی ہوگی، وہ نہ تو ”لید“ کرے گا، نہ پیشاب، اس کے کئی پَر ہوں گے، حدنظر پر اس کے قدم پڑیں گے، پھر اہل جنت اس پر سوار ہوں گے تو وہ ان کو لے کر اڑے گا، جہاں جانا چاہیں گے۔ یہ شان دیکھ کر ان سے نیچے درجے والے جنتی کہیں گے: اے رب! تیرے بندے اس مرتبہ پر کیونکر پہنچے؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ رات میں نماز (تہجد) پڑھتے تھے اور تم لوگ سوتے رہتے تھے، یہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم کھاتے پیتے تھے، یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کرتے تھے، یہ جان کی بازی لگاتے تھے اور تم بزدل بنے رہتے تھے۔“

(ابن ابی الدنیا)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کی رات میں نماز (تہجد) زیادہ ہوگی، اس کا چہرہ دن میں زیادہ حسین ہوگا۔'' (ابن ماجہ)

جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

"تمہیں تہجد ضرور پڑھنی چاہیے، اس لیے کہ یہ تمہارے سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب سے نزدیک ہونے کا ذریعہ ہے، گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔'' (ترمذی)

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

''بدن سے بیماری کو دور کرنے والی ہے۔'' (طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"جو شخص رات کو اٹھے اور اپنی گھر والی کو بیدار کرے اور دونوں نماز (تہجد) کی دو رکعتیں پڑھیں تو ان دونوں کو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھا جائے گا"۔ (نسائی)

ایک اور حدیث میں چند خوش نصیبوں کا ذکر ہے، جن کے تین انعامات ہیں:

1. ......خدا ان سے محبت کرتا ہے۔
2. ......ان کے سامنے ہنستا ہے۔
3. ......ان سے خوش ہوتا ہے۔

ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کی خوبصورت بیوی ہو، عمدہ نرم بستر ہو اور وہ ان کو چھوڑ کر رات کو نماز تہجد کے لیے اٹھے، اس کے بارے میں خدا خود فرمائے گا کہ اس نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور میرا ذکر کیا، حالانکہ اگر یہ چاہتا تو سو جاتا"۔ (طبرانی)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں یہ بھی ہے:

''اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا: میرے بندے کو اس کام (تہجد پڑھنے) پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ فرشتے عرض کریں گے: اے رب! آپ کے پاس کی چیز (جنت ونعمت) کی امید نے اور آپ کے پاس کی چیز (دوزخ وعذاب) کے خوف نے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تحقیق میں نے ان کو وہ چیز عطا کردی جس کی امید کی تھی اور اس چیز سے محفوظ کردیا جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تورات میں لکھا ہے:

''جن لوگوں کے پہلو خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں، ان کے لیے خدا نے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال گزرا، ان نعمتوں کو مقرب فرشتے اور نبی مرسل بھی نہیں جانتے۔''

(مستدرک حاکم)

تہجد صالحین کا شعار ہے۔ کوئی اللہ کا ولی ایسا نہیں ہوگا کہ اُس کو ولایت کا مقام ملا ہو اور وہ تہجد کا پابند نہ ہو۔ اللہ اُن کی آنکھ خود بخود کھلوا دیتے ہیں، جتنے بھی وہ تھکے ہوئے ہوں، جتنے بھی مصروف ہوں، یا جتنا بھی نیند کا غلبہ ہو، ان کی تہجد میں آنکھ کھل جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شب آخر میں ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔[1]

حدیث پاک میں ہے: جب رات آتی ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے تین گروپ

[1] (بخاری جلد 1 صفحہ 153، مسلم صحفہ 258)

بناتے ہیں، پہلے گروپ کو فرماتے ہیں: فلاں فلاں یہ میرا مبغوض بندہ ہے، میرا ناپسندیدہ بندہ ہے، میں نہیں چاہتا یہ رات کے وقت اُٹھ کر مجھ سے دعا مانگے۔ میں اسے کچھ نہیں دینا چاہتا، تم جاؤ اور ان کے قریب جا کر تھپکی دے کر گہری نیند سُلا دو، یہ رات کو اُٹھ ہی نہ سکیں۔ چنانچہ فرشتوں کا گروپ آتا ہے اور کچھ لوگوں کو گہری نیند سُلا دیتا ہے، تہجد میں اُن لوگوں کی آنکھ ہی نہیں کُھلتی۔ تو یہ نہ سوچنا ہم تہجد میں نہیں اُٹھتے بلکہ یہ سوچنا اللہ ہمیں اُٹھنے نہیں دیتے۔ یوں سوچیں کہ اللہ ہماری شکل دیکھنا پسند نہیں فرماتے۔ پھر دوسرے گروپ کو اللہ فرماتے ہیں: جاؤ فلاں فلاں میرے محبوب بندے ہیں پَر مار کے ان کو جگا دو، تاکہ یہ تہجد پڑھیں، مجھ سے مانگیں اور میں ان کو عطا کروں۔ چنانچہ یہ وہ لوگ ہیں جو اُٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ پھر تیسرے گروپ کو فرماتے ہیں: فلاں فلاں یہ میرے بڑے پیارے بندے ہیں، بڑے مقبول بندے ہیں، مجھے ان سے بہت محبت ہے، یہ سارا دن دین کے کام میں، دین کی دعوت میں مصروف رہتے ہیں، جاؤ اور ان کی کروٹ بدل دو۔ دائیں کروٹ ہے تو بائیں کر دو، بائیں کروٹ ہے تو دائیں کر دو۔ تو جب کروٹ بدلو گے تو ان کی آنکھ کھلے گی، یہ چاہیں گے تو اُٹھ کے تہجد پڑھیں گے اور یہ چاہیں گے تو سوئے رہیں گے، میں ان کے تہجد پڑھنے پہ بھی راضی، میں ان کے سونے پہ بھی راضی۔

اُن کا سونا ہمارے نماز پڑھنے سے افضل ہوتا ہے۔ تو یہ نہ کہنا کہ میں تہجد نہیں پڑھتا بلکہ یوں کہو کہ مجھے پڑھنے نہیں دی جاتی، مجھے اللہ تعالیٰ اُس وقت اپنے سامنے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

اور ایک پوائنٹ تہجد کے حوالے سے یہ یاد رکھیں! ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ایک گھنٹہ

اذان سے پہلے اُٹھ کر تہجد پڑھیں۔ اذان سے کم از کم بیس منٹ پہلے اُٹھیں یا پندرہ منٹ پہلے اُٹھیں یا آدھا گھنٹہ پہلے اُٹھیں۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ پہلے اُٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرض کریں! اذان کا وقت شروع ہوتا ہے ساڑھے چار بجے، تو آپ زیادہ سے زیادہ چار بجے اُٹھیں، ورنہ سوا چار بجے بھی اُٹھ سکتے ہیں۔ سوا چار بجے اُٹھنے میں دس منٹ میں آپ وضو کر لیں اور جو پانچ منٹ باقی رہ گئے اُس پانچ منٹ میں آپ چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔ نبی علیہ السلام دو رکعت مختصر پڑھتے تھے اور باقی دو رکعت میں آپ علیہ السلام بڑی سورت پڑھتے تھے۔ طلباء کے لیے یا جو بچوں والی عورتیں ہوں ان کے لیے چار رکعات کافی ہیں، مگر تہجد پڑھنی ضروری ہے، اگر اللہ اُٹھنے کی توفیق عطا فرما دے۔

بعض لوگوں کو بیت الخلاء میں ٹائم زیادہ لگتا ہے، آدھا آدھا گھنٹہ بیت الخلاء میں لگا دیتے ہیں، تو اگر بیت الخلاء میں ٹائم زیادہ لگتا ہے تو پھر آپ اتنا جلدی اٹھیں۔ عام طور پر مردوں کو دیکھا ہے کہ یہ بیت الخلاء میں جا کر اس طرح بیٹھ جاتے ہیں جس طرح یہ بیت الخالہ ہوتا ہے۔ بیٹھے رہتے ہیں اور اُٹھنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ تو جو بیت الخلاء میں آدھا گھنٹہ لگائے وہ اُس میں مزید دس منٹ شامل کر لے۔ مقصد یہ کہ ہم اذان سے دس منٹ پہلے وضو کر کے مسجد میں آ جائیں اور چار رکعت نفل پڑھ لیں۔ چار رکعت نفل پڑھنے پہ چار منٹ، چھ منٹ لگتے ہیں، اُس کے بعد جو دو چار منٹ بچیں گے اُسی میں دعا مانگ لیں۔ اتنی تہجد بھی آپ کی اللہ کے ہاں قبول ہو گی۔

علمی نکتہ......تہجد گزاروں میں نام شامل:

اب یہاں ایک نکتہ سمجھیں کہ اگر کوئی آدمی بینک کے اندر اکاؤنٹ کھلوائے اور اُس میں پانچ سو روپے جمع کروا دے تو اُس کے اکاؤنٹ میں پانچ سو کی رقم لکھ دی

جاتی ہے۔اب اگر بینک کے مالک یہ نیت کریں کہ ہم اپنے اکاؤنٹ ہولڈر کی لسٹ بناتے ہیں تو جہاں اربوں پتی کی لسٹ بنے گی، لاکھوں والے کی بنے گی، ہزاروں والے کی بنے گی، اس پانچ سو والے کا بھی نام اُس لسٹ میں شامل ہوگا، کیونکہ اس کا اکاؤنٹ کھلا ہوا ہے اور اس نے پانچ سو روپے اس میں رکھے ہوئے ہیں۔اگرچہ مقدار تھوڑی ہے، لیکن اکاؤنٹ موجود ہے، بالکل اسی طرح جب اللہ کے عاشقوں کی فہرست پیش ہوگی، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ساری رات نماز پڑھتے تھے، رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ساری رات تہجد پڑھتی تھیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے وضو سے فجر پڑھتے تھے، جہاں اُن کے نام آئیں گے، وہ تو اربوں پتی ہوں گے، وہاں ہم مسکینوں کا نام بھی آئے گا۔قیامت کے دن اللہ کے عشاق میں ہمارا نام شامل ہوگا، اگر ہم چار رکعت مختصر پڑھ لیا کریں۔ ہر طالب علم کے دل کی یہ تمنا ہونی چاہیے کہ میں تہجد گزاروں میں اپنا نام لکھوالوں۔اگر آپ پندرہ منٹ پہلے نہیں اُٹھیں گے تو جب اذان ہوگی تب تو آپ کو دھکے سے اُٹھا دیا جائے گا۔خود نہیں اُٹھیں گے تو اُستاد پہنچ جائیں گے، سونے نہیں دیں گے۔جب پندرہ منٹ بعد اُٹھنا ہی ہے تو بہتر ہے پندرہ منٹ پہلے اُٹھ کر اللہ کے عاشقوں میں نام شمار کروالیں۔اور ایک نکتہ اس میں یہ ہے کہ جو بندہ روزانہ تہجد کی نماز پڑھ کر اپنا نام اللہ کے عاشقوں میں شامل کروائے گا، کیا یہ اللہ کی رحمت سے ممکن ہے کہ وہ اُس کو قیامت کے دن دشمنوں کی قطار میں کھڑا کر دے؟ کیسے ممکن ہے؟ ایک بندہ روزانہ چار نفل پڑھ کر اللہ کے عاشقوں میں نام لکھواتا تھا، اب قیامت کے دن کیسے ممکن ہے کہ فرشتے اُس کو کہیں کہ جاؤ اللہ کے دشمنوں میں کھڑے ہو جاؤ؟ یہ ممکن ہی نہیں، اللہ یقیناً اُس کو عشاق میں کھڑا کریں گے

اور اُس کو اجر عطا فرمائیں گے۔ تو کوئی رات ایسی نہ ہو جس میں سالکین تہجد گزاروں کی فہرست میں اپنی entry نہ کروائیں۔ اگر کوئی سالک محسوس کرے کہ علمی مشغولیت کی وجہ سے آج وہ تھکا ہوا ہے اور وہ تہجد نہیں پڑھ سکے گا تو وہ سونے سے پہلے پڑھ لے۔

عورتوں کے لیے اور بھی آسانی ہے، جوان بچیاں کئی مرتبہ مشترکہ گھروں میں رہتی ہیں، اُن کے لیے تہجد کے وقت اُٹھنا مشکل ہوتا ہے، سب سے پہلی بات یہ کہ اُن کا اُٹھنا ان کے اپنے والدین کو شک میں ڈال دیتا ہے، کہ ہماری جوان بیٹی رات کے اس وقت میں کیوں اُٹھ رہی ہے؟ کیوں چل پھر رہی ہے؟ تو اُن کے لیے اُٹھ کر تہجد پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر مشترکہ فیملی ہے جیسا کہ اکثر گھروں میں ہوتا ہے، چچا رہتے ہیں، پھوپھی رہتی ہیں، اُس وقت تو غیر محرم کا فتنہ بھی ساتھ ہوتا ہے۔ جوان لڑکیوں کے لیے رات میں اٹھنا غیر محفوظ ہے۔ اگر بالفرض کمرے میں ہی بیت الخلاء ہے تو پھر کوئی مشکل نہیں ہے۔ اُن کے لیے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا ممکن ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ سونے سے پہلے عشاء کے بعد تہجد پڑھ لیں، اُن کو اللہ تعالیٰ تہجد کا ثواب عطا فرما دیں گے۔ اور بالفرض کسی دن تہجد قضاء ہو جائے، نہیں اُٹھ سکے تو حدیث پاک میں آتا ہے: جو رات کی عبادت قضاء کر بیٹھا اگر وہ اشراق کے نفل ادا کر دے گا تو اللہ اُس کو رات کی عبادت کا بھی ثواب عطا فرما دیں گے۔ طلباء کی اگر تہجد چھوٹ جائے تو اگلے دن اشراق کی نماز ضرور ادا کریں، تا کہ entry ہو جائے یا عشاء کے بعد یا تہجد کے وقت یا اشراق کے وقت۔ اللہ بھی کتنے کریم ہیں! اللہ نے کتنے مواقع دے دیے کہ تم اگر شروع میں کر سکتے ہو تو کرو، درمیان میں کر سکتے ہو تو کرو، آخر میں کر سکتے ہو تو کرو۔ تو آج کے بعد اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کا اظہار کریں تو تہجد

ہمیں ان تین میں سے کسی ایک وقت ضرور پڑھ لینی چاہیے۔

تین صورتوں میں سے ایک صورت میں تہجد ضرور پڑھنے کی کوشش کریں، یا عشاء کے بعد نفل پڑھیں یا اذان سے آدھا گھنٹہ بیس منٹ پہلے اُٹھ کر پڑھ لیں یا پھر اشراق۔ اور اگر تہجد کے وقت میں پڑھیں تو کیا بات ہے! اس لیے کہ تہجد کے وقت میں پڑھنے والوں میں اللہ کے عشاق کا نام بھی شامل ہوگا۔ وہ وقت ہوتا ہے جب رحمتیں اور برکتیں اُترتی ہیں۔

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: دیہات کی وہ عورتیں جو اذانوں کے وقت اُٹھ کر لسّی بناتی ہیں وہ بھی تہجد کی برکات سے محروم نہیں رہتیں۔ اُس وقت اتنی برکتیں ہوتی ہیں کہ جو عورتیں اُس وقت گھروں میں جھاڑو دیتی ہیں، لسّی بناتی ہیں، اُن کو بھی برکتوں میں سے حصہ ملتا ہے۔ اس لیے جو صبح کا وقت ہوتا ہے، اس کو ہماری پنجابی زبان میں کہتے ہیں: 'نور پیر دا ویلا'۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ نورانی وقت ہوتا ہے اور پیر کے بتائے ہوئے وظائف کا وقت ہوتا ہے، تو وقت کا نام ہی ''نور پیر دا ویلا'' پڑ گیا۔ اُس وقت ہم اُٹھ کر تہجد پڑھ لیں اور اپنا نام اللہ کے چاہنے والوں میں شامل کروائیں۔

صلاۃ الحاجات:

جب کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو وہ اللہ کی تائید و نصرت حاصل کرنے کے لیے کم از کم دو رکعت نفل بطور حاجت پڑھے، یہ نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ یا کسی انسان کی طرف کوئی حاجت ہو تو اسے چاہیے کہ اچھی

طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور بارگاہ رسالت میں تحفۂ درود پیش کر کے یہ دعا مانگے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ))

(سنن الترمذی، مستدرک حاکم، مسند بزار)

''نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ جو بہت بردبار و بزرگ ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو عرش عظیم کے پروردگار ہیں، سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہاں کی پرورش کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! آپ کی رحمت کے واجب کرنے والی چیزوں کا اور ان چیزوں کا بھی سوال کرتا ہوں جو آپ کی مغفرت کو لازمی کر دیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا سوال کرتا ہوں اور ہر بھلائی میں اپنا حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے رحمان! میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی رنج دور کیے بغیر اور جو حاجت آپ کو پسند ہو پوری کیے بغیر نہ چھوڑیے۔''

صلاۃ الاستخارۃ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو استخارے کی تعلیم دی اور اس کے اہتمام کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخارہ اس طرح سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں (یعنی استخارہ کی تاکید کرتے تھے دعا کو اہتمام سے

یاد کراتے)۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب بھی کوئی اہم کام پیش آئے تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو اور اس کام کا نام لو (ھٰذَا الاَمْر پر)۔ (بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کی سعادت مندی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور اس کے فیصلے پر راضی رہے، اور اس کی بدبختی میں سے ہے کہ یہ استخارہ چھوڑ دے اور اللہ کے فیصلے پر ناراض ہو۔ (الترغیب ج1ص 480)

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ، فَاقْدُرْہُ وَیَسِّرْہُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ، وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ))

''یااللہ! میں آپ کے علم سے استخارہ کرتا ہوں اور آپ کی قدرت سے طاقت چاہتا ہوں اور آپ کے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ آپ قدرت رکھتے ہیں، میں قدرت نہیں رکھتا، آپ علم رکھتے ہیں، میں علم نہیں رکھتا، بے شک آپ غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں، یااللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے بہتر ہے، میرے دین کے اعتبار سے بھی، میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے بھی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بھی، تو اسے میرے لیے مقدر فرما دیجیے، اسے میرے لیے آسان کر دیجیے اور اس میں مجھے برکت عطا فرمائیے، اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام میرے لیے برا ہے، میرے دین کے اعتبار سے یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے یا میرے انجام کار کے لحاظ سے تو اسے مجھ سے دور کر دیجیے اور مجھے اس سے دور کر دیجیے اور میرے لیے جہاں

بھی بہتری ہو اس کو مقدر فرما دیجیے اور اس پر مجھے راضی کر دیجیے۔''

صلاۃ التسبیح:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں؟ کیا میں آپ کو نفع نہ پہنچاؤں؟ کیا آپ کو دس خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب تک آپ ان پر عمل پیرا رہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے، پرانے، نئے، غلطی سے یا جان بوجھ کر، چھوٹے، بڑے، پوشیدہ اور ظاہر ہونے والے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔''
(اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نمازِ تسبیح کا طریقہ سکھایا۔) پھر فرمایا:
''اگر روزانہ ایک مرتبہ پڑھ سکو تو پڑھو، اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو، اگر اس طرح بھی نہ کر سکو تو مہینہ میں ایک بار، اگر ہر مہینے نہ پڑھ سکو تو سال میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھ لو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی)

متعدد روایتوں میں اس صلوٰۃ التسبیح کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے، نفل نمازوں میں اس سے زیادہ فضیلت کہ کبیرہ گناہ تک معاف ہو جائیں اور یہ کہ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ پڑھ لیں یہ اور کسی نماز کے متعلق نہیں فرمایا گیا۔

سالکین کو چاہیے کہ ہر ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح پڑھیں۔ جمعہ کی رات کو تہجد کے وقت بھی پڑھ سکتے ہیں، ورنہ جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھ لیں۔

نمازِ توبہ:

مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت دو رکعت نفل نمازِ توبہ ادا کی جا سکتی ہے۔ خصوصاً گناہ سرزد ہونے کے بعد اس نماز کے پڑھنے سے گناہ معاف کر دیے

جاتے ہیں۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حِبان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ وضو کر کے نماز پڑھے، پھر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴿۱۳۵﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

''اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کر گزرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کیے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے۔''

سالکین کو چاہیے کہ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر گناہ پر ندامت کے ساتھ توبہ کرے، تاکہ اس گناہ کے اثر سے قلب زنگ آلود نہ ہو جائے اور گناہ کی ظلمت توبہ سے دور ہو جائے۔

تحیۃ الوضو:

ہر مرتبہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا سوائے ان اوقات کے جن میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہو یا ممنوع ہو۔

صحیحین میں یہ واقعہ منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے موقع پر جب جنت میں

تشریف لے کر گئے تو انھوں نے اپنے آگے قدموں کے چلنے کی آواز سنی۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ کون سا ایسا عمل ہے جو آپ کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو یہ مقام حاصل ہوا؟ انھوں نے فرمایا کہ میں جب بھی وضو کرتا ہوں تو اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتا ہوں۔جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی کے سبب آپ کو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔

ترمذی اور مسند احمد میں منقول ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت خواب میں دیکھتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی چاپ اپنے سے آگے سنتے۔ جب انھوں نے دریافت کیا کہ اے بلال! کس وجہ سے آپ ہمیشہ مجھ سے سبقت کر جاتے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ میں اور تو کوئی عمل نہیں ہے بس کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میرا وضو ٹوٹا ہو اور میں نے فوراً دوبارہ وضو نہ کیا ہو، اور کہ جب بھی میں وضو کرتا ہوں میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ جو بھی سنت اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے جس میں سہو نہ ہو (یعنی خشوع اور توجہ کے ساتھ) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (الترغیب، مسلم، بخاری)

ایک اور حدیث مبارکہ میں تحیۃ الوضوء کی نماز کی اس طرح فضیلت بیان کی گئی ہے:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ))[1]

---

[1] (صحیح مسلم ج1 ص122، سنن ابو داؤد، سنن ابن ماجہ، الترغیب)

’’جس نے اچھی طرح کامل وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی، دل اور تمام اعضاء جوارح کی توجہ کے ساتھ، تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔‘‘

تحیۃ المسجد:

((قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ)) (صحیح مسلم:۷۱۴)

’’نبی ﷺ نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت پڑھ لے۔‘‘

ایک حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مساجد میں جائیں گے، لیکن دو رکعت نماز نہیں پڑھیں گے۔ (کشف الغمہ)

صلوٰۃ شکر:

مختلف مواقع پر نبی ﷺ نے شکراً دوگانہ ادا فرمائے۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے صلوٰۃ شکر ادا فرمائی اور اس میں بہت طویل سجدہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے بہت طویل سجدہ کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے اتنا طویل سجدہ کیا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ستر ہزار افراد کو بلا حساب جنت میں داخل ہونے کی خبر دی۔[1]

---

[1] مجمع الزوائد صفحہ 289

راہِ ولایت کے مسافر کی دن بھر کی نمازیں:

تو یہ چار نمازیں جو نفل ہیں اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد، یہ عام لوگوں کے لیے تو نفل نمازیں ہیں، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہیں، اللہ کا ولی بننا چاہیں اُن کے لیے محبت کے راستے کے فرائض میں سے ہیں۔ وہ نفل نمازوں کا اہتمام اس طرح کرتے ہیں جس طرح عام لوگ فرض نمازوں کا اہتمام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو ہمیں پانچ نمازیں نہیں پڑھنی، بلکہ نو نمازیں پڑھنی ہیں، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد۔ بعض اوقات شیطان دماغ میں ڈالتا ہے: ''او جی پڑھائی میں حرج ہوتا ہے'' یقین کیجیے! جو نو نمازیں پڑھتے ہیں وہ بہتر پڑھتے ہیں بہ نسبت دوسروں کے۔ یہ شیطان کا دھوکہ ہوتا ہے کہ جی ہمارا وقت کا حرج ہو رہا ہے۔ رجوع الی اللہ میں ہم سالکین کو گھنٹوں کے مراقبے نہیں بتاتے، لیکن جو مسنون اعمال ہیں یا ایسے اعمال جن کے احادیث مبارکہ میں فضائل ہیں، اُن کو آپ پڑھیں اُن کی برکت آپ کو ملے گی۔ اور دسویں نماز جمعہ کے دن صلاۃ التسبیح بھی پڑھیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز پڑھنی سکھائی اور فرمایا کہ چچا! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ہر روز یہ نماز پڑھا کریں، اور اگر ہر روز نہیں پڑھ سکتے تو ہر ہفتے پڑھا کریں، اور اگر ہر ہفتے نہیں پڑھ سکتے تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اور اگر مہینے میں ایک مرتبہ نہیں پڑھ سکتے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اور اخیر میں فرمایا کہ اگر سال میں ایک مرتبہ نہیں پڑھ سکتے تو زندگی میں ہی ایک دفعہ پڑھ لیں۔ تو ایسی نماز جس کے بارے میں اللہ کے حبیب علیہ السلام تمنا کرتے ہیں کہ روز پڑھیں تو ہم اُس کو ہفتے میں تو ایک دفعہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ عورتوں کے پاس کئی مرتبہ وقت زیادہ

ہوتا ہے وہ بیشک صلاۃ التسبیح روزانہ پڑھیں۔بعض مشائخ ایسے گزرے ہیں جو روزانہ تہجد میں صلاۃ التسبیح پڑھتے تھے اور کئی سال تک روزانہ پڑھن کا اُن کا معمول رہا۔

محبوب سے ہم کلامی کے بہانے:

پھر کچھ نمازیں ہیں جیسے وضو کے نفل، اُس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں، جب بھی وضو کیا دو رکعت نفل پڑھ لیے۔ جب بھی مسجد میں قدم رکھا تحیۃ المسجد (دو نفل مسجد میں آنے کے) پڑھ لیے۔ یہ محبت کی بات ہے۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے کسی سے تعلق ہو تو دل کرتا ہے کہ اس سے بار بار فون پہ بات کریں، لوگ بہانے ڈھونڈتے ہیں۔

ہمیں ایک بار تجربہ ہوا کہ ایک صاحب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، وہ ہمیں دعا کروانے کے لیے گھر لے گئے۔ ہم اُن کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے، انہوں نے بیٹھتے ہی فون اُٹھایا اور بیوی کو فون ملا کر کہا: بس حضرت صاحب گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں۔ اطلاع تو ہوگئی، لیکن وہ فون ہر تھوڑی دیر کے بعد کرتے۔آٹو بٹن لگاتے اور فون کان کے ساتھ لگا کر کہتے: اچھا! ہم اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں۔ پھر دو تین منٹ کے بعد، اچھا ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں، اچھا یہاں ٹریفک زیادہ ہے تھوڑا ٹائم زیادہ لگ رہا ہے، اچھا ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں، راستے میں انہوں نے تقریباً بیس دفعہ اپنے بیوی کو حالات کے بارے میں بتایا اور پھر کہا: میں اپنے دروازے پہ پہنچ گیا ہوں۔تو اُس وقت میں نے اپنے دل میں سوچا کہ واقعی محبت اسی کا نام ہے کہ انسان بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ ورنہ جب کہہ دیا گیا تھا کہ ہم بیٹھ گئے ہیں گاڑی میں اور چل رہے ہیں تو پتہ تھا کہ پندرہ منٹ کا راستہ ہے، پہنچ جائیں گے، لیکن پندرہ منٹ میں اُس اللہ کے بندے نے پندرہ منٹ بات کی اور بیوی کو بتایا اور جب گاڑی سے اترنے لگے تو

فرمانے لگے کہ حضرت اُتر گئے ہیں اور میں گاڑی بند کر رہا ہوں اور ہم ابھی لفٹ میں آتے ہیں، تم دستر خوان لگا دو اور حضرت کو میں لے کر آ رہا ہوں۔ جس طرح محب اپنے محبوب سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے اسی طرح وہ بندہ جس کو اللہ سے محبت ہوتی ہے وہ اللہ کے سامنے نماز پڑھنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد یہ سب اللہ سے ملاقات کے بہانے ہیں۔ نماز میں مومن کی اللہ سے بات چیت ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے: مومن جب پڑھتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، اللہ جواب دیتے ہیں: ((حَمِدَنِیْ عَبْدِی)) (میرے بندے نے میری تعریف کی)۔ پھر بندہ اگلے آیت پڑھتا ہے اللہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ تو ہم کلامی تو اچھی لگتی ہے، دل چاہتا ہے ہم کلامی کریں۔

علمی نکتہ......نماز کا اہتمام کرنے کا طریقہ:

نماز کے اہتمام میں ہم ایک تو فرض نمازیں تسلی کے ساتھ پڑھیں، پھر جو نماز کے نفل ہیں ان کو نہ چھوڑیں، اور جو چار نفل نمازیں ہیں اُن کو بھی پڑھیں، پانچواں صلاۃ التسبیح کو بھی پڑھیں اور تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد کی بھی عادت ڈال لیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((قُرَّةُ عَینِی الصَّلَاةُ[1]))

''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: بلال! میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا دو۔ تو جب نماز اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، ہم بھی نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں۔

---

[1] النسائی 3391

یہ نماز کا اہتمام ہے۔ آج کے بعد ہم نماز کو ایسے پڑھیں گے کہ باقاعدہ مسنون طریقے سے توجہ کے ساتھ، نوافل کے ساتھ۔ کئی مرتبہ لوگوں نے گھر میں کبوتر رکھے ہوتے ہیں اُن کے پر کاٹ دیتے ہیں، وہ پرواز نہیں کر سکتے، تو جو نماز نوافل اور باقی اذکار کے بغیر پڑھی جائے وہ کٹے پَر والے پرندے کے مانند ہے، وہ پرواز نہیں کر سکتی۔ تو اپنی نماز کو ایسا پڑھیں کہ وہ پرواز کر سکے اور اللہ تک پہنچے۔

نوافل کے فضائل پر اگر انسان غور کرے تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دن میں کتنے مواقع مغفرت کے بنائے ہیں۔ تحیۃ الوضو پر گناہ معاف، صلوۃ التسبیح پر گناہ معاف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کی انتہاء کر دی، جو انسان چاشت کے وقت 12 رکعت پڑھتا ہے اس کا جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔ اس دنیا کا امیر سے امیر بندہ بھی ایک دن میں گھر نہیں بنوا سکتا، نہ ہی روز نیا گھر بنوا سکتا ہے، مگر اللہ کی شان کہ مومنین پر اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ ان عبادات پر جنت میں گھر بننے کی بشارت دی، حقیقت میں اس دنیا میں گھر بنانا مشکل ہے اور آخرت میں گھر بنوانا آسان ہے۔

نماز کے بعد کے اذکار:

1. ...اَسْتَغْفِرُ اللہَ (تین مرتبہ) (مسلم 591)
2. ...اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ (مسلم 937)
3. ...لَا إِلٰہَ إِلَّا اللہُ وَحْدَہُ لَا شَرِیکَ لَہُ، لَہُ الْمُلْکُ، وَلَہُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیرٌ (3 مرتبہ) (صحیح البخاری/6473-844)

4... لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (ایک مرتبہ) (صحیح مسلم 594)

5... لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ (ایک مرتبہ) (صحیح المسلم 594)

6... اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ایک مرتبہ) (ابوداؤد 1522)

7... أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ (تین مرتبہ) (ابوداؤد 1517)

8... لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (ایک مرتبہ) (صحیح مسلم 594)

9... اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (ایک مرتبہ) (صحیح البخاری 844)

10... 33: سُبْحَانَ اللّٰهِ 33: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 33: اَللّٰهُ أَكْبَرُ (یہ تینوں کلمات 99 مرتبہ پڑھیں) (صحیح البخاری 843)

11... 100 مکمل کرتے ہوئے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (صحیح المسلم 597)

12... لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (فجر اور مغرب کے بعد 10 مرتبہ) (صحیح المسلم 2693)

13... آیۃ الکرسی (آیۃ 255 سورۃ البقرۃ) (سنن النسائی)

14... سورۃ الاخلاص (قل هو الله احد)

⑮ ...سورۃ الفلق (قل اعوذ برب الفلق)

⑯ ...سورۃ الناس (قل اعوذ برب الناس)

(باقی نمازوں کے بعد ایک مرتبہ ہر سورت، فجر اور مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھیں)

(اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ أَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، اجْعَلْنِي مُخْلِصًا لَكَ وَأَهْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ نُورَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (ایک مرتبہ) (سنن ابی داؤد 1508)

⑰ ...اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

(ایک مرتبہ) (سنن ابی داؤد 1509)

⑱ ...رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ إِلَيَّ، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا، لَكَ ذَاكِرًا، لَكَ رَاهِبًا، لَكَ مِطْوَاعًا إِلَيْكَ، مُخْبِتًا، أَوْ مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي (ایک مرتبہ)

(سنن ابی داؤد 1510)

تہجد کے وقت کے اذکار:

(19) ......تہجد کے لیے اٹھنے کے بعد یہ پڑھے:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ
وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ
اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا
یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی
رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ
لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ
بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا
فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الثَّوَابِ ۝ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝ؕ مَتَاعٌ
قَلِیْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا
رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○﴾ (آل عمران 190-200) (صحیح بخاری 183)

''بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بار بار آنے جانے میں ان عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اوور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں، پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ اے ہمارے رب! آپ جس کسی کو دوزخ میں داخل کر دیں، اسے آپ نے یقیناً رسوا ہی کر دیا، اور ظالموں کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہ ہوں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی طرف پکار رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، چنانچہ ہم ایمان لے آئے۔ لہٰذا اے ہمارے پروردگار! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجیے، ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجیے، اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر کے اپنے پاس بلائیے۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ کچھ بھی عطا فرمائیے جس کا وعدہ آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم سے کیا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کیجیے۔ یقیناً آپ وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کی (اور کہا) کہ: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب آپس

میں ایک جیسے ہو۔لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی، اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں، اور جنہوں نے (دین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کردوں گا، اور انہیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہترین انعام ہے۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کا شہروں میں (خوشحالی کے ساتھ) چلنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تو تھوڑا سا مزہ ہے (جو یہ اڑا رہے ہیں) پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بدترین بچھونا ہے۔لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوئے عمل کرتے ہیں، ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اللہ کی طرف سے میزبانی کے طور پر وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے کہیں بہتر ہے۔اور بیشک اہل کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو ان پر نازل کی گئی تھی، اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہیں۔ بیشک اللہ حساب جلد چکانے والا ہے۔اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ، اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جمے رہو۔اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔“

(20) ......تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوں تو پڑھیں:

”اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ،

عَالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ"
(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی 103)

21 ......تہجد کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھیں:

24 ... اَللّٰهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ قَيَّامُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، أَنْتَ الحَقُّ، وَوَعْدُكَ الحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، إِنَّكَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ. (سنن الترمذی 3418)

8 ......قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کرنا:

آٹھواں پوائنٹ ہے قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کرنا۔ قرآن مجید کی تلاوت سے انسان کی زندگی میں برکت آتی ہے۔ اللہ کا نام بھی برکت والا، اللہ کی ذات بھی برکت والی اور اللہ کا کلام بھی برکت والا۔

اللہ کا نام بھی برکت والا، فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾[1]

''بڑا بابرکت نام ہے تمہارے پروردگار کا جو عظمت والا بھی ہے، کرم والا بھی۔''

اللہ کی ذات بھی برکت والی، فرمایا:

---

[1] سورۃ الرحمٰن آیۃ 78

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ ۝١﴾[1]

''بڑی شان ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ کا کلام بھی برکت والا، نبی ﷺ نے فرمایا:

((تَبَرَّكْ بِالْقُرْاٰنِ، فَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى.))

''قرآن سے برکت حاصل کرو، پس وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔''[2]

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَا مِنْ كَلَامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ كَلَامِهٖ، وَمَا رَدَّ الْعِبَادُ إِلَى اللّٰهِ كَلَامًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَلَامِهٖ))[3]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک قرآن کریم سے زیادہ عظیم کوئی بھی کلام نہیں، اور بندے کا تمام کلام جو اللہ تعالیٰ کو پیش کیا جاتا ہے اس میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب قرآن ہے۔''

تلاوتِ قرآن کی اہمیت:

تلاوتِ کلام پاک کی اہمیت کا کچھ اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو جب مبعوث فرمایا تو آپ کے فرائض منصبی کو بیان کرتے ہوئے ''تلاوت'' کو سب سے مقدم رکھا[4]؛ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب امتِ مسلمہ

---

1. سورۃ الملک آیۃ 1
2. الجامع الصغیر للطبرانی
3. سنن الدارمی (3396)
4. آل عمران آیت ۱۶۴، سورہ جمعہ آیت ۲

کے ظہور اور ان میں ایک رسول کی بعثت کی درخواست کی تو فرائضِ رسالت کی نشاندہی کرتے ہوئے سب سے پہلے تلاوت کو ذکر کیا[1] اور جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داریوں کو نبھانے کا ذکر کیا تو دیکھیے! تلاوت کتاب ہی کو پیش پیش رکھا جاتا ہے[2]، پھر یہ کہ تلاوت خود اللہ رب العزت کا فعل ہے[3] اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب عمل ہے، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔[4]

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے اور کلام اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور حق تلاوت ادا کرنے پر خصوصی نوازش کی ہے، تو جس چیز کی یہ شان واہمیت ہو اس کے آداب وطریقے اور اس پر مرتب ہونے والے فوائد وثمرات بھی کیا کچھ ہوں گے۔

تلاوتِ قرآن کی کثرت:

قرآن مجید کے حقوق میں سے ایک اہم حق اس کی تلاوت ہے اور تلاوت افضل الاذکار ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَفْضَلُ عِبَادَةِ أُمَّتِي قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ."[5]

اور مشہور حدیث ہے کہ دو شخص قابل رشک ہیں: ایک وہ جو رات دن تلاوت میں

---

1. بقرۃ آیت ۱۲۹
2. بقرہ آیت ۱۵۱
3. بقرہ آیت ۲۵۲
4. پارہ 26
5. شعب الایمان للبیہقی 1865

مشغول رہتا ہے اور اللہ رب العزت نے شب و روز کی گھڑیوں میں تلاوت کرنے والوں کی توصیف فرمائی ہے، اور رسول اکرم ﷺ نے وَارْزُقْنِی تِلَاوَتَہٗ آنَآءَ اللَّیلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ کے ذریعے کثرتِ تلاوت کی دعا فرمائی ہے۔

اور فضائلِ قرآن کی دیگر احادیث کی وجہ سے علماء فرماتے ہیں:

"یُسْتَحَبُّ الاِکْثَارُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ وَتِلَاوَتِہٖ"[1]

چنانچہ امت کے بے شمار افراد نے کثرتِ تلاوت کو اپنا مشغلہ بنایا۔

قرأتِ قرآن بغیر فہم معانی کے بھی مفید ہے:

دنیا بھر میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا نفع بغیر سمجھے حاصل ہو سوائے "قرآن مجید" کے، کہ یہ ایک ایسی ممتاز کتاب ہے جو ہر حال میں مفید اور نفع بخش ہے۔ تلاوتِ قرآن کا ایک بڑا فائدہ اجر و ثواب کا حصول ہے جو معانی کے فہم و تدبر پر موقوف نہیں ہے[2]۔ اس لیے کہ: (1) ہر عاقل اس بات کو خوب سمجھتا ہے کہ معانی تک رسائی الفاظ و نقوش کے بغیر ممکن نہیں اور الفاظ و نقوش کا حصول اس کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

(2) دوسری چیز اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مخلوق کو اپنی ذات سے قریب کرنے کے لیے سب سے پہلے اسے محض قرأت کی ترغیب دے کر اپنے کلام کا گرویدہ بنایا جائے، کلام کی یہ محنت رفتہ رفتہ اسے فہم و تدبر کی طرف لے جائے گی، اس طرح کلام اللہ کا اصل مقصود بتدریج حاصل ہو جائے گا اور یہی شانِ ربوبیت کا تقاضہ بھی ہے۔ ورنہ اگر پہلے ہی قدم پر قرأت کے لیے فہم معنی کو شرط و لازم قرار دے دیا جائے

---

(1) بیہقی، ج1 ص137

(2) مناہل العرفان، ج۲، ص۱۴۰

اور بغیر فہم کے قرأت کو لغو ٹھہرائیں تو بہت ممکن ہے کہ مخلوق قریب ہونے کے بجائے دور ہی رہیں گے۔

اسی کو کسی حکیم نے خوب کہا ہے:

''ذکر میں اگر دھیان حاصل نہ ہو تو ذکر کو مت چھوڑو؛ اس لیے کہ ذکر سے غافل ہو جانا ذکر میں دھیان نہ ہونے سے زیادہ برا ہے۔''[1]

3 تیسری چیز یہ ہے کہ شریعت نے محض تلاوت کو بھی ایک عبادت قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ)) (ترمذی)

معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے ہر حرف کے پڑھنے پر کم از کم دس نیکیاں متعین ہیں؛ لہٰذا ''الٓم'' کے پڑھنے پر تیس نیکیاں ہوئیں، اس ارشاد نبوی پر غور فرمایئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور مثال جن حروف کو ذکر کیا ہے، ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں اور ان کے معنی اور حقیقت کا علم کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر حرف پر دس نیکیوں کے حصول کی مثال ایسے حرف سے دی جس کے معنی اور مراد انسان کو معلوم نہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کو پڑھنے کا اجر و ثواب سمجھے اور بغیر سمجھے دونوں ملتا ہے۔

عبادت کہتے ہیں ایسے افعال کو جن سے مقصود بندگی کا اظہار ہو، خواہ عقلاً اس کی نوعیت سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کا منشا قرآن کی حفاظت کے اسباب اور

---

[1] بیہقی

تحریف و تبدیل جس کا کتبِ سابقہ شکار ہو چکی ہیں اس سے محفوظ رکھنے کے عوامل کو بڑھانا ہے۔[1]

یہ اجر و ثواب اُس دار آخرت میں ہے جہاں کا سکّہ رائج یہی نیکیاں ہوں گی، دنیا کے سکّے سیم و زر کے ڈھلے ہوئے یا کاغذ کے بنے ہوئے کیا کام آئیں گے، پس جس کتاب کے پڑھنے پر اس قدر عظیم نفع کا وعدۂ حق ہے کیا کوئی دانش مند یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ "قرآن بغیر سمجھے پڑھنے سے کیا فائدہ"؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ بھی ذہن نشین کرتے چلیے کہ تلاوت کے بعض منافع (جیسے محبوب کے کلام سے لذت اندوز ہونے) کا تعلق اصل میں نفس کلام سے ہے، اگرچہ فہم معانی کی وجہ سے لذت دوبالا ہو جاتی ہے۔ غرض یہ کہ تلاوت کا مطلق فائدہ ایک امر مسلّم ہے، خواہ معانی سمجھ میں نہ آئیں، لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ "قرآن بغیر سمجھے پڑھنے سے کیا فائدہ" ان کا یہ نظریہ عقل سلیم اور شریعت کے حقیقی مزاج سے دور ہے۔

پس حسی طور پر جس طرح دِق (ٹی، بی) کے مریض کا ازالہ ہو؛ بلکہ صحت مند حضرات بھی سیر سمندر کو نشاط کے لیے پسند کرتے ہیں؛ حالانکہ مقصود بحر کی غواصی اور لؤلؤ و جواہر کی برآمد ہے؛ لیکن کوئی بھی اِس سَیر کو بے فائدہ نہیں کہتا، تو قرآن کی تلاوت جو بحرِ معانی کی سطح الفاظ کی سَیر ہے آخر کیوں بے فائدہ ٹھہرے گی؟[2]

مزید اطمینان کے لیے ایک خواب بھی مذکور ہے: علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "مناقب احمد بن حنبل" میں منامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا تو میں نے

---

1 مناہل، ج ۲، ص ۱۴۰

2 (اشرف الجواب حصہ چہارم)

پوچھا: اے رب! کون سی چیز سب سے افضل ہے جس سے آپ کا قرب حاصل کرنے والے قرب حاصل کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: میرا کلام۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: اے رب! سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر سمجھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سمجھ کر یا بغیر سمجھے۔

علمی نکتہ.....قرآن کریم خاص انعام انسانوں کے لیے:

ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ كَرَامَةٌ أَكْرَمَ اللّٰهُ بِهَا الْبَشَرَ فَقَدْ وَرَدَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَمْ يُعْطَوا ذٰلِكَ وَأَنَّهَا حَرِيْصَةٌ عَلَى اسْتِمَاعِهِ مِنَ الْإِنْسِ."

"قرآن کا پڑھنا ایسی شرافت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشرف کیا ہے؛ چونکہ یہ چیز فرشتوں کو نہیں ملی؛ اس لیے انسان اس نعمتِ خاصہ کی وجہ سے فرشتوں کے لیے رشکِ تمنا بنا ہوا ہے [1]۔"

یہی وجہ ہے کہ فرشتے ایسی مجالس کی تلاش میں رہتے ہیں، جہاں قرآن پاک کی تلاوت یا مذاکرہ ہو رہا ہو، بالآخر مومنین کی ایسی مجلسوں کو رحمت کے فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور سماعِ قرآن کی برکت سے رحمت الٰہی اور سکینت سے وہ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ [۲]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں یہ حدیث نقل کی ہے:

((إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَسْتَكِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَرَأَ فِي صَلَاتِهٖ وَضَعَ مَلَكٌ فَاهُ عَلٰى فِيهِ، فَلَا يَخْرُجُ مِنْ فِيهِ شَيْءٌ إِلَّا دَخَلَ فَمَ الْمَلَكِ.))

---

1. الحبائک فی اخبار الملائک
2. صحیح مسلم

''جب تم میں سے کوئی رات میں نماز (تہجد) کے لیے اٹھے تو مسواک کر لے؛ اس لیے کہ تم میں سے کوئی بندہ جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ پڑھنے والے کے مُنہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے اور جو چیز پڑھنے والے کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتی ہے۔''

ایک حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے اہل القرآن کو اہل اللہ کہا۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ لِلّٰہِ أَهْلِينَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالُوا: وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰہِ! قَالَ: أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللّٰہِ.))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک مخلوق میں سے بھی بعض اللہ کے اھل ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: وہ کون ہیں یارسولِ اللہ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اھل قرآن ہی اہل اللہ اور خواص میں سے ہیں۔''

مطلق قرآن مجید کے فضائل:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضائلِ قرآن کے سلسلہ میں دو طرح کی روایات ہیں: ایک قسم روایات کی وہ ہے جس میں قرآن کی فضیلت یا کسی مخصوص سورۃ یا آیت کی فضیلت مذکور ہے اور وہ سب روایات قابل اعتبار ہیں۔ یہاں ان میں سے چند احادیث وآثار بالترتیب پیش کرتے ہیں:

۞ ......حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھا کرو؛ اس لیے کہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لیے

---

1 السنن الکبریٰ للنسائی 7977

قیامت کے دن سفارش کرے گا۔[1]

...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ۔ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو بالکل نہیں؛ مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان (خوشبودار پھول) کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔ اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا ہے اور خوشبو بالکل نہیں۔[2]

...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے لوگوں کا مرتبہ بلند کردیتا ہے اور کتنی ہی لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔)[3]

علمی نکتہ: قرآن کی تلاوت روزانہ کرنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو قرآن نے اس قدر مشغول کردیا کہ کوئی دوسرا ذکر نہ کرسکا اور قرآن کی وجہ سے اس کو دعا مانگنے تک کی فرصت بھی نہ ملی تو میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور کلام اللہ کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی

1 صحیح مسلم
2 صحیح بخاری
3 سنن الدارمی 3408

عظمت و بزرگی اس کی تمام مخلوق پر ہے۔[1]

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جو شخص قرآن میں اس درجہ مصروف و مشغول ہو اور قرآن کے ساتھ اتنا شدید وقوی تعلق رکھتا ہو کہ اس کو ذکر و دعا کی فرصت ہی نہ ملے تو اللہ تعالیٰ اس کو مانگنے والوں سے زیادہ عطا فرماتے ہیں، کیونکہ قراءۃ القرآن ہر حال میں اُعظم ترین عبادات وطاعات میں سے ہے۔[2]

علمی نکتہ...... مخصوص سورتوں کے فضائل:

بعض مخصوص سورتیں ہیں، سالکین کو چاہیے کہ ان کی تلاوت کی عادت ڈالیں اور ان کو یاد کرلیں۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ حافظ نہیں ہیں اور بن نہیں سکتے، لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ ان بعض سورتوں کو یاد کرلیں۔ فجر کے بعد سورۃ یٰسین پڑھنا، ظہر کے بعد سورۃ مزمل پڑھنا، عصر کے بعد سورۃ النباء پڑھنا، مغرب کے بعد سورۃ واقعہ اور عشاء کے بعد سورۃ الملک۔ کچھ قرآن کے حصّے ایسے ہیں جن کی بہت فصیلت ہے ان کو یاد کرلیں۔ جیسے سورۃ بقرۃ کی آخری دو آیات، سورۃ آل عمران کا آخری رکوع، سورۃ الزلزال، سورۃ اعلیٰ۔

لہٰذا سالکین طریقت کو چاہیے ان سورتوں کو باقاعدگی سے پڑھیں اور ان کو ساتھ ساتھ یاد بھی کریں۔

---

1 ترمذی

2 سنن الترمذی۔سنن الدارمی

عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الرب عز وجل من شغله القرآن عن ذكري وعن مسألتي أعطيته أفضل ما أعطي السائلين وفضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه

......سورۃ الملک اور اس کے فضائل:

اس کو روزانہ رات سونے سے پہلے پڑھنا مسنون ہے۔

((عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَأَ الٓمٓ تَنْزِيلُ، وَتَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ))[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں سوتے تھے جب تک وہ سورۃ السجدۃ اور سورۃ الملک نہیں پڑھ لیتے تھے۔''

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ، وَهِيَ سُورَةُ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ.))[2]

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: بیشک قرآن میں تیس آیتیں ایسی ہیں جو انسان کی شفاعت کریں گی یہاں تک کہ وہ معاف کردیا جائے گا، اور وہ ہے تبارک الذی بیدہ الملک۔''

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم جا کر ایک قبر پر لیٹ گئے، جبکہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ وہ کسی کی قبر ہے۔ انھیں اندر سے سورۃ الملک کی تلاوۃ کی آواز آئی اور یہ تلاوت جاری رہی، یہاں تک کہ وہ سورۃ مکمل ہوگئی۔ جب انھوں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنایا تو انہوں نے فرمایا: سورۃ الملک مانعہ ہے (یہ عذاب قبر کو منع کرتی ہے آنے سے) اور یہ اللہ کے عذاب سے نجات دیتی ہے۔

---

1. سنن الترمذی 2892
2. سنن الترمذی 2891

اور مستدرک میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب انسان قبر میں داخل ہوتا ہے (اگر وہ اپنی زندگی میں سورۃ الملک پڑھنے والا ہوگا) تو جب عذاب قبر سر کی جانب سے آتا ہے تو اس کا سر اس کو روک دے گا اور کہے گا: تمہارے پاس اس جانب سے آنے کا کوئی راستہ نہیں یہ انسان سورۃ الملک کی تلاوت کرتا تھا۔ پھر وہ عذاب اس کے سینے یا پیٹ کی جانب سے آئے گا اور وہ عضو بھی عذاب کو روک دیں گے اور کہے گا: تمہارے پاس اس جانب سے آنے کا کوئی راستہ نہیں، یہ انسان سورۃ الملک کی تلاوت کرتا تھا۔ پھر وہ عذاب اس کے پاؤں کی جانب سے آئے گا اور پاؤں اس کو روک دے گا اور کہے گا: تمہارے پاس اس جانب سے آنے کا کوئی راستہ نہیں، یہ انسان سورۃ الملک کی تلاوت کرتا تھا۔ اور پھر فرمایا کہ جس نے بھی رات کو اس کی تلاوت کی تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور بہتر ہے۔[1]

پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سورۃ الملک کو عذاب قبر سے دفاع میں خاص دخل ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو غیبت، چغلی، ناپاکی کی بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ ان گناہوں کے سبب عذاب ہوگا، تو ہمیں تو ان گناہوں کو بھی چھوڑنے کی ضرورت ہے اور توبہ کے ساتھ ساتھ اس سورۃ کو سوتے وقت خصوصی اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

اب آپ بتائیں! قبر کا عذاب کتنا عجیب ہوگا کہ انسان تنہا ہوگا، عورتیں ویسے تو کہتی ہیں کہ خاوند چلے یہ چلا گیا، چھوڑ کے چلا گیا، میں گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ بھئی! گھر

---

[1] (تفسیر القرطبی ص205، مستدرک حاکم 3839، صحیح الترغیب 1475)

میں اکیلی ہوتی ہیں تو یہ تو اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے، آپ آبادی میں ہیں کنڈی لگا کے بیٹھی ہیں، قبر میں بھی آپ اکیلی ہونگی، سوچیں! وہاں پھر کیا ہوگا؟ آج تو آپ چیخیں گی، بُلائیں گی تو کوئی نہ کوئی مدد کو بھی آجائے گا، قبر میں تو کوئی مدد کو بھی نہیں آئے گا، وہاں کیا بنے گا؟

تو جو عورت ہر روز عشاء کے بعد سورۃ الملک پڑھ لے، سورۃ الملک کی تیس آیات ہیں، verses of quran30، تیس آیات ہیں، اگر ایک آیت روز یاد کریں تو مہینے میں سورۃ مکمل یاد ہو جاتی ہے۔ تو کون ہے جو کہہ دے کہ میں سورۃ الملک یاد نہیں کر سکتا، ایک مہینے میں سورۃ الملک یاد ہو جاتی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ تمام مسلمانوں کو یہ سورۃ یاد ہوتی۔ روایت میں ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں کوئی بھی ایسا بچہ، جوان، بوڑھا، عورت یا مرد نہیں تھا جس کو یہ سورۃ یاد نہ ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((وَدِدْتُ أَنَّ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ فِي قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ))[1]

''میں چاہتا ہوں کہ سورۂ ملک ہر مومن کے دل میں ہو (یعنی حفظ ہوتی)۔''

......سورۃ یٰس اور اس کے فضائل:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَرَأَ طٰهٰ وَ يٰس قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ، فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ، قَالَتْ: طُوبٰى لِأُمَّةٍ يَنْزِلُ هٰذَا عَلَيْهَا، وَطُوبٰى

---

[1] ص349، ترتيب الأمالي الخميسية للشجري500، حديث السراج برواية الشحامی2148 تفسير القرطبی ص205، تفسير الثعلبی

لِأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا، وَطُوبٰى لِأَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهٰذَا"))[1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰس کی تلاوت فرمائی۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہنے لگے: خوشی اس امت کے لیے جن پر یہ سورتیں نازل ہوں گی۔ سعادت مند ہیں وہ سینے جو ان سورتوں کو محفوظ کریں گے، اور سعادت مند ہیں وہ زبانیں جو ان سورتوں کی تلاوت کریں گی۔''

((عَنْ أَنَسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا، وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰس، وَمَنْ قَرَأَ يٰس كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ))[2]

''ہر شے کا ایک دل ہے، قرآن کا دل یٰسین ہے، جو شخص اُسے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس قرآن کا ثواب لکھتے ہیں۔''

((عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ قَرَأَ يٰس فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قُضِيَتْ حَوَائِجُهُ))[3]

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن کے اوّل حصّے میں سورۃ یٰس پڑھ لیتا ہے اس کی پورے دن کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔''

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ دَاوَمَ عَلٰى قِرَاءَةِ يٰس كُلَّ لَيْلَةٍ، ثُمَّ مَاتَ، مَاتَ شَهِيدٌ))[4]

---

1. سنن الدارمی 3457
2. سنن الترمذی 2887
3. سنن الدارمی (3461)، المعجم الاوسط للطبرانی (3903)
4. المعجم الاوسط للطبرانی (1010)

''جس شخص کا ہر رات سورۃ یٰس پڑھنے کا معمول ہو پھر وہ شخص اپنے بستر پر مرے اللہ تعالیٰ اس کو شہداء میں شامل فرمائیں گے۔''

((سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ يٰس فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ))[1]

''جو شخص رات کے وقت سورۃ یٰس پڑھ لیتا ہے وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ بخشش کر دیے جاتے ہیں۔''

شب جمعہ کو سورۃ یٰسین پڑھنے کی بہت فضیلت ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَإِنَّ فِي كِتَابِ اللّٰهِ لَسُورَةً تُدْعَى الْعَزِيزَةَ وَيُدْعَى صَاحِبُهَا الشَّرِيفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا فِي أَكْثَرَ مِنْ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ وَهِيَ سُورَةُ يٰس))[2]

''بیشک کتاب اللہ میں ایک ایسی سورت ہے جس کو "العزیزہ" کہا گیا ہے اور قیامت کے دن اس کے یاد کرنے والے کو شریف کہا جائے گا، وہ شفاعت کرے گی اپنے صاحب کے لیے ربیعۃ اور مضر (کے لوگوں کی تعداد) سے بھی زیادہ لوگوں کی، اور وہ سورۃ یٰس ہے۔''

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تہجد کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنے پر تین دل اکٹھے ہوتے ہیں: "رات کا دل یعنی آخری پہر، قرآن کا دل یعنی سورۃ یٰسین، انسان کا دل" ان تین دلوں کا اجتماع قبولیت دعا کا سبب بنتا ہے۔

---

1 مسند ابویعلی 6224

2 وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ الْحَكِيمُ فِي نَوَادِرِ الْأُصُول لتفسیر القرطبی الجزء 15، صفحہ 3

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَءُوهَا عَلٰى مَوْتَاكُمْ))[1]

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ قریب الموت شخص پر سورۃ یٰس پڑھا کرو۔''

مسند احمد میں ایک صحابی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس کو پڑھنے سے میت پر اس کی مشکل ہلکی کردی جاتی ہے[2]۔

لوگوں کو چاہیے کہ سورۃ یٰس کو یاد کرلیں اور جب ان پر کوئی مشکل پیش آئے یا موت کا وقت ہو اس سورۃ کی تلاوت کریں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيُقْرَأُ يٰس إِلَّا هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))[3]

''قریب الموت شخص کے پاس سورۃ یٰس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ موت کی سختی کو آسان کردیتا ہے۔''

......سورۃ واقعہ اور اس کے فضائل:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ))[4]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: جو بندہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتا ہے اس کو کبھی بھی فاقہ لاحق نہیں ہوتا۔''

---

[1] مسند احمد 20301، وأبوداود (3121)، وابن ماجہ (1448)

[2] (16969) مسند احمد

[3] سنن الدارمی ص 210

[4] شعب الایمان للبیہقی 2268، مسند احمد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جن کی کئی بیٹیاں تھیں، نرینہ اولاد نہیں تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی بیٹیاں ہیں، آپ کی ضرورت ہے، اِن کے فرض ادا کرنے ہیں تو میں آپ کو کچھ پیسے دے دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنی بیٹیوں کو سورۃ واقعہ سکھا دی ہے وہ ہر روز سورۃ واقعہ پڑھتی ہیں اور اللہ کی طرف سے یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی کہ جو ہر روز سورۃ واقعہ پڑھتا ہے اللہ اُس کو رزق کی تنگی سے بچا لیتے ہیں۔

اب آج کتنے لوگ ہیں جو رزق کی تنگی کے شکوے کرتے ہیں، لیکن سورۃ واقعہ نہیں پڑھتے۔ آج کتنے لوگ ہیں جو رزق کی تنگی کے شکوے کرتے ہیں، لیکن سورۃ واقعہ نہیں پڑھتے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تریاق ہمارے پاس ہے ہم اس کو استعمال نہیں کرتے۔ شیطان ہمیں اُس پر عمل کرنے نہیں دیتا۔

......سورۃ کہف اور اس کے فضائل:

......نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَومَ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ مَا بَينَ الْجُمُعَتَينِ.))

''جس شخص نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لیے ایک نور ظاہر ہوگا اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک۔''[1]

[1] (1) أخرجه النسائي في »عمل اليوم والليلة« برقم: (952، 954)، والحاكم (368/2)، والبيهقي (249/3)، عن أبي سعيد مرفوعا، وقال الحاكم: صحيح الإسناد، وأخرجه الدارمي (454/2) عن أبي سعيد موقوفا.

......نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ كَمَا أُنْزِلَتْ، كَانَتْ لَهُ نُورًا مِنْ مَقَامِهِ إِلَى مَكَّةَ، وَمَنْ قَرَأَ بِعَشْرِ آيَاتٍ مِنْ آخِرِهَا، فَخَرَجَ الدَّجَّالُ، لَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ)) [1]

''جو سورۃ کہف کو پڑھے گا جیسے وہ نازل ہوئی اس کی جگہ سے مکہ تک نور ہوگا۔ اور جو شخص اس کی آخری دس آیتیں پڑھ لے (اور اس ہی زمانے میں دجال کا ظہور ہو جائے) اس انسان پر دجّال مسلط نہیں کیا جائے گا۔''

... ((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: »مَنْ قَرَأَ آخِرَ سُورَةِ الْكَهْفِ لِسَاعَةٍ يُرِيدُ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ، قَامَهَا« قَالَ عَبْدَةُ: »فَجَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ)) [2]

''حضرت زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو بھی سونے سے پہلے سورۂ کہف کا آخری حصّہ پڑھے گا اور رات کے کسی حصّے میں اٹھنے کی نیت کرے گا (تہجد وغیرہ کے لیے)، اس کو اٹھنے کی توفیق ملے گی۔ حضرت عبدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اس بات کو صحیح پایا۔''

فضائل سورۂ الم سجدۃ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک اور سورۂ الم سجدہ پڑھتے تھے۔ [3]

---

1 (2) أخرجه الحاكم (2/368)

2 سنن الدارمی 3349

3 ترمذی (2892)

مسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایت ہے کہ سورۂ الم سجدہ قیامت کے دن آئے گی، اس کے دو بازو ہوں گے، اپنے پڑھنے والے پر سایہ فگن ہوگی اور کہے گی: تم پر کوئی گرفت نہیں، تم پر کوئی گرفت نہیں۔[1]

فضائل سورۃ دخان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رات میں سورۂ دُخان پڑھی تو صبح اس حال میں کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔[2]

سنن ترمذی کی ایک اور روایت ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ قَرَأَ حم الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ«))[3]

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی شب جمعہ کو سورۃ دخان کی تلاوت کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

سالکین طریقت کو چاہیے کہ ان سورتوں کو پڑھنے کی عادت ڈالیں اور ان کو یاد بھی کریں۔ حدیث مبارکہ ہے:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اَلرَّجُلُ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ

---

1 عن ابی عبید الاتقان فی علوم القرآن ۲/۱۹۶

2 مَنْ قَرَأَ حم الدُّخَانَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ« (ترمذی 2888)

3 ترمذی 2889

مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ«))[1]

''نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک جس انسان کے سینے میں قرآن میں سے کچھ بھی نہیں اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک ویران گھر۔''

جس کے سینے میں جتنا قرآن ہوگا اس کا سینہ اتنا ہی منور ہوگا۔

علمی نکتہ......قرآن کریم سے محبت حقیقت میں اللہ کی محبت کی علامت:

چنانچہ جو بندہ صبح سویرے سورۃ یٰسین پڑھے، قرآن کی تلاوت کرے، سارا دن اس کے ساتھ برکت شامل رہتی ہے۔ تو ہم اس چیز کو اہم سمجھیں کہ ہم دن کی ابتداء اللہ کے کلام سے کریں۔ اگر کوئی زیادہ نہیں پڑھ سکتا تو چند سورتیں جو یاد ہیں وہی پڑھ لے، سورۃ یٰسین پڑھ لے۔ قرآن پاک کو ہم زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ ہر دن میں اس کو پڑھیں، اور بار بار پڑھیں تو کیا ہی بات ہے! فجر کے بعد بھی پڑھیں، ہر نماز کے بعد پڑھیں اور عشاء کے بعد بھی پڑھیں۔ بعض مشائخ گھر سے مسجد کی طرف چلتے تھے تو وہ گھر سے لے کر مسجد تک ایک پارہ پڑھ لیا کرتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو پھر ایک پارہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک سے محبت جتنی زیادہ ہوگی اللہ رب العزت سے اتنا تعلق زیادہ ہوگا۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اللہ سے محبت کا اظہار اللہ کی کتاب کے ساتھ محبت سے ہوگا۔ جس کو قرآن سے محبت نہیں ہے اُسے اللہ سے محبت نہیں ہے۔ اگر کوئی اندازہ لگانا چاہے کہ مجھے اللہ سے کتنی محبت ہے تو اُس کی علامت اور اُس کی پہچان قرآن کی محبت سے ہوگی۔

حدیث پاک میں ہے:

---

(1) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث:۱۲۶۱۹

((مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَمَنْ قَرَأَ مِائَةَ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ)) [1]

''جو شخص ہر رات کو دس آیات کی تلاوت کرے گا وہ غافلین کی فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا، اور جو ہر رات سو آیات کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا نام قانتین کی فہرست میں شامل کر دیتے ہیں۔''

بی بی مریم کو اللہ نے قانتین کی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔ [2]

اگر صرف سو آیات کی تلاوت سے انسان کا نام قانتین میں سے لکھا جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ تو قرآن پاک کو زیادہ زیادہ پڑھنے کا شوق ہو، عادت ہو۔ اپنے پاس ایک نسخہ قرآن پاک کا گھر میں رکھیں، اپنے بستر کے قریب رکھیں، تا کہ جب موقع ملا فوراً اُٹھایا اور پڑھ لیا۔ تھوڑا تھوڑا پڑھیں، بار بار پڑھیں تو بھی یہ کافی ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ ایک ہی وقت میں بیٹھ کر آپ تین پارے پڑھیں۔ ایک پارہ پڑھیں، اگر یہ مشکل ہے تو ایک صفحہ پڑھیں، لیکن بار بار پڑھ کر محبت کا اظہار ضرور کریں۔

حدیث پاک میں ہے: قیامت کے دن قرآن پاک بندے کی شفاعت کرے گا:

((اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ))

''روزے بھی شفاعت کریں گے اور اللہ کا قرآن بھی بندے کی شفاعت کرے گا۔''

اور اس کو لے کر جنت میں جائے گا۔ تو قرآن ہماری شفاعت قیامت کے دن کر دے، ہمارا سفارشی بن جائے، سوچیے! یہ کتنی بڑی بات ہے۔ جو لوگ قرآن پاک نہیں

---

[1] مستدرک حاکم (2041)

[2] ﴿وكانت من القانتين﴾ [التحريم/12]،

پڑھے ہوئے وہ پڑھنا شروع کر دیں، جو پڑھے ہوئے ہیں وہ ترجمہ شروع کر دیں اور اُس کی تلاوت کو کثرت کے ساتھ کریں۔

ایک بات یہاں اور بھی بتانی ضروری ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت میں ہم کتنی کوتاہیاں کرتے ہیں، مثلاً: پڑھ رہے ہیں اور دور سے کوئی گزر رہا ہے، تو آدھی آیت پڑھی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾[1]

تو اُٹھ کے اُس کی طرف دیکھ لیا پھر باقی آیت پڑھی:

﴿كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾﴾

پھر کوئی اور آیا تو اس کی طرف دیکھ لیا۔ تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ عورتوں اور کچھ مردوں کو تلاوت کے دوران اِدھر اُدھر دیکھنے کی بہت عادت ہوتی ہے۔ یہ شیطان کی چال ہوتی ہے اور یہ ادب کے خلاف ہے۔ آپ دیکھیں! آپ کسی افسر سے بات کر رہے ہوں اور آدھا فقرہ بول کر آپ دائیں دیکھیں اور پھر آدھا فقرہ بول کر بائیں دیکھیں تو وہ آپ کے منہ پہ ایک تھپڑ لگائے گا کہ بدتمیز! بات مجھ سے کر رہے ہو اور اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہو؟ اگر ایک عام دنیا کا بندہ بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ آدھی بات کر کے آپ دائیں بائیں دیکھیں، اللہ تعالیٰ کہاں پسند کرتے ہوں گے۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی گزر بھی رہا ہو تو آپ آیت کو مکمل کر کے پھر اُس کی طرف دیکھیں۔ پھر اگلی آیت پڑھیں، کئی مرتبہ انسان تلاوت کر رہا ہوتا ہے اور لوگ ڈسٹرب کرتے ہیں، کوئی جا کر سلام کر لیتا ہے، ملنے آجاتا ہے، تو لوگ آدھی آیت پڑھ کر اُس کو سلام پہلے

---

[1] سورۃ کہف آیۃ 107

کر لیتے ہیں، یوں بھی نہیں کرنا چاہیے۔آپ آیت پوری مکمل کریں، پھر اُس بندے کے ساتھ مصافحہ کریں، سلام کریں، اُس سے بات چیت کریں۔ادھوری آیت پڑھ کے اِدھر اُدھر دیکھنا، لوگوں کی طرف متوجہ ہو جانا، یہ ادب کے خلاف ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔قرآن پاک کی تلاوت کے آداب میں سے یہ بھی ادب ہے، اس کا خیال رکھیں۔

9 ...... اللہ سے تنہائی میں مانگنا:

ہم زندگی میں بار ہا دعائیں مانگتے ہیں، مگر کوشش یہ کریں کہ کچھ دعائیں ایسی ہوں جو ہم دوسرے لوگوں سے چھپ کر مانگیں۔لوگوں کے سامنے تو مانگتے ہی ہیں جیسی بھی مانگتے ہیں مگر کچھ نہ کچھ دعا ہمارے اور اللہ کے درمیان راز ہونی چاہیے، چاہے وہ تہجد میں مانگیں، چاہے دن کے کسی وقت میں مانگیں، لوگوں سے چھپ کے تنہائی میں مانگیں۔اور جیسے کوئی کسی سے لپٹ کر مانگتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے لپٹ کے مانگیں۔

علمی نکتہ...... مانگنے والوں کی زبان اور دل میں مطابقت ضروری ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسانی دعاؤں کی حیثیت ہتھیار کی مانند ہے، جب ہتھیار مضبوط اور تیز ہو تو مصیبتوں سے نجات و بچاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے، لیکن یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ دعا بذات خود بھلی ہو اور دعا مانگنے والی زبان اور دل ایک ساتھ رب کریم کی طرف متوجہ ہوں۔

ہم تنہائی میں جو دعائیں مانگیں ان میں ہمارا دل بھی مکمل طور پر رب کریم کی طرف متوجہ ہو، ادھر ادھر کے خیالات نہ آئیں۔ یہ دعائیں نہایت عاجزی اور

تضرع سے مانگیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم دیوبند) کا ایک عارفانہ کلام ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کیجیے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں عجز و انکساری ندامت و خاکساری کو کیا مقام حاصل ہے! حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک چیز نہیں اور جس دربار میں جو چیز نہیں ہوتی اس کی ان کے ہاں بڑی قدر ہوا کرتی ہے۔ اور وہ چیز ہے بندوں کی گریہ و زاری، عاجزی و انکساری اور بندوں کی ندامت، یہ چیزیں دربارِ الٰہی میں نہیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان چیزوں کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

؎ نالۂ مومن ہمی داریم دوست
گو تضرع کُن کہ ایں اعزاز اوست

''اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم مومن کے نالہ (رونے دھونے) کو دوست رکھتے ہیں۔ مومن سے کہہ دو کہ وہ تضرع (گریہ و زاری) کرتا رہے، کیوں کہ یہ اس (مومن) کا اعزاز ہے۔''

پھر دعا میں لجاجت اختیار کرنا اور کوئی نہ کوئی وقت ایسا ہو جس میں مخلوق سے چھپ کے اللہ سے لو لگا کر دعائیں مانگی جائیں۔ اس وقت کوئی آپ کو نہ دیکھ رہا ہو، بس آپ کے اور اللہ کے درمیان راز ہو۔ جس بندے نے اپنے اور اللہ کے درمیان یہ راز والا مسئلہ جوڑ لیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کو جہنم کے عذاب میں نہیں ڈالیں گے۔

اللہ کرے کہ کوئی وقت ہمیں بھی خلوت کا ملے اپنے مالک کے ساتھ، بس اس میں کوئی درمیان میں نہ ہو۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ)) [1]

---

[1] (تفسیر قرطبی ص 96، روح البیان ص 212)

''میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے، جس میں میرے، اور رب کے درمیان نہ کوئی مقرب فرشتہ حائل ہوسکتا ہے اور نہ بھیجے گئے رسول۔''

ہم بھی ایسا وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزاریں جس میں کوئی مخلوق درمیان میں نہ ہو، بس اللہ سے لو لگا کر بیٹھیں اور اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کریں، اپنی زندگی کے غم شکوے اللہ کے سامنے پیش کریں، جو مانگنا ہے اللہ سے مانگیں، اللہ سے محبت کا تعلق جوڑیں۔

زندگی میں کچھ نہ کچھ وقت خلوت کا ہونا چاہیے، محبت انسان کو خلوت پسند بنا دیتی ہے۔ راتوں کو بھی نیند نہیں آتی، تنہائی میں رہنے کو دل کرتا ہے، اور اس کی دلیل حدیث پاک سے ہے، نبی علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے:

((ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ)) (صحیح بخاری، حدیث: ۳)

''پھر ان کو خلوت سے محبت ہوگئی۔''

محبت انسان کو خلوت پسند بنا دیتی ہے۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محو خیال یار ہو جانا

علمی نکتہ...... اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند ہے:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات (زیادہ) پسند ہے کہ بندہ سر ہو کر (یعنی ڈٹ کر، خوب اصرار کر کے) اللہ تعالیٰ سے مانگے، حدیث شریف میں آیا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّينَ فِي الدُّعَاءِ)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ آہ وزاری کے ساتھ بار بار مانگنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔''

میں نے بعض مشائخ کے حالات زندگی پڑھے، ایک ایک دعا کو وہ ستر ستر دفعہ مانگا کرتے تھے۔ ستر دفعہ وہ ایک ہی دعا وہ بار بار مانگتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے: بعض اوقات بندہ دعا مانگتا ہے، اللہ کو اُس کا مانگنا اچھا لگتا ہے تو اللہ انتظار فرماتے ہیں کہ اور مانگے اور مانگے میں اس کے درجے اور بلند کروں۔ اگر اللہ کو ہمارا مانگنا اچھا لگتا ہے تو ہم کیوں نہ بار بار مانگیں؟ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی اگر حاصل ہو جائے تو اس سے بڑی اور کوئی نعمت نہیں ہے۔

؎ تم ہی سے مانگیں گے تم ہی دو گے
تمہارے در سے ہی لو لگی ہے

تو کچھ نہ کچھ وقت ایسا ہو جس میں ہم تنہائی میں اللہ سے مانگیں۔ قیامت کے دن ہم کہہ سکیں کہ اللہ! تُو جانتا ہے کہ میں تنہا تھا، کوئی اور نہیں تھا، اور میں آپ سے یہ مانگتا تھا، اے اللہ! میں یہ مانگتا تھا، میں یہ مانگتا تھا۔ جو تنہائی میں مانگی ہوئی دعائیں ہیں آپ کی زندگی کا اصل ذخیرہ وہ دعائیں بن جائیں گی۔

علمی نکتہ...... نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا انداز:

نبی ﷺ نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے ایسی ایسی خوبصورت اور دل سوز دعائیں مانگی ہیں کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے۔

---

[1] الطبراني في الدعاء (20)، والبيهقي في الشعب (1108) والقضاعي في مسند الشهاب (1069)

صحیح معنوں میں نبی ﷺ نے ان دعاؤں کے ذریعے سے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگیں۔

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي أَخْشَاکَ حَتّٰى کَأَنِّي أَرَاکَ أَبَدًا حَتّٰى أَلْقَاکَ، وَأَسْعِدْنِي بِتَقْوَاکَ، وَلَا تَشْقِنِي بِمَعْصِيَتِکَ، وَخِرْ لِي فِي قَضَائِكَ، وَبَارِكْ لِي فِي قَدَرِکَ حَتّٰى لَا أُحِبَّ تَعْجِيلَ مَا أَخَّرْتَ، وَلَا تَأْخِيرَ مَا عَجَّلْتَ، وَاجْعَلْ غِنَائِي فِي نَفْسِي، وَأَمْتِعْنِي بِسَمْعِي وَبَصَرِي، وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّي، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِي، وَأَرِنِي فِيهِ ثَأْرِي، وَأَقِرَّ بِذٰلِكَ عَيْنِي))[1]

''اے اللہ! مجھے سب سے زیادہ خوف کھانے والا بنا دے، گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، اور اپنے خوف کی سعادت مندی عطا فرما، اپنی نافرمانی سے ہمیں بدبخت نہ بنا اور میرے لیے بہتر فیصلہ فرما اور اپنے فیصلے میں مجھے برکت عطا فرما، تاکہ تاخیر سے آنے والے کی جلدی کو اور جلد ہونے والی کی تاخیر کو پسند نہ کروں، اے اللہ! میرے نفس کو غنا سے پُر فرما اور میرے کان آنکھ سے فائدہ پہنچا اور اس کے خیر کو ہمارے بعد جاری رکھ، جو ظلم کرے اس کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما اور اس کا انتقال مجھے دکھا اور میری آنکھ کو اس سے ٹھنڈی فرما۔''

❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مجلس سے اٹھنے سے قبل یہ دعا فرماتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ

---

1. المعجم الاوسط 5982، الدعاء للطبرانی 1424

مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا))[1]

''اے اللہ! ہمیں اپنا خوف عطا فرما، جو ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی طاعت عطا فرما جو ہمیں آپ کی جنت میں پہنچا دے، اور ایسا یقین جس سے دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کان، ہماری آنکھ اور ہماری قوت سے ہمیں فائدہ عطا فرما اور اس کی خیر کو ہمارے بعد بھی باقی رکھ اور ہم پر جو ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لے، جو ہم سے دشمنی رکھے اس پر ہمیں غلبہ دے اور ہمیں دین کے امور میں آزمائش میں مبتلا نہ فرما اور دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم نہ بنا اور نہ ہماری خواہش کی منزل مقصود بنا اور جو ہم پر نامہربان ہو اس کو ہمارا حاکم نہ بنا۔''

۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے:

((رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِي، وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي شَكَّارًا لَكَ، ذَكَّارًا لَكَ، رَهَّابًا لَكَ، مِطِيعًا إِلَيْكَ، مُخْبِتًا إِلَيْكَ، أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَاهْدِ قَلْبِي،

---

[1] سنن الترمذی 3502، السنن الکبری 10161

وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي))[1]

''اے اللہ! میری اعانت فرما، میرے خلاف کسی کی اعانت نہ فرما، میری مدد فرما، میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما، میرے لیے تدبیر فرما، میرے خلاف تدبیر نہ فرما، ہدایت سے نوازیے اور ہدایت کو آسان فرمائیے، میرے خلاف جو سرکشی پر آمادہ ہو سکے اس کے مقابل میری مدد فرما، اے اللہ! مجھے شکر گزار، بکثرت ذکر کرنے والا، اپنا مطیع و فرمانبردار، اپنی طرف عاجزی کرنے والا، آہ و زاری کرنے والا، رجوع کرنے والا بنا، اے میرے رب! میری توبہ کو قبول فرما، میرے گناہوں کو دھو دے، میری دلیل کو ثابت فرما، میری زبان کو درست فرما اور میرے قلب سے کینہ کو دور فرما۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دعا نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي، وَتَرَى مَكَانِي، وَتَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي، لَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِي، أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيرُ الْمُسْتَغِيثُ الْمُسْتَجِيرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهِ، أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمِسْكِينِ وَأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيلِ، وَأَدْعُوكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيرِ، مَنْ خَشَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ، وَفَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ، وَذَلَّ لَكَ جَسَدُهُ وَرَغِمَ أَنْفُهُ لَكَ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ شَقِيًّا، وَكُنْ بِي رَءُوفًا رَحِيمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُولِينَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِينَ))[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ 3830، سنن ابی داؤد 1510

[2] المعجم الکبیر للطبرانی 11405، الدعاء للطبرانی 877

''اے اللہ! آپ میری بات سن رہے ہیں اور میرے مکان و مرتبہ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ میرے باطن اور ظاہر کو جانتے ہیں، میری کوئی بات آپ پر مخفی نہیں اور میں خوفزدہ فقیر ہوں، فریاد کنندہ پناہ کا طالب ہوں، خوفزدہ ہوں لرز رہا ہوں، اپنے گناہوں کا پورا پورا اقرار کرتا ہوں، تجھ سے سوال کرتا ہوں، جس طرح مسکین سوال کرتا ہے، گڑ گڑاتا ہوں تیرے سامنے ذلیل مجرم کی طرح اور تجھ کو پکارتا ہوں جیسا ایک مصیبت زدہ ڈرنے والا پکارتا ہے اور اس کی طرح پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور جس کے آنسو جاری ہوں اور جس کا سارا جسم تیرے سامنے ذلیل پڑا ہوا اور اس کی ناک خاک آلود ہو، اے اللہ مجھے اپنی دعاء سے محروم نہ فرما اور مجھ پر نہایت ہی شفیق و مہربان ہو جا، اے مسئولین میں سب سے بہتر اور عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر۔''

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ اس بندے کو سکھاتا ہے جس کے ساتھ اس کا کوئی خیر کا ارادہ ہو اور وہ ان کو کبھی نہ بھولے، (وہ کلمات یہ ہیں):

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي رِضَاكَ ضَعْفِي، وَخُذْ إِلَى الْخَيْرِ بِنَاصِيَتِي، وَاجْعَلِ الْإِسْلَامَ مُنْتَهَى رِضَايَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي، وَإِنِّي ذَلِيلٌ فَأَعِزَّنِي، وَإِنِّي فَقِيرٌ فَارْزُقْنِي))[1]

''اے اللہ! میں کمزور ہوں، پس میری کمزوری کو اپنی رضا کے لیے قوت دے اور میری پیشانی کو بھلائی کے لیے قبول کر لے اور اسلام کو میری پسندیدگی کی انتہا بنا، اے اللہ! میں کمزور ہوں، مجھے قوت دے، میں ذلیل ہوں مجھے عزت دے اور میں فقیر

[1] (مستدرک حاکم: ۱/ ۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبۃ)

مسکین ہوں مجھے رزق عطا فرما۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کو کوئی فکر یا غم لاحق ہو اور وہ اس دعا کو پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی فکر کو دور کر دے گا اور غم کو خوشی میں بدل دے گا:

(وہ دعا یہ ہے):

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ ، فِي قَبْضَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ عَلٰى أَحَدٍ فِي كِتَابِکَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَنُورَ بَصَرِي، وَذَهَابَ هَمِّي))[1]

''اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے بارے میں تیرا حکم نافذ ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ عین عدل ہے۔ اے اللہ! میں تیرے ہر اس نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس سے تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے، یا اپنی کسی مخلوق کو سکھایا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنے خاص علم غیب میں اسے مخفی رکھا ہے کہ آپ قرآن کریم کو میرے دلوں کی بہار بنا دیں، میرے سینے کا نور بنا دیں، میرے سے غم کو ہٹانے والا بنا دیں اور میری فکر کو دور کرنے والا بنا دیں۔''

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! تو کیا

---

[1] مسند احمد 3712، مسند ابن ابی شیبہ 329

اسے ہم سیکھ نہ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اسے سنے اسے چاہیے کہ اسے سیکھ لے، کیونکہ وہ شخص بڑے دھوکے میں ہے جو اس سے غفلت برتے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: مانگو اے محمد!...... میں نے یہ دعا مانگی:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَّ بَيْنَ عِبَادِکَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي إِلَيْکَ وَأَنَا غَيْرُ مَفْتُونٍ، اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلٰى حُبِّکَ))[1]

"اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کے کرنے، برائیوں کے چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس بات کا کہ تو ہماری مغفرت فرمادے، اور رحم فرمادے اور جب آپ بندوں کی آزمائش کا ارادہ فرمائیں تو ہماری روح قبض کرلیں اور اس حال میں کہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوا ہوں، اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کا اور جو آپ سے محبت رکھے اس کی محبت کا اور آپ کی محبت کے قریب کردینے والے اعمال کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔"

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کی طرف پیدل سفر کیا اور اہل طائف کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے یہ دعوت قبول نہیں کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی:

---

[1] مسند احمد: 5/423، الدعاء للطبرانی: 1461، مستدرک حاکم: 1/521

((اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضُعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، إِلٰى مَنْ تَكِلُنِي؟، إِلٰى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِي، أَمْ إِلٰى قَرِيبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي، إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ فَلَا أُبَالِي، إِنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِي، أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ تَنْزِلَ بِي غَضَبُكَ، أَوْ تَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ)) [1]

''اے اللہ! تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری کا، بیکسی کا، لوگوں میں حقیر ہونے کا، اے ارحم الراحمین! اے اللہ! تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے؟ ایسے دشمن کے جو میرے ساتھ ترش روئی کرتا ہے، یا کسی قریب کے جس کو میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے، اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو کوئی پرواہ نہیں، تیری حفاظت وعافیت میرے لیے بہت کافی ہے، پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تاریکیاں روشن ہوگئیں، دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہوجاتے ہیں؛ کہ تیرا غصہ ہم پر مسلط ہو، یا تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو، تجھ سے ہی معافی کا خواستگار رہوں تاوقتیکہ تو راضی نہ ہوجائے، تیرے سوا نہ کوئی طاقت نہ قوت۔''

◎ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے:

((اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ، أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي، اَللّٰهُمَّ وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى، وَأَسْأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَنْفَدُ، وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا

[1] المعجم الکبیر للطبرانی 181، الدعاء للطبرانی 1036

تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُکَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ))[1]

''اے اللہ! اپنے علم غیب اور مخلوق پر قدرت کے صدقے دعا مانگتا ہوں، اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں زندگی میرے لیے بہتر ہوں اور جب تیرے علم میں وفات بہتر ہو، تو مجھے وفات دے دے، اور اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ظاہر و باطن میں خوف کا سوال کرتا ہوں، خوشی اور ناخوشی کے موقع پر کلمہ حق مانگتا ہوں اور سوال کرتا ہوں فقر اور مالداری میں اعتدال کا اور ایسی راحت آمیز زندگی کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک کا جو منقطع نہ ہو اور تیرے فیصلہ پر تسلیم و رضا کا اور موت کے بعد پرلطف زندگی کا اور تیرے دیدار کی لذت کا اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں، اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تکلیف دہ مصیبت سے، گمراہ کرنے والی بلا سے، اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ رہنما بنا۔''

(10) ...... نفلی روزوں کا اہتمام:

دسواں نکتہ نفلی روزوں کے متعلق ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں سے نورِ نسبت کا حصول آسان ہوجاتا ہے: (1) معمولات کی پابندی (2) کثرت سے روزے رکھنا (3) کسی بھی حال میں کسی کا دل نہ دکھانا۔

---

[1] سنن النسائی 1305

سالکین طریقت کو چاہیے کہ وہ ہر ماہ میں تین روزے ایام بیض کے اور ہر ہفتے میں دو روزے پیر اور جمعرات کے رکھیں۔

ایام بیض ہر ماہ میں تین روزے کہلاتے ہیں[1]۔ چاند کے اعتبار سے تیرہ، چودہ، پندرہ، ان تین دنوں میں روزہ رکھنا سنت ہے۔ نبی ﷺ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی وصیت فرماتے تھے۔ ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھیں، نبی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحٰى وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ))[2]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے خلیل (نبی علیہ السلام) نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی اور میں نے ان پر مرتے دم تک عمل کیا: (۱) ہر ماہ میں تین روزے رکھنا (۲) چاشت کی نماز پڑھنا (۳) وتر کی نماز سونے سے پہلے پڑھنا[3]۔''

نفلی روزے رکھیں، چونکہ روزہ رکھنے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس سے پوچھا:

''مَنْ اَنَا، وَمَنْ اَنْتَ؟''

''میں کون ہوں اور تو کون ہے؟''

نفس نے جواب میں کہا:

---

1 عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (صيام ثلاثة أيام من كل شهر صيام الدهر، وأيام البيض: صبيحة ثلاث عشرة، وأربع عشرة، وخمس عشرة). رواه النسائي (2420)

2 رواہ البخاری (1124) ومسلم (721)

3 بشرطیہ کہ تہجد میں اٹھنے کا معمول نہ ہو ورنہ تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے۔

"اَنَا اَنَا، وَاَنْتَ اَنْتَ"

"نفس نے جواب میں کہا کہ میں میں ہوں اور آپ آپ ہیں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم کی آگ میں 1000 سال جلایا اور پھر یہی سوال کیا اور پھر نفس نے وہی جواب دیا:

"اَنَا اَنَا، وَاَنْتَ اَنْتَ"

"میں میں ہوں اور آپ آپ ہیں۔"

اس کے بعد زمہریر وادی میں 1000 سال تک برف کی تہوں میں رکھا پھر پوچھا:

"مَنْ اَنَا وَمَنْ اَنْتَ؟"

نفس نے جواب دیا:

"اَنْتَ اَنْتَ وَاَنَا اَنَا"

"تو تو ہے اور میں میں ہوں۔"

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوکا رہنے کا عذاب دیا، اور یہی سوال پوچھا تو نفس نے جواب دیا:

"أَنْتَ رَبِّي الرَّحِيمُ وَأَنَا عَبْدُكَ الْعَاجِزُ"

"آپ میرے رحیم رب ہیں اور میں آپ کا عاجز بندہ ہوں۔"

یہ بھوک کا مجاہدہ نفس کی شہوات کو توڑتا ہے۔ بہت سارے سالکین شکوہ کرتے ہیں کہ جی ہماری آنکھ قابو میں نہیں، دل دماغ قابو میں نہیں، اُن کو چاہیے کہ وہ خاص طور پر نفلی روزوں کا اہتمام کریں۔

حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)) [1]

"(اے نوجوانو!) تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کر لے، پس بیشک اس کے ذریعے سے نظروں کی حفاظت اور شرمگاہ کی حفاظت میں مدد ہوتی ہے۔ اور جو نکاح نہیں کر سکتا وہ روزے رکھے۔ روزہ انسان کی شہوت کو کمزور کر دیتا ہے۔"

لہٰذا یہ تین روزے تو سالکین ضرور رکھیں۔ اگر کوئی نہیں رکھ سکتا تو ہر ہفتے میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھ لیں۔

((وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ)) [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیشک نبی علیہ السلام ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے تھے۔"

جب ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: بیشک بندے کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے کی حالت میں ہوں [3]۔ یہ بھی فرمایا کہ میری ولادت بھی اس دن میں ہوئی اور مجھ پر قرآن بھی اس دن میں نازل ہوا۔ [4]

---

(1) متفق علیہ

(2) رواہ الترمذی (745) والنسائی (2361) وابن ماجہ (1739)

(3) رواہ الترمذی (747)

(4) فیہ ولدتُ، وفیہ أُنزل عليَّ (صحیح مسلم 1162)

نفلی روزوں کے متعلق سائنسی تحقیق:

ایک سائنس کی نئی تحقیق ہے جو کتابوں میں بہت چل رہی ہے، اُس کو کہتے ہیں: ٹُو پلس فائیوtwo plus five۔ٹُو پلس فائیو کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پروگرام ہی ایسے کیا ہے کہ اگر یہ ہر ہفتے میں دو روزے رکھ لے اور باقی پانچ دن نارمل کھانا بھی کھائے تو دماغ وزن نہیں بڑھاتا۔ دماغ وزن بڑھانے کا سگنل دیتا ہے جب سات دن بندہ سکون کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ اس کا نام انہوں نے رکھا ہے: ٹُو پلس فائیو۔ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ انسانی تاریخ میں آج تک وزن کم کرنے کے جتنے نسخے لکھے گئے، جتنی ایکسر سائز بتائی گئیں یا جتنے طریقے اختیار کیے گئے، کوئی کامل نہیں تھا۔ پہلی دفعہ ایسا نسخہ ملا جو کامل ہے۔ سائنسدانوں نے اس پہ تجربہ کیا کہ جو بندے وزن بڑھنے سے گھبراتے ہیں، اُن کو چاہیے کہ ہفتے میں اگر دو دن روزہ رکھ لیں، پانچ دن نارمل کھائیں تو بھی اُن کا وزن نہیں بڑھے گا۔ یہ ٹُو پلس فائیو ہے سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا۔ اور کئی مرتبہ عورتوں کو وزن کا زیادہ مسئلہ ہوتا ہے، وہ چاہتی ہیں کہ ہم بہت بھاری نہ بنیں، پتلی دُبلی نظر آئیں تو اُس کے لیے وہ بے چاری ڈائیٹنگ کرتی ہیں۔ کھاتی ہی نہیں، یا سارا سارا دن بھوکی پیاسی رہتی ہیں، تو اُس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار، ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن افطار۔ اُن کو چاہیے کہ وہ صوم داؤدی پر عمل کریں، خود بخود اُن کا وزن کنٹرول میں رہے گا۔ جو فالتو وزن ہے وہ ختم بھی ہو جائے گا۔ عام ڈائیٹنگ کرنے پر ثواب نہیں ملے گا، روزہ رکھیں گی تو بھوکا رہنے پہ ثواب بھی ملے گا۔

واقعات:

ہمارے ایک جاننے والے ہیں اُن کی زندگی کے ترپین سال گزر گئے، اُن کی زندگی کی ترتیب ہی یہی ہے کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار۔ یہ آسان نہیں ہے، اس کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب مجھے ملنے کے لیے آئے، سیف اللہ چھوٹا بچہ تھا، انہوں نے مجھے حالات سناتے ہوئے بتایا: حضرت! زندگی کے تیس سال گزر گئے اور میں تیس سال سے صائم الدہر ہوں، یعنی تیس سال سے میرا کوئی روزہ قضاء نہیں ہوا، ہر دن روزہ رکھتا ہوں۔ سیف اللہ نے جب سنا تو بڑا حیران ہوا، میرے کان میں آکر کہنے لگا کہ ابو جی! یہ اتنا بزرگ آدمی ہے کہ تیس سال سے روزہ کے ساتھ وقت گزار رہا ہے۔ میں نے اُس سے کہا: ہاں بیٹا! ایک کام اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ کہنے لگا: وہ کون سا؟ میں نے کہا: اِن سے پوچھو کہ کیا ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کر سکتے ہیں؟ یہ بچہ تھا، اس نے بات کر دی کہ آپ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کر سکتے ہیں؟ تو اُس نے کہا: نہیں جی! یہ میں نہیں کر سکتا۔ اُس نے کہا: اب میری عادت بن چکی ہے۔ میں فجر کی اذان سے پہلے کھا لیتا ہوں اور پھر میں مغرب کے بعد کھاتا ہوں۔ یہ میرے کھانے کا وقت بن گیا ہے۔ یہ میری زندگی کی ترتیب بن گئی ہے، تو میرے لیے صائم الدہر رہنا آسان ہے اور ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار میرے لیے مشکل ہے۔ دیکھیے! کرنے والے ترپین سال سے ایسا عمل کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کو ایک صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق معلوم ہوا کہ

انھوں نے ہر رات قیام اللیل اور ہر دن روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((قُمْ وَنَمْ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَذَاكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ «، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: »فَصُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ «، قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ، وَهُوَ صِيَامُ دَاوُدَ. قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ))[1]

''تم رات کو جاگو اور سو بھی، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو، اور اگر تم ہر ماہ میں تین روزے رکھو گے تو اس کی مثال یوں ہی ہے جیسے کہ کوئی ہمیشہ حالت روزہ میں ہو۔ ان صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! میں اس سے بھی افضل عمل کرنے کا شائق ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: پس تم ایک دن روزہ رکھو، اور دو دن افطار کرو۔ ان صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اس سے بھی افضل عمل کرنے کا شائق ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: پس تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، اور یہ سب سے معتدل طریقہ ہے روزہ رکھنے کا، پھر ان صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میں اس سے بھی افضل عمل کرنے کا شائق ہوں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس سے افضل (بہتر انداز روزے کا) اور کچھ نہیں۔''

واقعہ: نفس پر قابو پانے کا آسان طریقہ:

ایک میڈیکل کی طالبہ تھی، ایک مرتبہ اُس نے مجھے کہا: حضرت! آپ مجھے عمل

1 سنن ابی داؤد 2427

بتائیں کہ میں اپنے نفس کا مجاہدہ کروں، اِدھر اُدھر کے خیالات سے میری جان چھوٹ جائے؟ میں نے کہا: آپ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کریں۔ اُس بچی نے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا اور پانچ سال اُس نے اسی ترتیب پر گزارے۔ یہ ابھی کی بات ہے۔ پچھلے سال اُس بچی کی شادی ہوئی اور وہ میڈیکل مکمل کرگئی۔ دیکھیں! بچیاں پانچ سال متواتر ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کر کے گزار دیتی ہیں۔تو اگر ہم میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت عطا فرمائے تو اُن کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی ترتیب ایسی بنائیں۔ ورنہ ٹو پلس فائیو پر عمل ضروری ہونا چاہیے۔عربوں میں اس کا زیادہ رواج ہے۔آپ حرم میں جائیں، حرم میں ہر پیر اور جمعرات کو عصر کے بعد دستر خوان لگتے نظر آتے ہیں۔ ورنہ مہینے کے تین روزوں کی تو ہر بندے کو کوشش کرنی چاہیے۔تو نفلی روزوں کے بارے میں بھی انسان حریص ہو۔

اس کی برکت آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔آپ کا دل گواہی دے گا کہ ہمیں تو جیسے کوئی ایک ایک سیڑھی چڑھ کر چھت پہ پہنچا دیتا ہے، ایسے قدم بقدم ہمیں تو کسی نے ولایت کے درجے پہ پہنچا دیا۔ان اعمال کے کرنے سے یوں ولایت کا نور آپ کے سینے میں آئے گا۔

(11) ......شکر کے مواقع پر شکر کرنا:

گیارہواں نکتہ ہے کہ انسان کی زندگی میں کبھی خوشی ہوتی ہے کبھی غم ہوتا ہے، کبھی صحت ہوتی ہے کبھی بیماری ہوتی ہے، کبھی نفع ہوتا ہے کبھی نقصان ہوتا ہے، ان حالات سے مل کر زندگی بنتی ہے، جب خوشی کے لمحات ہوں تو اس وقت ہمیں اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کرنا چاہیے۔

چھوٹی یا بڑی ہر نعمت کا شکر:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ خوشی کے لمحات کون سے ہوتے ہیں؟ عام لوگ دھوکا کھاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی انوکھی چیز ملے، کوئی عادت سے ہٹ کر چیز ملے تب انسان کا دل خوش ہوتا ہے، نہیں! جب بھی دنیا کے سارے کام ہماری مرضی کے مطابق چل رہے ہوں وہ خوشی کے لمحات ہیں، ہماری صبح کے وقت میں آنکھ وقت پہ کھل گئی، ہم نے تکبیر اُولیٰ کے ساتھ فجر پڑھ لی، تو یہ خوشی کی بات۔ پھر بچے وقت پہ مسجد یا مدرسے چلے گئے، سکول میں چلے گئے، انہوں نے تنگ نہیں کیا، یہ خوشی کی بات، پھر بیوی نے وقت پہ ناشتہ تیار کر دیا، یہ خوشی کی بات، ہم لوگ بھی اپنے وقت پر دفتر میں پہنچ گئے، یہ خوشی کی بات، دفتر میں کوئی بری خبر نہیں سنی، یہ خوشی کی بات۔ تو اس کا مطلب یہ کہ جو جو کام ہماری مرضی کے مطابق ہو رہے ہوتے ہیں وہ خوشی کے لمحات ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ بیوی کے سر میں درد کر دیتے تو وہ تو ناشتہ نہ بنا سکتی، اگر بچے ضد کر لیتے تو ہم ان کو سکول نہ پہنچا سکتے، جب یہ سب کام مرضی کے مطابق ہو رہے ہوں تو وہ خوشی کے لمحات ہوتے ہیں، اس وقت ہمارے لیے اللہ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

جو لوگ فیکٹریوں میں کام کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر مشین ٹھیک ٹھیک چل رہی ہو اور پروڈکشن ٹھیک نکل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ جو مشینوں کی نگرانی کرنے والے لوگ ہیں، وہ نگرانی بڑی ٹھیک کر رہے ہیں، تبھی تو مشینیں چل رہی ہیں، اگر وہ نگرانی نہ کرتے تو مشین خراب ہو جاتی، مشین بند ہو جاتی اور پروڈکشن رک جاتی۔ جب ہمارے حالات کی مشینری ٹھیک ٹھیک چل رہی ہوتی ہے اس کا مطلب

ہے کہ ہماری نگرانی کرنے والا پروردگار ہماری ٹھیک نگرانی کر رہا ہے، ہمیں اس وقت میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، ہر چیز ٹھیک ہی ہونی چاہیے، یہ ہمارا حق نہیں، یہ اللہ کی دین ہے، اسی لیے شکر ادا کرنے والے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو بندے کی یہ بات خوش کر جاتی ہے کہ اِسے ایک بار کا کھانا نصیب ہو یا پینے کا کوئی مشروب اِس کے حلق سے اُترے تو وہ اس کی تعریف میں لگ جائے۔[1]

﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾﴾[2]

''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہوں۔''

آپ غور کریں! کوئی بندہ ایک جوس کا گلاس پلا دے تو ہم اس کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، کوئی بندہ نمکو کھلا دے تو شکریہ ادا کرتے ہیں، جس پروردگار نے صحت جیسی نعمت دی، بھوک جیسی نعمت دی اور دستر خوان پر اتنے کھانے کھلائے کہ ہمارے پیٹ بھر گئے، ہم کھانے کی دعا پڑھنا بھول جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کو تھینک یو نہیں کہتے، ہمیں دعا پڑھنی یاد ہی نہیں ہوتی، تو فطری طور پہ انسان ناشکرا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک نوجوان job ڈھونڈنے کے لیے گیا، انٹرویو ہوا، اس کو job کی آفر ہوگئی۔ اب یہ گھر آئے گا تو ماں پوچھے گی: بیٹا! کیا بنا؟ امی! بس اس نے یہ پوچھا میں نے یہ جواب دیا، اس نے یہ کہا میں نے اس کو یہ جواب دیا، میں نے سوچا اس کو یہ بھی بتا دوں یہ بھی بتا دوں۔ اب آپ دیکھیں کہ ہر بات کے جواب میں یہ کہتا

---

1. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم "إِنَّ اللّٰہَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا" (مسلم 2734)

2. سبا 13

ہے: میں نے یہ کیا، میں نے یہ فیصلہ کیا۔ میں میں میں، اب یہ میں میں بیچ میں آ رہی ہے۔ خوشی ملی تو خدا یاد نہیں رہا، میں میں میں، میں نے جواب دیا، میں نے یہ سوچا، میں نے یہ کیا۔ اگر بالفرض اس کو جاب نہیں ملی تو واپسی پر بیوی نے پوچھا: کیا بنا؟ کہے گا: اللہ کی مرضی۔ بھئی! جب جاب ملی تھی تب بھی اللہ کی مرضی تھی۔

جو اچھے کام ہو رہے ہوتے ہیں وہ بھی تو اللہ ہی کر رہے ہوتے ہیں، اس وقت کیوں نہیں خدا یاد ہوتا؟ اس وقت میں میں میں، میں نے یہ سوچا، میں نے یہ کیا۔ تو نفس ہر چیز کا کریڈٹ خود لینا چاہتا ہے، ہم اللہ کے شکر گزار بندے نہیں ہیں جیسے ہونا چاہیے۔ ہمیں اس کی ٹریننگ بھی نہیں دی جاتی، پھر ہم شکر ادا کرنے والے کیسے بن جائیں؟

واقعات:

چنانچہ بیرون ملک میں ایک مدرسے میں کوئی چالیس کے قریب بچے تھے، ایک مرتبہ میں نے ان کو بلایا اور میرے ہاتھ میں کوئی میٹھی چیز تھی، جو میں ان کو دینا چاہتا تھا۔ میں نے چالیس بچوں میں وہ چیز تقسیم کی، چالیس بچوں میں تقریباً تین یا چار تھے جنہوں نے مجھے تھینک یو کہا اور شکریہ کہا، یا جزاک اللہ کہا، ورنہ باقی چپ، آئے اور لے کر چلے گئے۔ اس کا مطلب یہ کہ مسلمان مائیں اپنے بچوں کو بتاتی ہی نہیں کہ شکریہ ادا کرنا بھی کوئی کام ہوتا ہے، یہ کوتاہی ہماری عورتوں کے اندر ہے، وہ بچوں کو شکریہ ادا کرنا نہیں سکھاتیں، جس کی وجہ سے بچے ناشکرے بن جاتے ہیں۔ باپ فوت ہو گیا، بڑا بھائی بڑی ہمت کوشش کر کے کاروبار کرتا ہے، چھوٹے بھائیوں کو تعلیم دلواتا ہے، پھر ان کو بڑا کر کے شادی کرتا ہے اور یہ جب اپنے پاؤں پہ کھڑا ہو جاتا ہے تو سب

سے بڑا دشمن اپنے بھائی کا یہی بن جاتا ہے۔ بھائی تو محسن تھا، اس نے باپ بن کر تمہاری پرورش کی، لیکن بڑے بھائی کا شکریہ کون ادا کرے؟ ہم نے تو نہیں دیکھا کہ ماں باپ کا کوئی شکریہ ادا کر رہا ہو کہ آپ نے ہمیں محبت پیار سے رکھا، تعلیم دلوائی، الا ماشاء اللہ، شکریہ ادا کرنے کی ہماری فطرت ہی نہیں ہے۔ شریعت اتنی پیاری ہے کہ فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ، لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ.))[1]

''جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''

اور ہمیں شکریہ ادا کرنا آتا ہی نہیں، اس لیے جزاک اللہ کا لفظ بہت کم زبانوں پہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ یہ عاجز پیرس سے سوار ہوا اور امریکہ جانا تھا، تو بالکل میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک انگریز لڑکی آ کر بیٹھ گئی، اس کے پاس اس کی بیٹی تھی جو تقریباً اڑھائی سال کی ہوگی، درمیان میں کھانے کا جب وقت آیا تو میں نے ائیر ہوسٹس کو بتا دیا کہ مجھے نہیں کھانا، اور میں کتاب پڑھ رہا تھا، اس انگریز لڑکی نے کھانا لگوا لیا، اب اگرچہ میں کتاب کی طرف دیکھ رہا تھا، لیکن انسان کا ویژن اتنا ہوتا ہے کہ ایک میٹر دور جو کچھ ہو رہا ہوا سے پتہ ضرور چلتا ہے کہ ہو کیا رہا ہے۔ اگرچہ آپ ڈائریکٹ اس کی طرف نہیں بھی دیکھ رہے، لیکن اندازہ ہوتا ہے۔ میں بیٹھا اپنی کتاب پڑھ رہا تھا، اس ماں نے اپنی بیٹی کو کھانا کھلانا شروع کر دیا، جب اس نے پہلا لقمہ اس کے منہ میں ڈالا تو وہ کہنے لگی: Say Thank you (مجھے کہو، شکریہ) وہ چھوٹی سی بچی کہنے لگی: Mom

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۷۵۰۴

Thank you، پھر اس نے دوسرا لقمہ ڈالا پھر اس نے یہی کہا۔ جب ہر لقمے کے ساتھ تھینک یو کہلوانا شروع کیا تو مجھے بھی محسوس ہوا کہ یہ نارمل سے ہٹ کر بات ہے، میں نے اندازہ لگایا کہ ایک کھانے کے دوران اس ماں نے اپنی بیٹی سے چھتیس مرتبہ تھینک یو کا لفظ کہلوایا، آپ مجھے کوئی ایسی مسلمان ماں بتا دیں کہ جو ایک کھانے کے دوران اپنے بچے کو چھتیس مرتبہ جزاک اللہ کہنا سکھاتی ہو، ایک دفعہ بھی نہیں سکھاتی، چھتیس مرتبہ کا کیا کہنا......! نتیجہ کیا نکلا کہ آج کفار تھینک یو کہنے میں ہم سے زیادہ آگے ہیں، ہم نہیں کہتے، چیز ہماری تھی اپنا کافروں نے لی، ہمارے لیے تو یہ باعث شرم ہونی چاہیے۔ ہمیں بھی اس کی عادت ہونی چاہیے کہ جو کوئی بندہ اچھا کرے، بھلا کرے ہم اس کا شکریہ ادا کریں، بندوں کا بھی کریں، جب بندوں کا شکریہ ادا کریں گے تو اللہ کا شکر ادا کرنے کی عادت ہو جائے گی۔ نبی علیہ السلام نے دعا سکھائی تھی کہ کھانے کے وقت دعا پڑھیں، مگر یاد ہی نہیں ہوتی، پڑھتے ہی نہیں، کیوں کہ ہمیں شکریہ ادا کرنا یاد نہیں ہوتا کہ ہم نے اللہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے، ہم نے تو دیکھا کہ جو جانور ہوتے ہیں، درندے ہوتے ہیں وہ بھی اپنے محسن کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ سرکس میں آپ دیکھیں! شیر کے منہ میں وہ ہاتھ ڈال دیتے ہیں، سر ڈال دیتے ہیں، مگر شیر اُن کو کچھ نہیں کہتا، کیوں؟ اس لیے کہ وہ اپنے محسن کا احسان مند ہے، تو اگر ایک درندہ بھی اپنے محسن کا احسان مانتا ہے تو ہم تو انسان ہیں، کیا ہم اپنے پروردگار کا احسان نہیں مان سکتے؟ تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کریں۔

علمی نکتہ......شکر سے نعمت کو اپنے پاس قید کر لینا:

”اَلشُّكْرُ قَيْدُ الْمَوْجُوْدِ وَصَيْدُ الْمَفْقُوْدِ“

''شکر موجود نعمت کو قید کرنا ہے اور جو نہیں موجود ہوتا اس کو شکار کرنے والا ہے۔''

تو جو نعمتیں ہوتی ہیں، اللہ ان کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ قانون یہ ہے:

﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾[1]

''اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہو نہیں سکتا کہ اللہ اپنے کسی بندے کو شکر کی توفیق دے اور پھر اس کی اس نعمت میں جس پر وہ شکر ادا کرتا ہے مزید اضافہ نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود کہا ہے: ﴿لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ﴾......''[2]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ جب تک چاہتا ہے بندے کو نعمت سے لطف اندوز ہونے دیتا ہے، پھر جب اس سے وہ کوئی شکر نہیں پاتا تو اسی نعمت کو عذاب میں بدل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سے پہلے لوگ شکر کا تذکرہ ''محافظ اور نگہبان'' کے نام سے کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے: نعمت کا تحفظ کرنے اور نعمت کو بچا کر رکھنے والی کوئی چیز ہے تو وہ شکر ہے۔ وہ کہا کرتے تھے: شکر وہ چیز ہے جو کھوئی ہوئی نعمت کو بھی لوٹا لائے۔

مطرف بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: مجھے عافیت نصیب ہو اور میں اس پر شکر ادا کرتا رہوں، یہ مجھے اس سے کہیں عزیز ہے کہ میں کسی آزمائش میں پڑوں اور اس پر صبر کروں۔

ہم صرف لینا ہی لینا جانتے ہیں، شکر ادا کرنا نہیں جانتے۔ انگریزی میں فقرہ ہے:

---

1. سورۃ ابراھیم آیۃ 7
2. الشکر لابن ابی الدنیا، حدیث: ۳

"Allah gives and forgives"

''اللہ دیتا بھی ہے اور معاف بھی کر دیتا ہے۔''

"Man gets and forgets"

''بندہ لیتا بھی ہے اور بھول بھی جاتا ہے۔''

ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے ہمارے ساتھ بھلا کریں، لیکن دوسروں کو بھلائی سے جواب دینا، یہ ہمیں یاد نہیں رہتا۔ تو خوشی کے لمحات میں ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں اور زیادہ ہمیں عطا کریں گے۔ مکان پہ نظر پڑے الحمد للہ کہیں، بچے پر نظر پڑے الحمد للہ کہیں، سواری پہ نظر پڑے الحمد للہ کہیں، بیوی پہ نظر پڑے الحمد للہ کہیں۔ یہ نعمتیں ہیں، جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، لیکن آج اس طرح ہر نعمت کا شکر ادا کرنا یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ دستر خوان پہ بیٹھتے ہیں، من پسند کا کھانا مل جاتا ہے، دعا یاد نہیں ہوتی، افسوس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا گویا ہمیں آتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے رب کریم نے فرمایا:

﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾﴾[1]

''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہوں۔''

اگر ہم شکر ادا نہیں کرتے تو یہ نعمت کی ناقدری ہے، پھر اللہ تعالیٰ ناقدرے انسان سے نعمتوں کو واپس بھی لے لیتے ہیں۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ جو پروردگار نعمتیں دینا جانتا ہے وہ پروردگار نعمتیں لینا بھی جانتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نعمت واپس لے لیتے ہیں انسان کو تب احساس ہوتا ہے، اوہو! یہ تو نعمت چلی گئی، اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ

---

(1) السبا: ۱۳

لوگ نعمتیں ملنے کے بعد اپنی اوقات ہی بھول جاتے ہیں۔

سخاوت اور شکرانِ نعمت کا تعلق:

چنانچہ صحیح بخاری میں ایک حدیث مبارکہ نقل کی گئی ہے، جس میں بنی اسرائیل کے تین لوگوں کا واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک جزامی (کوڑھی)، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ نے ان تینوں کو آزمانا چاہا، ایک فرشتے کو ان کی طرف بھجوایا۔ وہ جذامی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا رنگ اور اچھی جلد (کیونکہ اس حال میں) لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیر دیا تو کوڑھ دور ہو گیا اور اس (کے بدن) کا رنگ اچھا ہو گیا، کھال بھی اچھی ہو گئی۔ پھر فرشتے نے پوچھا: تجھے دنیا کے مالوں میں سے کون سا مال بہت زیادہ پسند ہے؟ وہ کہنے لگا کہ اونٹ۔ چنانچہ اسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی۔ اور فرشتے نے کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اچھے بال، یہ گنجا پن دور ہو جائے۔ (کیونکہ) لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو گنجا پن ختم ہو گیا اور بہت اچھے بال نکل آئے۔ پھر فرشتے نے کہا: دنیا کا کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: گائے۔ فرشتے نے ایک گابھن گائے اس کو دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت دے گا۔ پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ کہنے لگا کہ اللہ مجھے میری بینائی واپس کر دے، تاکہ لوگوں کو دیکھوں، فرشتے نے اس (کی آنکھوں) پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی، فرشتے نے کہا کہ تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے

ایک جننے والی بکری دی۔ پھر ایک وقت آیا کہ جذامی کے پاس اونٹوں کا اور گنجے کے پاس گائے کا اور اندھے کے پاس بکریوں کا ایک جنگل ہو گیا۔ پھر (وہی فرشتہ) اپنی اسی صورت اور شکل میں (جس میں پہلے آیا تھا) جذامی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک محتاج آدمی ہوں، سفر میں میرا سارا سامان جاتا رہا، اب میں اللہ کی مدد اور اس کے بعد تیری عنایت کے بغیر اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھ سے اس ذات (اللہ) کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تیرے بدن کا رنگ اچھا کر دیا۔ تیری جلد اچھی کر دی اور تجھے مال دیا، مجھے ایک اونٹ دے جس پر میں سفر میں سوار ہو کر اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں۔ جذامی نے اسے جواب دیا کہ بہت آدمیوں کا (قرض) دینا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ گویا میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہ تھا، سب لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو محتاج تھا تو اللہ نے تجھے یہ سب عنایت کیا؟ جذامی نے کہا کہ میں تو بزرگوں کے وقت سے مالدار چلا آتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ پھر تجھے ویسا ہی (کوڑھی) کر دے۔

پھر وہ فرشتہ اسی شکل اور صورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا تو اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا، تو فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ پھر تجھے ویسا ہی کر دے۔

پھر وہ فرشتہ اپنی اسی شکل میں اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ میں ایک محتاج اور مسافر آدمی ہوں اور میرے پاس سفر کا سامان بالکل نہیں رہا، اب بغیر اللہ کی مدد اور تیری توجہ کے میں اپنے وطن نہیں پہنچ سکتا، مجھے اس اللہ کے نام پر جس نے تیری آنکھیں (دوبارہ) روشن کیں ایک بکری دے دے، جس سے میں سفر میں اپنے

ٹھکانے پر پہنچ جاؤں۔ اندھے نے کہا کہ بیشک میں اندھا تھا، اللہ نے مجھے بینائی دی، محتاج تھا، مجھے مالدار کر دیا (اس کے نام پر تو مانگتا ہے) جو تیرا جی چاہے وہ لے لے، فرشتے نے کہا: (میں محتاج نہیں ہوں) تو بکریاں رہنے دے، اللہ نے تم تینوں کو آزمایا تھا، تجھ سے تو خوش ہوا اور تیرے دونوں ساتھیوں (کوڑھے اور گنجے) سے ناراض۔

جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماتے ہیں تو ہم اپنی اوقات بھول جاتے ہیں، ہم دوسروں کو کم نظر سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرے بندے کو ہم کم نظروں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ انسان کو چند ٹھیکریاں پیسوں کی مل جانے سے انسان میں ایسا عجب اور تکبر آجائے کہ اس کی آواز میں پیسوں کی چھنکار شامل ہو جائے، یہ اللہ کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ نعمت اس لیے عطا کی تھی کہ یہ بندہ اس سے بھی فائدہ اٹھائے اور اللہ کے بندوں کو بھی فائدہ پہنچاتا، لیکن جب نعمت ملتی ہے تو ہمیں فائدہ پہنچانا بھول جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا))[1]

''ہر صبح دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، جن میں سے ایک یہ دعا کرتا ہے: یا اللہ! ہر اس بندے پر اپنی عطا فرما جو تیری راہ میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا فرشتہ یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ! ہر بخیل انسان کو برباد کر۔''

---

[1] صحیح بخاری 1442، صحیح مسلم

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((اَلسَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ)) [1]

''سخی انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے، جنت کے قریب ہوتا ہے، لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور (جہنم کی) آگ سے دور ہوتا ہے، اور بخیل انسان اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے بھی دور ہوتا ہے، لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور (جہنم کی) آگ کے قریب ہوتا ہے۔ اور جاھل سخی آدمی اللہ کو زیادہ محبوب ہے عبادت گزار بخیل آدمی سے۔''

چنانچہ کئی لوگ کہتے ہیں: حضرت! ایک وقت تھا مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو سونا بن جاتی تھی، آج تو ہم سونے کو بھی ہاتھ لگائیں تو وہ مٹی بن جاتی ہے۔ حضرت! دن پلٹ گئے۔

دراصل یہ دن اس لیے پلٹے کہ ہم نے نالائقی کی۔ اگر ہم شکر ادا کرتے اور اس دیے ہوئے رزق کو اللہ کی دین سمجھتے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں واپس نہیں لیتے، بلکہ اور عطا فرما دیتے۔

علمی نکتہ......آل داؤد علیہ السلام کو شکر کا حکم:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بادشاہی بھی عطا فرمائی۔ ایسی شاہی کہ نہ پہلے کسی کو ملی نہ بعد میں کسی کو ملی۔ انسانوں کے بھی بادشاہ، جنوں کے بھی بادشاہ، پرندوں کے بھی بادشاہ، خشکی کی مخلوق اور تری کی

---

[1] سنن الترمذی 1961

مخلوق کے بھی بادشاہ۔ جیسے آج ہوائی جہاز اُڑتے ہیں ویسے ان کو اللہ نے تخت عطا فرمایا تھا، وہ اپنے لشکر کو لے کر اس پر بیٹھے تھے اور ہوا اُن کے تخت کو لے کر اُڑتی تھی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت بھی دی تھی اور شاہی بھی دی تھی، مگر ساتھ یہ حکم بھی دیا:

﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۝﴾[1]

''اے داود کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جن سے شکر ظاہر ہو۔''

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہی تو ملی تھی داوٗد علیہ السلام کو، پھر آل داوٗد کو شکر ادا کرنے کا حکم کیوں حکم ہو رہا ہے؟ تو مفسرین نے جواب لکھا کہ نعمت جب گھر کے کسی ایک بندے کو ملتی ہے تو وہ صرف ایک کے پاس نہیں ہوتی، بلکہ اس سے فائدہ دوسرے بھی اٹھاتے ہیں، مثلاً: گھر کے سربراہ کو اگر بڑی گاڑی ملی ہے تو بیوی بچے بھی اسی ائیرکنڈیشنڈ گاڑی میں سفر کریں گے۔ اگر اللہ نے بڑے گھر کی نعمت عطا کی ہے تو بیوی بچے بھی اسی میں رہیں گے۔ اگر اللہ نے اس کے لیے دسترخوان پہ بہترین کھانا مہیا کیا ہے تو بیوی بچے بھی وہی کھانا کھائیں گے! تو بات یہ ہے کہ وہ نعمت ایک بندے تک نہیں ہوتی، اس کے جو متعلقین ہیں وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ چونکہ داوٗد علیہ السلام کی بادشاہی سے متعلقین نے بھی فائدہ اٹھایا تھا تو اللہ نے فرمایا:

﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۝﴾

''اے داوٗد کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جن سے شکر ظاہر ہو۔''

مگر ساتھ اللہ نے حقیقت بھی بتادی:

---

[1] السبا: ۱۳

﴿وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿۱۳﴾﴾

''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہوں۔''

جب حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ پیغام ملا تو انہوں نے گھر والوں کو بٹھا کے مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم میرا شکرادا کرو، تو ہم کیسے شکرادا کریں؟ انہوں نے آپس میں مل کر یہ مشورہ کیا کہ ہم گھر کے جتنے افراد ہیں ہر بندہ ایک دو گھنٹے اللہ کی عبادت میں لگا رہے، جب ایک ختم کرے تو دوسرا شروع ہو جائے، دوسرا ختم کرے تو تیسرا شروع ہو جائے۔ انہوں نے چوبیس گھنٹوں کو تقسیم کر لیا تھا، چنانچہ ان کے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی بندہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کا شکر یوں ادا کیا تھا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی بندہ گھر میں عبادت کرتا تھا، کاش کہ آج ہمارے ایسے گھر ہوں کہ کوئی نہ کوئی بندہ ہر وقت اللہ کی عبادت میں لگا رہے، کبھی ماں عبادت کر رہی ہو، کبھی باپ عبادت کر رہا ہو، کبھی بیٹی اور کبھی داماد، کبھی بیٹا اور کبھی بہو، کوئی نہ کوئی ہر وقت اللہ کی عبادت کرے۔ آج تو یہ وقت ہے کہ گھر میں کوئی نہ کوئی سیل فون پہ بات ضرور کر رہا ہوتا ہے، بڑے نہیں کر رہے ہوتے تو چھوٹے کر رہے ہوتے ہیں، کوئی نہ کوئی ٹی وی سکرین کھول کے بیٹھا ہوتا ہے، بڑے نہیں تو بچے تو آئی پیڈ کی سکرین کھول کے بیٹھے ہوتے ہیں، تو سکرین تو گھنٹوں کے حساب سے کھلی رہتی ہے، مگر عبادت نہیں ہوتی۔ یہ ہماری کوتاہی ہے۔ ہم نے بھلا اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کہاں کیا، اگر ہم اللہ کی عبادت ہی ایسی نہیں کرتے؟

اس اللہ نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر لوگ اپنے سے آگے والوں کو دیکھتے رہیں کہ فلاں کے پاس تو بڑی گاڑی ہے میرے پاس چھوٹی گاڑی ہے، فلاں کے پاس تو

کار ہے میرے پاس موٹر سائیکل ہے، تو اس سے دل میں شکر کی کیفیت نہیں پیدا ہوتی۔

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اُنْظُرُوا إِلٰى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ))[1]

''(دنیا کے اعتبار سے) اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو اور اپنے سے اوپر والوں کو مت دیکھو، پس یہ (تمہاری آنکھوں میں) حقیر بنا دے گی ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہیں۔''

دنیا کے معاملے میں بڑوں کو نہ دیکھیں، بلکہ نیچے والوں کو دیکھیں۔ اللہ رب العزت نے ہمیں کتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور کتنے لوگوں سے ہمیں بہتر بنایا، لہٰذا اللہ کا شکر ادا کرنا ہمارے اوپر لازم ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰﴾ (المائدۃ:۲۰)

''اے میری قوم! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے کہ اس نے تم میں نبی پیدا کیے، تمہیں حکمران بنایا، اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو تم سے پہلے دنیا جہان کے کسی فرد کو عطا نہیں کیا تھا۔''

مفسرین نے لکھا کہ مُلُوکًا کی تفسیر یہ ہے کہ جس بندے کے پاس گھر ہو، بیوی ہو، سواری ہو، خدمت کے لیے غلام ہوں، وہ بادشاہ ہوتا ہے۔[2]

---

1. صحیح مسلم 2963

2. وقال آخرون: كل من ملك بيتًا وخادمًا وامرأةً، فهو "ملك"، كائنًا من كان من الناس (تفسیر الطبری صفحہ 111)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بندہ سوال کرنے کے لیے آیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: تم تو وہی ہو مہاجرین فقراء میں سے۔ جس بندے نے اپنی حاجت پیش کی تھی اس نے کہا: جی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس بیوی ہے؟ اس بندے نے کہا: جی۔ پھر انھوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس رہنے کے لیے گھر ہے؟ اس بندے نے کہا: جی۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو تم اغنیاء میں سے ہو۔ پھر اس بندے نے کہا: میرے پاس تو ایک خادم بھی ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو تم ''ملوک'' (جس کو بادشاہی دی گئی ہو) میں سے ہو۔

آج تو سو میں سے شاید اسی بندے کھڑے ہو جائیں گے جن کو اللہ نے گھر بھی دیا، بیوی بھی دی، گھر میں نوکر بھی دیا اور کوئی نہ کوئی سواری بھی دی۔ اللہ کے بندو! ہم تو شاہوں والی زندگی گزارتے ہیں، پھر ہمارے شکوے ختم نہیں ہوتے، یہ شکوے اس لیے ختم نہیں ہوتے کہ شیطان ہمیں شکر نہیں ادا کرنے دیتا، اگر ہم شکر ادا کرتے تو ہم نعمتوں کی قدردانی بھی کرتے، اللہ نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

واقعہ:

ایک جگہ جانے کا موقع ملا، جہاں ایک بگڑے ہوئے وکیل صاحب ملے۔ وکیل صاحب کو اُن کے والد لے کر آئے تو وہ وکیل صاحب پہلے تو بحث کرنے لگے، جی!

---

1 سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰہِ: أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ. فَقَالَ: إِنَّ لِي خَادِمًا. قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ" (تفسیر الطبری صفحہ 278)

میری آمدنی بہت اچھی ہے، میں بڑی محنت کرتا ہوں، کماتا ہوں، میرے والد مجبور کرتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرو، میں کیوں ادا کروں؟ محنت سے تو میں نے کمایا ہے، میں کیوں دوں کسی کو؟ میری مرضی ہوگی تو دوں گا، نہیں ہوگی تو نہیں دوں گا۔ میں نے پوچھا: بھائی! آپ نے کمایا کیسے؟ کہنے لگا: او جی! میں پڑھا لکھا تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ پڑھنے لکھنے کی وجہ کیا بنی؟ کہنے لگا: جی میں عقل مند تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی ساری کمائی کے پیچھے آپ کی تعلیم ہے، اور آپ کی تعلیم کے پیچھے آپ کی ذہانت ہے۔ کہنے لگا: ہاں۔ میں نے کہا: آپ کو ذہن کس نے دیا؟ تو سوچ کر کہنے لگا: اللہ نے دیا۔ میں نے کہا: جس اللہ نے آپ کو ذہن دیا جس کی وجہ سے آپ نے تعلیم پائی، مال کمایا، اسی اللہ کا حکم ہے کہ اس میں سے تم اڑھائی فیصد غریبوں کو دو۔ تب اس کی سمجھ میں بات آئی۔ پھر اس نے سمجھا کہ میرے والد صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ تو پیر صاحب نے ایسی بات کر دی اور میں نے مان لی، اس طرح تو میں ہار گیا۔

اس نے دوسری بات کی: سچی بات تو یہ ہے کہ میں تو دیکھتا ہوں تو مانتا ہوں، میں بن دیکھے کسی چیز کو نہیں مانتا۔ اصل میں وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں دہریہ ہوں، لیکن والد کے سامنے گھبرا رہا تھا، اس لیے صاف لفظوں میں کہنے کے بجائے اس نے کہا کہ میں تو بن دیکھے کسی کو نہیں مانتا۔ میں تو دیکھتا ہوں تب مانتا ہوں، میں سائنس پڑھا ہوا بندہ ہوں، میں ایسی سٹوریوں پر اور کہانیوں پر یقین نہیں رکھتا، میں سائنس پڑھا ہوا ہوں۔ جب اس نے ایک دو دفعہ بات کی تو میں نے اس سے کہا کہ اچھا! مجھے یہ بتاؤ کہ آپ کے والد صاحب کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ

آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے دیکھا تھا کہ یہ آپ کے والد صاحب ہیں؟ آپ جو کہہ رہے ہیں کہ میں بن دیکھے نہیں مانتا تو کیا آپ نے دیکھ کر مانا تھا؟ کہنے لگا: نہیں جی! مجھے تو امی نے بتایا تھا کہ یہ تمہارے باپ ہیں۔ میں نے کہا کہ جس طرح بن دیکھے امی کی بات پہ تم نے اعتماد کر لیا تھا اسی طرح ہم نے بھی بن دیکھے نبی علیہ السلام کی بات پر اعتماد کر لیا، ہم بھی مانتے ہیں کہ اللہ موجود ہے، اور تمہاری ماں تو جھوٹ بھی بول سکتی ہے، لیکن ہمارے آقا علیہ السلام تو وہ تھے جن کو کفار بھی کہتے تھے کہ وہ سچے ہیں، صادق اور امین ہیں۔ اب جب والد نے یہ بات سنی تو اس کو غصہ آ گیا، اب والد اس کو کہنے لگا: اگر تو بن دیکھے نہیں ناں مانتا تو آج کے بعد مجھے باپ مت بتانا، جو پوچھے کہ تمہارا باپ کون ہے، تو تم کہنا کہ مجھے نہیں پتہ۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں

- بینائی نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے
- گویائی نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے
- سماعت نہ دیتے تو ہم بہرے ہوتے
- کپڑے نہ دیتے تو ہم ننگے ہوتے
- کھانا نہ دیتے تو ہم بھوکے ہوتے
- پانی نہ دیتے تو ہم پیاسے ہوتے
- علم نہ دیتے تو ہم جاہل ہوتے
- مال نہ دیتے تو ہم فقیر ہوتے
- صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے

......اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے

آج ہم جو یہ عزتوں بھری زندگی گزارتے پھر رہے ہیں یہ اس مولا کا کرم اور احسان ہی تو ہے، قربان جائیں اس پروردگار پر جس نے اتنی نعمتوں سے ہمیں نوازا ہے۔ ہم پر تو اللہ کا شکرادا کرنا فرض ہے۔ ساری عمر بھی سجدے میں پڑے رہیں تو ہم اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ سچی بات تو یہی ہے۔ ہم شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم شکر زیادہ ادا کرنے والے بنیں۔

علمی نکتہ......شکر ادا کرنے کا طریقہ:

اب اگلا سوال یہ ہے کہ شکر ادا کریں کیسے؟ اس کے دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوب حمد بیان کریں، خوب اللہ کی تعریف کریں، حقیقت یہ ہے کہ بیوی خاوند سے محبت کرتی ہے تو عورتوں میں تذکرہ چھڑ جائے تو خاوند کی تعریف کرتے تھکتی نہیں ہے، ماں بیٹے سے محبت کرتی ہے، گھروں میں بیٹھے بیٹے کی بات چل پڑے تو ماں محبت کی وجہ سے اس کی باتیں بتاتے تھکتی نہیں ہے۔ شکر یہی ہے کہ اللہ کا جہاں تذکرہ چھڑ جائے تو ہم اس محبت سے اللہ کی باتیں کریں کہ جیسے بس محبوب کا تذکرہ چھڑ گیا، اللہ کی تعریفیں کرتے ہوئے ہماری زبان ہی نہ رکے۔

ع جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

یہ ہماری کیفیت ہو، کوئی اللہ کا نام لے تو ہم تڑپ جائیں۔ اللہ تو اتنے کریم ہیں، اللہ تو اتنے مہربان ہیں! اللہ تو اتنے ستار ہیں، اللہ تو اتنے غفار ہیں۔ ایسے اللہ کی تعریفیں کریں کہ منہ میں مٹھاس آ جائے۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوب تعریفیں کریں اور اپنے دل کو بھی یہی سمجھائیں کہ ہم تو زندہ ہیں کہ دنیا میں تیرا

نام رہے۔ اے اللہ! ہم تو زندہ ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے۔ اللہ کی حمد وثنا خوب بیان کریں۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہم شرمائیں، چونکہ انسان اپنے محسن کی نافرمانی سے شرمندہ ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں: مجھے شرم آتی ہے، وہ میرا محسن ہے، میں کیسے اس کو انکار کروں؟ تو جیسے انسان اپنے محسن کو انکار کرتے ہوئے شرماتا ہے، ہم بھی اسی طرح اللہ کے سامنے نیکی نہ کرتے ہوئے شرمائیں، گناہ کرتے ہوئے شرمائیں کہ ہم اللہ کی نافرمانی کیسے کریں جبکہ اس کے ہم پر اتنے احسانات ہیں؟ تو گناہوں سے بچنا اور ہر وقت اللہ کی تعریف کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا شکر ادا کرنے والے بندوں میں شامل فرمائے۔

(12) ......صبر کے مواقع پر صبر کرنا:

اللہ تعالیٰ زندگی کے حالات کو بدل کر کبھی خوشی کے مواقع عطا کرتے ہیں اور کبھی غم کے، کبھی رزق کی فراوانی اور کبھی تنگی، وہ ان حالتوں میں انسان کی آزمائش کرتے ہیں۔ رزق اور مال واسباب بکثرت دے کر وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ انسان نے میری امانت کا حق کیسے ادا کیا۔ رزق کی فراوانی نے اسے اپنے رب سے غافل تو نہیں کر دیا۔ اللہ کی نعمت پانے کے بعد اپنے منعم حقیقی کا شکر بجالایا یا اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ رزق کی کمی اور تنگی میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا بندہ مصائب میں کون سا رویہ اختیار کرتا ہے، صبر کا دامن پکڑتا ہے یا شکوہ وشکایت کو اپنا معمول بناتا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ غم کی وجہ سے یہ مایوس ہی ہو جائے اور میرا در ہی چھوڑ جائے۔ اس لیے آزمائش ہر بندے پر آتی ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾

''اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کر کے۔''

اور جو اِن تمام حالات میں صبر کرنے والے ہوں اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۵۵)

''اور جولوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو۔''

صبر کرنے والے اللہ کو بڑے پیارے ہوتے ہیں، اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر:۱۰)

''جولوگ صبر سے کام لیتے ہیں، ان کا ثواب انہیں بے حساب دیا جائے گا۔''

ایک اور جگہ صابرین کے متعلق فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۵۵)

''یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں، اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔''

اگر زندگی میں کوئی مشکل پریشانی آجائے تو ہم مخلوق کے سامنے تذکرے نہ کریں، صرف اللہ کے سامنے تذکرہ کریں، اللہ ہی سے اپنی فریاد کریں، اللہ ہی سے دعا مانگیں، اللہ تعالیٰ غم پریشانی کو دور کرنے والا ہے،لیکن ذرا سی پریشانی آئی اور ہم نے لوگوں کے سامنے کہنا شروع کر دیا کہ کل سے میرے سر میں درد ہے، جا ہی نہیں رہا،

میرے بیٹے کو جاب نہیں مل رہی، میری بیٹی کا رشتہ نہیں آرہا، ہم مخلوق میں بیٹھ کر جو شکوے کرتے ہیں یہ نامناسب ہوتے ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا: عطاء! تجھے ذراسی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے شروع کر دیتا ہے، جبکہ تیرا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا میرے پاس آتا ہے میں فرشتوں کی محفل میں تمہارے شکوے تو نہیں کرتا۔

اللہ کتنا کریم ہے! ہماری کوتاہیوں کے باوجود وہ ہمارے شکوے نہیں کرتے، اور ہم ایسے کوتاہی کرنے والے بندے ہیں کہ ذرا ذراسی بات پہ شکوے شروع کر دیتے ہیں، تو جب غم آئے تو اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔ صبر کرنے والا بندہ اللہ تعالیٰ کا پیارا اور محبوب ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَنْ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ مِنْ مَالِهِ، أَوْ جَسَدِهِ، فَكَتَمَهَا وَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ))[1]

"جس کسی کو مالی یا جسمانی مصیبت پہنچی پھر اس نے اس مصیبت کو چھپائے رکھا اور لوگوں کے آگے اس کا شکوی نہیں کیا، تو اللہ پر لازم ہے کہ اس کی مغفرت کرے۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((مَنْ جَاعَ أَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ))[2]

---

1. المعجم الاوسط للطبرانی 2106
2. شعب الایمان، حدیث: ۹۵۸۱

’’جس کسی پر فاقہ یا محتاجی آئی اور پھر اس نے لوگوں کے سامنے اپنے حالات کا شکوئی نہ کیا، اللہ عزوجل پر لازم ہے کہ وہ اس کو سال بھر کا رزق حلال عطا فرمائیں۔‘‘

ایک حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((مَنْ يَسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَلَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ))[1]

’’جو لوگوں سے سوال کرنے سے گریز کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس کام میں مدد فرمائیں گے اور جو صبر کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرمائیں گے اور جو لوگوں سے مستغنی ہونے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی بنا دیں گے اور کسی کو کبھی بھی صبر سے بڑھ کر کوئی نعمت حاصل نہیں ہوسکتی۔‘‘

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے تو پریشانیاں دیکھی ہی نہیں، اگر تاریخ پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اوپر تو پریشانیاں آئی ہی نہیں ہیں، ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ پریشانیاں کیا ہوتی ہیں؟ لوگوں پر جو حالات آئے وہ بتا بھی نہیں سکتے۔

واقعہ: بنی اسرائیل کی صابرہ عورت:

بنی اسرائیل کی ایک صابرہ عورت کا تذکرہ ملتا ہے کہ ایک دن میں اس کے تین بچے فوت ہو گئے اور اس نے ان تینوں کو ایک وقت میں اکٹھا چارپائی پر لٹایا، اس نے تینوں کو اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور کفن پہنایا۔

آپ سوچیں کہ جس ماں کے تین بیٹے ہوں اور ایک دن میں تینوں کی وفات ہو جائے اور تینوں کا جنازہ گھر سے نکلے تو اس ماں کا دل کتنا غمزدہ ہوتا ہے؟! پھر وہ عمرہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۴۷۰

کرنے کے لیے آئی تو دعا مانگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی: اے اللہ! میں اس حال میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔ جب اس نے یہ کہا تو کسی بندے نے اس سے پوچھا: اے اللہ کی بندی! تو یہ بات کیوں کر رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ ماں ہوں کہ ایک دن میں تین بیٹوں کے جنازے میرے گھر سے نکلے، مگر میں اللہ کی عبادت کرنے اور طواف کرنے آئی ہوں اور میں اللہ کو کہہ رہی ہوں: اے اللہ! میں اس حال میں بھی تجھ سے راضی ہوں۔

اگر بنی اسرائیل کی عورت اتنا صبر کر سکتی ہے تو کیا اس امت کی عورتیں پریشانیوں پر، مصیبتوں پر اتنا صبر نہیں کر سکتیں؟ ہمیں بھی صبر کرنا چاہیے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ اللہ! ہمیں پریشانیاں نہ دے، ہم آزمائش کے قابل نہیں ہیں، ہم دودھ پینے والے مجنوں ہیں۔

واقعہ: لیلیٰ اور مجنوں کی کہانی:

لیلیٰ سے مجنوں کو محبت تھی، تو لیلیٰ اس کو دودھ کا پیالہ بھیجتی تھی۔ وہ لانے والے کو کچھ نہ کچھ بچا کر دیتا تھا۔ کچھ دن ہوئے کہ دودھ کا پیالہ خالی واپس آیا، تو لیلیٰ سمجھ گئی کہ لگتا ہے کہ مجنوں کہیں چلا گیا ہے اور یہ کوئی اور بندہ ہے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی تھا کہ اس کو دودھ کا پیالہ ملتے جب کسی نے دیکھا تو اصل مجنوں کو اُس نے وہاں سے بھگا دیا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ اب روزانہ دودھ کا پیالہ آتا اور یہ پورا پی جاتا، باقی کچھ بھی نہ بچاتا۔ تو لیلیٰ کو پتہ چل گیا کہ بندہ وہ نہیں ہے۔ پھر لیلیٰ نے اس کو آزمایا۔ وہ اس طرح کہ اس نے ایک دن خالی پیالہ کسی کو دے کر بھیجا اور اسے کہا کہ جب تُو اس شخص کو دے گا تو وہ پوچھے گا کہ خالی پیالہ کیوں لائے ہو؟ تو تم اسے کہنا کہ لیلیٰ کہہ رہی تھی کہ

اپنا خون اس میں ڈال کر واپس بھیج دو۔ یہ تو بناوٹی مجنوں تھا، یہ کہاں اپنا خون دینے والا تھا، اس نے کہا کہ نہیں نہیں! اس کو کہو کہ میں دودھ پینے والا مجنوں ہوں، خون دینے والا مجنوں نہیں ہوں۔

تو ہمارا حال وہی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لینے والے مجنوں تو ہیں، لیکن بلاؤں پہ صبر کرنے والے مجنوں نہیں ہیں۔ اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ ہمیں آزمائشوں سے بچالینا۔ ہم بڑے کمزور ہیں، بس ہمیں آزمائشوں سے بچالینا، ہم ناپ تول کے قابل نہیں ہیں۔ اگر تقدیر میں آپ نے ایسا ہی لکھا ہوا ہے تو ہمیں اس پر صبر بھی عطا فرما دینا۔ اللہ رب العزت نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نوازا، کبھی کبھی اگر کوئی غم بھی آجائے تو اس میں کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ کسی نے کہا:

؎ لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
ایں بھی سجن واہ واہ اُوں بھی سجن واہ واہ

''محبوب کا لطف ہر وقت اور اس کا غصہ کبھی کبھی، اے محبوب! میں ایسے بھی آپ سے راضی ہوں، ویسے بھی آپ سے راضی ہوں۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا کرم اور احسان ہر وقت ہے اور آزمائش تو کبھی کبھی ہے، صحت زیادہ اور بیماری تھوڑی، پیٹ بھرنا زیادہ اور فاقہ تھوڑا، عزت کے لمحات زیادہ اور ذلت تھوڑی، نظرِ کرم زیادہ ہے اور امتحان تھوڑے ہیں۔ ہم اللہ کا شکر ادا کریں، بے صبرے نہ بنیں، جو بندہ صبر کرتا ہے وہ بھی اللہ کا شکر گزار بندہ ہوتا ہے۔

واقعہ: حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر:

قرآن مجید میں سیدنا ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے، اللہ نے ان کو بہت ظاہری نعمتوں

سے بھی نوازا تھا۔ ایک وقت آیا کہ ان کی کھیتی بھی ختم ہوگئی، گھر بھی جل گیا، بیوی بچے بھی فوت ہو گئے، خود بھی بیمار ہو گئے، یعنی ہر نعمت اُن سے چلی گئی، مگر جب وہ خود بیمار تھے اس حال میں بھی وہ اللہ کا ذکر کرتے رہے اور اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہے، انہوں نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ کو ان کا صبر پسند آیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾[1]

''حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صبر کرنے والا پایا۔''

﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾

''وہ بہترین بندے تھے۔''

﴿إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ﴾

''واقعی وہ اللہ سے خوب لولگائے ہوئے تھے۔''

یہی ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں استعمال کیا[2]، تو جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ بھی نِعْمَ الْعَبْدُ ہوتا ہے، اور جو صبر کرتا ہے وہ بھی نِعْمَ الْعَبْدُ ہوتا ہے، اللہ اس سے محبت کرتے ہیں کہ میرا کتنا اچھا بندہ ہے!

ایک بہت بڑے قاری صاحب تھے، ان کے حالات میں ایک مرتبہ پڑھا کہ اللہ نے ان کو لحن داؤدی دیا ہوا تھا، قرآن پڑھتے تھے تو لوگ سن کے مست ہو جاتے تھے، مگر ان کی ظاہری شکل وصورت بڑی منحنی سی تھی، شکل وصورت بھی عجیب تھی، دانت

---

[1] سورۃ ص آیۃ 44

[2] ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (ص: ۳۰)

لمبے سے تھے اور دیکھنے والا عجیب محسوس کرتا تھا۔ ایک نوجوان لڑکی نے ان کی قرات سنی، اس کے دل میں قرآن پاک کی محبت تھی، اس نے اپنے والدین سے کہا: اگر میری شادی اِن سے ہو جاتی ہے تو اِن کا قرآن مجھے اتنا اچھا لگتا ہے کہ میں ساری زندگی ان کی خدمت کروں گی۔ لڑکی کے اشارے پر والدین نے پیغام بھیج دیا، اب ادھر تو صورت یہ تھی کہ کوئی رشتہ ہی نہیں ملتا تھا۔ جب رشتہ آیا تو انہوں نے فوراً قبول کر لیا، چنانچہ شادی ہو گئی، لیکن جب شادی ہوئی تو میاں بیوی میں اتنا فرق تھا کہ جیسے دن اور رات کا فرق ہوتا ہے، میاں صاحب ایسے کالے اور بیوی صاحبہ گویا جنت کی حور تھی۔ شادی کے بعد وہ عورت ان کی خدمت کرتی رہی، ایک دن وہ عورت نہائی اور آئینے کے سامنے اپنے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ یہ کمرے سے باہر نکلے تو انہوں نے ان کو دیکھا کہ بال کھلے ہیں، چہرہ چمک رہا ہے، بہت خوبصورت ہے، تو یہ اس کو دیکھ کر مسکرائے، جب وہ دیکھ کر مسکرائے تو عورت ان کو دیکھ کر مسکرائی اور کہنے لگی کہ آپ بھی جنتی اور میں بھی جنتی ہوں۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ وہ کیسے؟ وہ کہنے لگی کہ اس لیے کہ آپ مجھے دیکھتے ہیں تو شکر ادا کرتے ہیں اور میں آپ کو دیکھتی ہوں تو صبر کرتی ہوں، اور شکر کرنے والا بھی جنتی اور صبر کرنے والا بھی جنتی، لہٰذا ہم دونوں جنتی ہیں۔

علمی نکتہ......صبر کی گھڑیاں ہمارا بہترین اثاثہ:

تو خوشی کے لمحات میں ہم اللہ کا شکر ادا کریں اور غم کے لمحات میں صبر کریں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو بندہ غمزدہ حالت میں ہو اور اس مصیبت کے ٹلنے کے انتظار میں ہو تو یہ انتظار کی گھڑیاں قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے، اور عجیب بات یہ کہ ہم اس وقت میں دعا نہیں مانگتے۔

اللہ والوں کو اللہ نے یہی معرفتیں دی ہوتی ہیں کہ جب ایسا وقت آتا ہے تو وہ اللہ سے خوب مانگتے ہیں اور اللہ ان کو خوب دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ بچے کو چوٹ لگے تو ماں اس پر زیادہ مہربان ہوتی ہے۔ بچہ اگر اس وقت کہے کہ مجھے فلاں چیز لا کر دو تو فوراً لا کر دے دیتے ہیں، اسی طرح جب بندے پر پریشانی آتی ہے اور بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ کو زیادہ پیار آتا ہے، پھر بندہ جو مانگتا ہے اللہ عطا فرما دیتے ہیں۔ یاد رکھنا کہ غم کے لمحات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ہمیں اس وقت دعائیں مانگنی چاہییں، بجائے لوگوں کے سامنے پریشانیاں بیان کرنے کے اللہ کے سامنے روئیں۔ تو خوشی کے لمحات میں ہم اللہ کا شکر ادا کریں اور غم کے لمحات میں ہم صبر کریں۔

13 ...... کسی کا دل نہ دکھانا:

پھر اگلا پوائنٹ یہ ہے کہ ہم کسی کا دل نہ دکھائیں۔ آج اس چیز کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ شریعت نے اس کو بہت اہمیت دی ہے کہ ایک بندہ دوسرے کی دل آزاری نہ کرے، اب اس کا کیا معنیٰ؟ معنی یہ ہے کہ دائرۂ شریعت کے اندر رہتے ہوئے کسی کا دل نہ دُکھائیں۔ یہ نہیں کہ کوئی مرد کسی عورت کو کہے کہ اگر تم مجھ سے بات نہیں کرو گی تو میں بہت دُکھی ہو جاؤں گا۔ اگر گناہ کے کام میں دُکھی ہوتے ہو تو ہوتے رہو، لیکن ہم دائرۂ شریعت کے اندر رہتے ہوئے کسی کا دل دکھی نہ کریں۔

مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا اے
پر کسے دا دل نہ ڈھاویں، رب دلاں وچ رہندا اے

عورتوں کی دل آزاری کی عادت:

عورتیں اس نکتہ پر خاص توجہ دیں۔ چونکہ کئی مرتبہ وہ بات کرتی ہیں: ''میں نے ایسی بات کی کہ وہ عورت جلتی رہی ہوگی''، جان بوجھ کر ایسی بات کرنا کہ جس سے دوسرے کا دل دُکھے یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے: بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی جو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کرتی تھی۔ اللہ کی شان! ایک بلی چند مرتبہ اس کا دودھ پی گئی، اس کو بلی پر بڑا غصہ تھا کہ یہ میرا دودھ کیوں پی گئی؟ اس نے ایک دن اس بلی کو پکڑ لیا تو غصے کی وجہ سے کہ یہ میرا دودھ پی جاتی تھی، اس نے اس کو پنجرے میں بند کر دیا اور کہا کہ تو میرا دودھ پیتی تھی اب میں تجھے کچھ بھی کھانے کو نہیں دوں گی۔ بلی وہیں بھوک پیاس سے تڑپتی رہی اور بالآخر فوت ہوگئی۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب بلی فوت ہوئی تو اللہ نے اس عورت کے جہنم میں جانے کا حکم فرما دیا[1]۔

راتوں کو عبادت کرتی تھی، دن میں روزے رکھتی تھی، ایک جانور کی وجہ سے اللہ نے اس کو جنت کی بجائے جہنم میں ڈال دیا۔ ہم اگر اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچائیں گے تو سوچیں کہ پھر ہمارا ٹھکانہ کیا ہوگا؟

سالکین کے لیے اس کی اہمیت:

اولیاء اللہ کی یہ بڑی نشانی ہوتی ہے کہ وہ کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ اگر انسان میں

---

[1] أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا، حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ۔ قَالَ فَقَالَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ لاَ أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلاَ سَقَيْتِهَا حِينَ حَبَسْتِيهَا، وَلاَ أَنْتِ أَرْسَلْتِيهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الأَرْضِ" (صحیح بخاری 2365)

یہی خوبی کامل طور پر پیدا ہو جائے تو اس میں ولایت کا نور آ جائے۔

مشائخ نقشبند فرماتے ہیں کہ نورِ نسبت کے حصول کے لیے تین نہایت معاون اسباب ہیں: (۱) کثرت سے روزے رکھنا (۲) معمولات کی پابندی (۳) کبھی بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ))

(صحیح البخاری:۱۰)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

یہ ایک عام مسلمان کی تعریف ہے، مگر جو اس راہِ ولایت کے مسافر ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف دوسرے مسلمانوں کو اپنے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے محفوظ رکھیں، بلکہ ایسی زندگی گزاریں جو محبت، پیار اور جوڑ والی ہو۔ یہ نہ ہو کہ غلطی سے بلا قصد کسی کو تکلیف پہنچا دی، بلکہ اس عزم اور قصد کے ساتھ زندگی گزاریں کہ ہم نے کبھی کسی کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں پہنچانی۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے طواف کرتے ہوئے فرمایا تھا: بیت اللہ! اللہ کے ہاں تیری بڑی تکریم ہے، تیری بڑی عزت ہے، لیکن:

((وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ! لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ.))[1]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! تحقیق مومن کی تعظیم اللہ کے نزدیک بیت اللہ کی تعظیم سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔''

---

[1] سنن ابی داؤد: 3930

اب ہم بیت اللہ کے غلاف کو پکڑ کر آنسو بہاتے ہیں اور کوئی بندہ بات کرے تو فوراً اس کا گریبان پکڑتے ہیں، ہمارے دل میں مومن کی وہ عزت نہیں جو ہونی چاہیے تھی، تو کسی کا دل نہ دُکھائیں، کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

آج کل دل دُکھاتے ہیں تو کس کا؟ جو قریبی ہوتے ہیں۔ بیٹا، ماں باپ کا دل دُکھاتا ہے۔ شاگرد، اُستاد کا دل دُکھاتا ہے۔ خاوند بیوی کا دل دُکھاتا ہے۔ بیوی انتظار میں بیٹھی ہوتی ہے اور خاوند فون پہ دوسری عورتوں کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے، اس بیوی کا دل دُکھے گا یا نہیں؟ بیویاں روتی ہیں، کہتی ہیں: خاوند مانتا ہی نہیں، لوگوں کے دفتر دن میں لگتے ہیں اور میرے خاوند کا دفتر رات کو لگتا ہے۔ مرد بیوی سے کہتے ہیں: دفتر کا کام تھا، میں دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں، جبکہ کسی عورت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو اس طرح کسی کا دل دُکھانا اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ اصول بنالیں کہ ہم نے کسی کا دل نہیں دُکھانا۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم نرم مزاجی کو اپنائیں۔ جو لوگ نرم مزاج ہوتے ہیں وہ عام طور پر دوسرے کے ساتھ برا سلوک نہیں کرتے۔ بدسلوکی وہ کرتے ہیں جو گرم دماغ کے ہوتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پہ بیوی کو بھی جھڑک دیا، بیٹے کو بھی جھڑک دیا، ماتحت کو بھی جھڑک دیا اور دوست کو بھی جھڑک دیا۔ یہ سب وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دماغ میں تپش زیادہ ہوتی ہے۔

14 ......نرم مزاجی کو اپنائیں:

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴾ (البقرۃ:۲۶۳)

''بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف

پہنچائی جائے۔اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بردبار ہے۔"

پھر اگلا نکتہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہم نرم مزاجی اپنائیں۔لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آئیں، نرمی کا برتاؤ کریں، اگر کوئی بندہ غلطی کرے اور وہ ہم سے معافی مانگے تو ہم جلدی اس کو معاف کردیں۔قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں علماء لکھتے ہیں کہ "قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ" سے مراد ہے اپنے مومن بھائی سے خوبصورت انداز سے پیش آنا اور اس کے لیے غائبانہ دعا کرنا اور "مَغْفِرَةٌ" سے مراد ہے اس کو معاف کرنا، اگر چہ اس نے ظلم کیا ہو اور اس کی غلطیوں کی پردہ پوشی بھی کرنا۔[1]

ہم نے یہ دیکھا ہے کہ لوگ زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہاں میں نے معاف کر دیا، لیکن دل میں بیر پھر بھی رکھتے ہیں۔وہ حقیقت میں معاف نہیں کرتے، اس بات کو یاد رکھتے ہیں۔بھائی! اگر آپ نے معاف کر دیا تھا تو وہ بات آپ بھول چکے ہوتے۔ زبان سے دوست کو کہہ دیتے ہیں: ہاں میں نے معاف کر دیا، لیکن عمل میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔اس کو معاف کرنا نہیں کہتے۔اللہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ خود بھی معاف کرنے والے ہیں۔دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا اللہ کی بھی سنت ہے اور اللہ کے حبیب علیہ السلام کی بھی سنت ہے، اور جلدی معاف کر دینا صالحین کا بھی شعار ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عفو و درگزر:

جب منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا تو نبی علیہ السلام بڑے غمزدہ تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے، ان کی تو بیٹی کا مسئلہ تھا۔صدیق

[1] تفسیر الطبری ص44

اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے، یعنی مخلوق کے سامنے کوئی بات نہیں کرتے تھے، اللہ سے لو لگائی ہوئی تھی۔ چنانچہ بات بہت عام ہوگئی تھی۔ اب اس بات کو کرنے میں جہاں منافقین شامل تھے وہاں چند سادہ قسم کے مسلمان ایسے تھے کہ وہ بھی ان باتوں میں آگئے اور انہوں نے بھی سنی سنائی باتیں کرنا شروع کردیں۔

چنانچہ ایک صحابی مسطح رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے بھی سنی سنائی باتیں آگے نقل کردیں، تو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو اُن کو بڑا دکھ ہوا کہ منافقین تو باتیں کر ہی رہے تھے یہ تو مسلمان تھا، پھر رشتہ دار بھی تھا۔ مزید یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کو ماہانہ خرچہ دیا کرتے تھے، غریب پروری کرتے تھے، جس کی غریب پروری کرتے تھے اسی نے تکلیف پہنچائی۔

؎ دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

اپنے ہی ہوتے ہیں جو دکھ دیتے ہیں۔ تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دکھ اور زیادہ ہو گیا کہ یہ تو اپنے تھے، مسلمان تھے، پھر رشتہ دار بھی تھے، پھر میں ان کو ماہانہ خرچہ بھی دیتا تھا، انہوں نے کسی بات کا بھی لحاظ نہ کیا، اور میری بیٹی پر بہتان لگانے والوں میں یہ بھی شامل ہوگیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کرلیا کہ اب میں اس کو ماہانہ خرچہ نہیں دوں گا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل فرما دی۔ قرآن پاک میں فرما دیا:

﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝١٦﴾ (النور:١٦)

''یااللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، یہ تو بڑا ز بردست بہتان ہے۔''

اب جب بات کھل گئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں اس کو خرچہ نہیں دوں گا کہ اس نے اتنی غلط بات کی۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (النور:۲۱)

''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک صاف نہ ہوتا، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز جانتا ہے۔''

جب یہ آیت اُتری تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بندے کو معاف بھی کر دیا اور جتنا ماہانہ خرچ دیتے تھے اس سے دوگنا دینا شروع کر دیا۔

ایک حدیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا .)) (صحیح بخاری، حدیث:۳۵۵۹)

''بیشک تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہترین ہے۔''

جو راہِ ولایت کے مسافر ہیں چونکہ وہ اپنے رب کا خاص قرب اور تعلق چاہتے ہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اچھے اخلاق کو اپنائیں اور بہترین اخلاق کے مالک بنیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں پر مومنین میں سے سب افضل درجہ رکھنے والوں کی نشانی بیان کی ہے۔ تو جو سالک چاہتا ہے کہ میں اللہ کا خاص بندہ بنوں وہ اچھے اخلاق اپنائے۔

معاف کرنا اللہ تعالیٰ اور اولیاء اللہ کا طریقہ ہے:

اللہ تعالیٰ بھی معاف فرماتے ہیں، نبی علیہ السلام بھی معاف فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی معاف فرماتے تھے اور اولیائے کرام بھی معاف فرماتے ہیں، تو ہم بھی اپنے اندر یہ صفت پیدا کریں۔ اگر کوئی بندہ ہم سے غلطی کی معافی مانگے تو ہم اس کو فوراً معاف کر دیں۔ کوئی بندہ غلطی کر کے معافی مانگے تو جلدی معاف کر دینا چاہیے، معافی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ))[1]

''اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ.)) (سنن ابی داؤد: ۴۹۴۵)

''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

اگر کسی کو معاف کرنے کا دل نہ کر رہا ہو تو نفس پر جبر کر کے اپنے غصے کو قابو کرنا اور رحم دلی کا مظاہرہ کر کے اس کو معاف کر دینا، یہ عادت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ ایسے انسان پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ''حضر

---

1 صحیح بخاری، حدیث: ۶۳۷۶

موت'' میں سے زمین کا ایک ٹکڑا بطورِ جاگیر عطا فرمایا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بھیجا کہ وہ زمین ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضرموت کے بڑے نواب اور سردار تھے۔ واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ حضرموت کی طرف روانہ کیا تو حضرت وائل بن حجر اُونٹ پر سوار تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی، اس لیے وہ اُن کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے۔ راستے میں جب صحرا میں دھوپ تیز ہوگئی اور گرمی بڑھ گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں جلنے لگے۔ انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور میرے پاؤں جل رہے ہیں، تم مجھے اپنے اُونٹ پر پیچھے سوار کرلو، تا کہ میں گرمی سے بچ جاؤں، تو انہوں نے جواب میں کہا:

''لَا تَکُنْ مِنْ أَرْدَافِ الْمُلُوکِ''

''تم بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے والے نہ بنو۔''

لٰہذا تم ایسا کرو کہ میرے اُونٹ کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے، تم اس سایہ میں چلتے ہوئے میرے ساتھ آجاؤ۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے یمن تک پورا راستہ اس طرح قطع کیا۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ان کو زمین دی اور پھر واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بن گئے۔ اس وقت یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے یمن سے دمشق تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کا بڑا اکرام کیا اور حسن

سلوک فرمایا۔[1]

ایک مرتبہ بعض حاسدوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سخت مار پیٹ کی، خلیفۂ وقت سزا دینا چاہتا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا: میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا کا کوئی حق نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفۂ وقت نے کوڑے لگوائے۔ امام صاحب ہر روز معاف کر دیتے۔ پوچھا گیا: کیوں معاف کر دیتے ہو؟ فرمایا: میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی اُمتی کو قیامت میں عذاب ہو، اس میں میرا کیا فائدہ ہے؟

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو سپاہی نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے معافی چاہی۔ فرمایا: دوسرا جوتا مارنے سے پہلے معاف کر دیتا تھا۔

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محسنین کی صفات یوں بیان فرمائیں:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

''جو خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں، اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

((عَنْ أَبِی أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِی رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا وَبِبَيْتٍ فِی وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ

---

1 صحیح ابن حبان، حدیث: ۵۰۲۷

وَإِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ.))[1]

''سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کے لیے بھی جو مذاق و مزاح میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اس شخص کے لیے بھی جو اعلیٰ اخلاق کا مالک ہو۔''

ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[2]

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ ہی ظلم کرے اور نہ ہی اس (نفس و شیطان کے) حوالے کرے، اور جو بھی اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کریں گے اور جو کسی مسلمان کی کسی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف کو دور کریں گے اور جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستر پوشی کریں گے۔''

علمی نکتہ...... کسی کا عذر نہ قبول کرنے کا گناہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

1. ابوداؤد، حدیث: ۴۸۰۲
2. صحیح البخاری 2310

((مَنِ اعْتَذَرَ إِلَيهِ اَخُوهُ الْمُسْلِمُ فَلَمْ يَقْبَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَى الْحَوْضِ))[1]

''جس شخص سے اس کے مسلمان بھائی نے معافی مانگی اور اس نے اس کی معافی قبول نہیں کی تو یہ شخص میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئے۔''

یعنی نبی علیہ السلام کو یہ بندہ اتنا ناپسند ہے کہ آپ قیامت کے دن اس کی شکل ہی دیکھنا پسند نہیں فرمائیں گے۔

(15) غلطی ہو جانے پر معافی مانگنے میں دیر نہ کرنا:

اگلا پوائنٹ یہ ہے کہ اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو ہم معافی مانگنے میں دیر نہ کریں۔فطری طور پر انسان معافی نہیں مانگتا۔فطری طور پر اَنانیت،نفسانیت جھکنا پسند نہیں کرتی۔ایک مرتبہ ہمیں اس کا تجربہ یوں ہوا کہ چھوٹا بچہ محمد سرمد تقریباً دو سال کا تھا، ایک مرتبہ اس نے اپنی بڑی بہن کو مارا پیٹا، وہ رونے لگی۔رات کے کوئی ایک دو بجے تھے، ماں نے اس سے کہا کہ تم اپنی بہن سے معافی مانگ لو۔وہ نہیں مانگ رہا تھا۔ بہت سمجھایا کہ اس سے معافی مانگ لو،لیکن وہ نہیں مان رہا تھا۔ماں کو غصہ آیا، اس نے کہا: اچھا میں اس کا علاج کرتی ہوں۔چنانچہ اس نے رات کے وقت اندھیرے میں اس کو کمرے سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔اب ماں اور بیٹی انتظار کر رہے ہیں کہ یہ بچہ دروازہ کھٹکائے گا اور کہے گا کہ امی! مجھے اندر آنے دیں۔کافی دیر گزر گئی اور بچہ دروازہ ہی نہیں کھٹکھٹا رہا،حتی کہ بہن نے رونا شروع کر دیا، امی! میرا بھائی باہر ہے، اسے باہر سے اندر بلائیں۔

ماں پریشان ہوئی کہ میں نے تو اس کو سزا دینے کے لیے باہر کیا تھا، اور اس کی تو

---

[1] کشف الخفاء:۲/ ۲۳۳

کوئی آواز ہی نہیں آرہی۔ خیر! اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ محمد سرمد کو جہاں کھڑا کیا تھا وہاں آرام سے کھڑا ہوا ہے۔ پھر اس ماں نے اس کو اندر کھینچا اور کہا کہ تم بہن کے ساتھ بدتمیزی کرتے ہو، اس لیے میں تمہیں سزا دیتی ہوں، تم اس سے معافی مانگو۔ اب اس نے ایک دفعہ Sorry کہا۔

تو مردوں کا سوری کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ فطرتاً انسان معافی نہیں مانگتا، اور پھر خاوند کا بیوی سے معافی مانگنا اس سے بھی بڑا مشکل کام ہے، مگر غلطی ہو جائے تو معافی مانگنے میں کیا حرج ہے؟ اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو چھوٹے سے بھی معافی مانگ لینی چاہیے اور بیوی سے بھی معافی مانگ لینی چاہیے۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے کسی معمولی سی بات پر بیوی کو جھڑک دیا تو وہ خاموش ہوگئی۔ میں وضو کر کے مسجد جانے لگا تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے بیوی کا دل دکھا دیا اور اب میں جا کر امامت کرواؤں گا، اس طرح اللہ میری نماز کیسے قبول فرمائیں گے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بچے کو مسجد میں بھیج دیا کہ لوگوں سے کہو کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آ کر نماز پڑھاؤں گا، انتظار کرو۔ پھر میں گھر واپس آ گیا۔ بیوی نے دیکھا تو حیران ہوئی کہ آپ نماز پڑھانے گئے تھے، پھر واپس کیوں آ گئے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں نے تجھے ایسے ہی بلاوجہ جھڑک دیا، آپ خاموش ہوگئیں، مجھے لگتا ہے کہ میں نے آپ کا دل دُکھایا، میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں، تو وہ مسکرا پڑی کہ نہیں کوئی بات نہیں، آپ جائیں نماز پڑھائیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے بیوی کو مسکراتے

دیکھا تب میں آیا اور مصلے پر کھڑا ہوا۔

ہمارے اکابر اس طرح اپنی بیویوں کا دل خوش کرتے تھے۔ اگر غلطی ہو جاتی تو فوراً معافی مانگ لیتے تھے۔

غلطی کر کے بہانے نہ تراشیں:

ہم معافی نہیں مانگتے، ہم بہانے تراشتے ہیں۔ اس کی وہ وجہ تھی، اس کی یہ وجہ تھی، یہی تو نفس کی مکاری ہے کہ وہ مانتا نہیں، وہ بہانے بناتا ہے۔ اگر کوئی غلطی کی معافی مانگے تو اس کو جلدی معاف کر دیں۔ ہم سے غلطی ہوئی تو ہم اس سے فوراً معافی مانگیں۔ یہ چیز کفار میں آج بہت زیادہ ہے، ذرا ذرا سی بات پہ اتنا جلدی وہ معافی مانگتے ہیں کہ دوسرے بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ہوا کیا ہے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ مجھے کسی بیرون ملک میں بلڈ چیک کروانا تھا۔ ہمارے دوست ڈاکٹر تھے، عاجز سے بیعت بھی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ حضرت! میرے ہاسپٹل میں خون چیک ہوتا ہے، آپ آجائیں۔ ہم نے کہا: بہت اچھا۔ اب جب وہ خون لینے لگا تو خون کے لیے جو سوئی ڈالی جاتی ہے تو عام طور پہ میں نے دیکھا ہے کہ سوئی ڈالنے والوں کو تھوڑی مشکل پیش آتی ہے، جلدی وہ جگہ نہیں ملتی جہاں سے خون نکالتے ہیں۔ میں نے اس کو پہلے بتا دیا، اس نے دو تین دفعہ کوشش کی، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

اس نے ایک آسٹریلین گورے ڈاکٹر کو بلایا کہ آپ آ کر خون نکالیں۔ جب وہ ڈاکٹر آیا تو اللہ کی شان کہ اس نے خون کے لیے وہ سوئی لگا تو دی، لیکن میں نے اندازہ

لگایا کہ اس نے تقریباً تیرہ یا چودہ مرتبہ Sorry کیا، یعنی سوئی لگانے سے پہلے بھی Sorry، پھر سوئی لگائی پھر Sorry، پھر سوئی کو ہلانا تھا پھر Sorry، میں اتنا حیران ہوا کہ ایک کافر ہے، لیکن ان کے معاشرے میں یہ سوری کرنے کی کتنی ٹریننگ دی جاتی ہے، کہ ایک مریض کے خون کا نمونہ لینے کے لیے اس نے تیرہ چودہ مرتبہ Sorry کہا۔ یہ تو ہمیں کہنا چاہیے تھا کہ ہم مسلمان ہیں، لیکن افسوس! ہماری ایسی چیزوں کو کفار نے اپنا لیا اور ہم اپنی اچھی چیزوں کی برکت سے محروم ہو گئے۔

حدیث مبارکہ ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ.)) [1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ ہم لوگوں کو معاف کر دیں اور یہ کہ ہم بھی عاجزی اختیار کریں۔ اگر ہم سے غلطی ہوئی ہے تو ہم معافی مانگیں، اعترافِ جرم کریں۔ وہ سالکین جن کے اندر یہ صفت ہوتی ہے وہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی توبہ میں قائم رہتے ہیں، عاجزی اور تضرع اختیار کرنا یہ اولیاء اللہ کی عادت ہے۔ جو اچھے لوگ ہوتے ہیں ان کو Sorry کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی، وہ بہت جلدی Sorry کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو یہیں سمیٹتے ہیں، قیامت کے دن سمیٹنا بڑا مشکل کام ہوگا۔ کوئی

1 صحیح مسلم، حدیث:٦٩

دوسرا شخص معافی مانگے تو جلدی معاف کر دیں اور اگر ہم سے غلطی ہو جائے تو ہم جلدی معافی مانگ لیں۔

16 ...... اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدۃ:۵۰)

''حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لیے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟''

ذکر و سلوک میں جب انسان محنت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر اخلاقِ حمیدہ پیدا فرما دیتے ہیں اور روحانی بیماریوں کو اس میں سے ختم فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے سالک کے دل میں سب سے پہلے توبہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، پھر اِنابت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، پھر دنیا سے دل کٹتا ہے تو زہد آجاتا ہے۔ پھر وہ مزید محنت اور ریاضت کرتا ہے تو اس میدان میں اور آگے بڑھتا ہے، حتیٰ کے اس کے اندر صبر، شکر، توکل اور تفویض، یہ سب صفتیں آجاتی ہیں۔ ان سب کے آخر میں ایک صفت ہے جس کو رضا کہتے ہیں۔

رضا کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے مالک سے ہر حال میں راضی ہو۔ عام آدمی کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے نعمتوں کی بارش ہو تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر ذرا کمی کوتاہی ہوگئی تو اس کی طرف سے شکوے شکایتیں شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآن میں اس کا تذکرہ فرمایا:

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝﴾ (الفجر:۱۵،۱۶)

''لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے۔ اور دوسری طرف جب اسے آزماتا ہے اور اس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔''

یعنی انسان اتنا تھوڑدلا ہے کہ جب اس کو پیسہ ملا تو کہتا ہے کہ میرے اوپر میرے رب کی بڑی مہربانی ہے اور جب اس کے اوپر تنگی آئی تو سمجھتا ہے کہ بس، اب اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ غرض یہ کہ ہر چیز کو مال و دولت کے پیمانے پر تولتا ہے۔

لیکن جو اس راہِ محبت کے مسافر ہیں اُن کے دل کی یہ کیفیت ہونی چاہیے کہ ان کا دل اللہ رب العزت کے سامنے جھک جائے۔ وہ اپنے مالک سے ہر حال میں راضی ہوں۔

؎ تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے
کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

پھر اللہ رب العزت کی طرف سے کوئی غم بھی ملے تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔

؎ نہ تو ہجر اچھا ہے، نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں جو انسان کو مل سکے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (التوبہ:۷۲)

''اور اللہ کی طرف سے خوشنودی تو سب سے بڑی چیز ہے۔''

چنانچہ دنیا میں اس مقامِ رضا کی خوشخبری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مل گئی تھی۔ اللہ رب

العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبہ:۱۰۰)

''اللہ ان سب سے راضی ہوگیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں۔''

اللہ نے پہلے اپنی رضا کا اظہار کیا۔ سبحان اللہ! اس آیت کی تفسیر میں علامہ سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قَالَ الْجُنَيْدُ: اَلرِّضَا سُرُوْرُ الْقَلْبِ بِمُرِّ الْقَضَاءِ.''[1]

''جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قضاء میں کوئی کڑوا حصہ بھی آجائے تو انسان اس پر بھی راضی ہو۔''

ایک دفعہ محمود غزنوی کو لوگوں نے کہا کہ ہم اتنے عقلمند اور اُونچے گھرانے کے لوگ ہیں، لیکن جو محبت کی نظر آپ کی ایاز پر پڑتی ہے وہ ہم پر نہیں پڑتی، حالانکہ وہ تو ایک اَن پڑھ دیہاتی آدمی ہے۔ تو محمود نے کہا کہ میں تمہیں کسی دن بتاؤں گا کہ میں اس سے زیادہ خوش کیوں ہوتا ہوں۔

پھر ایک دن محمود غزنوی نے ایک پھل منگوایا، جو کڑوا تھا۔ اس نے قاشیں بنوائیں اور جو اعتراض کرنے والے تھے سب کو بلوا بھیجا اور کہا کہ اس کو کھاؤ۔ اب جس جس نے قاش منہ کو لگائی اس نے تھوتھو کیا۔ اوہ بڑا کڑوا، بڑا ہی کڑوا۔ سب نے کھانے سے انکار کر دیا، سوائے ایاز کے۔ وہ مزے سے کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ بھی حیران ہوا۔ اس نے پوچھا: ایاز! کیا تمہارے حصہ کا پھل کڑوا نہیں ہے؟ جواب ملا: جی بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے۔ پوچھا: تو پھر اتنے مزے سے کیوں کھا رہے ہو؟

[1] تفسیر السلمی: ۱/ ۲۸۴

جواب دیا: بادشاہ سلامت! جن ہاتھوں سے میں ہمیشہ میٹھی چیزیں لے کر کھاتا رہا، آج اُن ہاتھوں سے ملی کڑوی چیز لوٹاتے ہوئے مجھے حیاء آئی۔

تو اللہ سے راضی رہنا بہت ضروری ہے۔ اللہ سے راضی رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس بندے کی جو تقدیر لکھ دی وہ اس پر راضی ہو جائے۔ جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو عام طور پر شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ یہ پریشانی مجھ ہی پر کیوں آئی؟ اس نعمت سے میں ہی کیوں محروم ہوں؟ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جو دوسروں کو عطا نہیں فرمائیں۔ احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ سے رضا بالقدر کی بابت منقول ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.))[1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے اور اللہ کا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ البتہ دونوں میں بھلائی موجود ہے، فائدہ مند چیز کا لالچ کرو اور اللہ سے مدد مانگو، کمزوری کا اظہار نہ کرو۔ اگر تجھے کوئی پریشانی لاحق ہو جائے تو یوں نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا ہو جاتا، البتہ یوں کہو: تقدیر میں یوں ہی تھا۔ اللہ نے جو چاہا کیا، اس لیے کہ ''اگر'' کا لفظ شیطان

---

1 صحیح مسلم

کے عمل کو کھول دیتا ہے۔''

بنی اسرائیل نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم سے راضی ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کوہِ طور پر جاؤں گا تو اللہ رب العزت سے پوچھ کر تمہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو آپ نے اللہ رب العزت سے اپنی قوم کی طرف سے دریافت فرمایا تو اللہ کی بارگاہ سے جواب ملا: اے موسیٰ! اپنی قوم کو بتا دو کہ یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ اللہ تم سے راضی ہے یا نہیں۔ تم اپنے دل میں جھانک کر دیکھو! اگر تم مجھ سے راضی ہو تو میں تم سے راضی ہوں اور اگر تم مجھ سے راضی نہیں تو میں بھی تم سے راضی نہیں۔

علمی نکتہ...... رضا بالقضاء کے تین پہلو:

1 ...... بندہ اس بات پر راضی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے رب ہیں۔ اس بات پر خوشی محسوس ہوتی ہو کہ ہم ایسے پروردگار کے بندے ہیں کہ جو اپنی ذات وصفات میں یکتا اور کامل ہے اور ہر نقص اور عیب سے منزہ اور مبرا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''اے اللہ! میرے لیے یہی عزت کافی ہے کہ آپ میرے رب ہیں اور میرے لیے یہی فخر کافی ہے کہ میں آپ کا بندہ ہوں۔''

اس سے بڑی عزت ہمیں اور کیا مل سکتی ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنا بندہ بنا لیا؟

2 ...... بندہ اس بات پر راضی ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا نور دل میں اُترتا ہے اور کیفیات نبوی علی صاحبہا صلوٰۃ وسلام زندگی میں شامل حال ہوتی ہیں تو قلب میں شکر کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول

اللہ ﷺ کا امتی بنایا اور اپنے محبوب علیہ السلام کو ہمارا رہبر اور رہنما بنایا۔

3 ...... بندہ اس بات پر راضی اور خوش ہو کہ اسلام اس کا دین ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو ماننے والے نہ ہوتے، نبی کریم ﷺ کے متبعین نہ ہوتے اور دین اسلام کے پیروکار نہ ہوتے تو کتنی گمراہیوں کا شکار ہوتے۔ کافروں کے پاس زندگی گزارنے کا طریقہ نہیں ہے۔ یہ دین اسلام کی رحمتیں اور برکتیں ہیں کہ ہمارے لیے حلال اور حرام واضح کر دیا گیا اور مسنون دعاؤں کے ذریعے ان چیزوں کو بارگاہ الٰہی سے مانگنا سکھلایا گیا، جن کو مانگنے کے سلیقہ تک کسی ولی کے فہم کی بھی پرواز نہ تھی۔ لہٰذا دین کے احکامات کو بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے۔

چنانچہ رضا میں متضمن ان تین نکتوں کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

((ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا))[1]

"جو شخص اس بات پر راضی ہے کہ اللہ رب العزت اس کے رب ہیں، حضور ﷺ اس کے نبی ہیں اور اسلام اس کا دین ہے، اس کو گویا ایمان کی لذت اور چاشنی نصیب ہوگئی۔"

جس بندے میں یہ تین صفتیں آگئیں اس کو اللہ نے ایمان کی لذت عطا فرمادی۔ سالکین طریقت کو اپنے اندر رضا کی کیفیت پیدا کرنی چاہیے اور اس کو استقامت کے ساتھ اپنے مزاج اور زندگی کا حصّہ بنالینا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے جو خواہشمند ہو کہ وہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی واقعی قدر کرنے لگے

---

1 صحیح مسلم کتاب الایمان

اسے چاہیے کہ وہ اپنے نیچے دیکھے، نہ کہ اپنے اوپر۔"

اپنے حال پر راضی رہنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود کو ہر وقت دوسروں سے compare نہ کریں۔ نبی علیہ السلام نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

((مَنْ لَا یَشْکُرُ الْقَلِیلَ لَا یَشْکُرُ الْکَثِیرَ)) [1]

"جو تھوڑے پر شکر ادا نہیں کرتا وہ کثرت پر بھی شکر ادا نہیں کرتا۔"

ہر حال میں راضی رہنا:

﴿وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ (لقمان:۲۰)

"اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری پوری نچھاور کی ہیں؟"

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ آیت تو انسان کے پاس کہنے کو کچھ چھوڑتی ہی نہیں۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک عابد زاہد آدمی نے اللہ کی پچاس سال عبادت کی۔ اللہ نے اسے وحی کے ذریعے خبر دلوائی کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ عابد نے دل میں کہا: صرف معافی! مجھے تو کوئی گناہ بھی یاد نہیں۔ تب اللہ نے اس کی گردن کی ایک نس کو حکم دیا کہ ذرا بگڑ جائے۔ نس کا بگڑنا تھا کہ عابد کی نیند جاتی رہی اور نماز پڑھنے تک کی ہوش نہ رہی۔ کچھ دیر بعد اس کو سکون آیا تو وہ نیند میں چلا گیا۔ تب خواب میں اسے بتایا گیا کہ تمہارا رب فرماتا ہے: پچاس سال تک اپنی گردن کی صرف ایک نس سے جو سکون پاتے رہے تمہاری پچاس سال کی عبادت تو اس کا بھی عوض نہیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے دریافت کیا: تیری مجھ پر کم سے کم نعمت کیا ہے؟ اللہ نے داؤد علیہ السلام کو وحی کی: داؤد! ذرا سانس لو۔

---

[1] شعب الایمان، حدیث:۴۱۰۵

داؤد علیہ السلام نے سانس لیا۔تب خدا نے فرمایا: یہ میری تم پر کم از کم نعمت ہے۔

اس بات کی روشنی میں ابوداؤد شریف کی اس حدیث کا مطلب واضح ہوجاتا ہے جو کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اللہ اگر آسمان اور زمین کی سب مخلوقات کو عذاب دینے پر آئے تو اس کا ایسا کرنا ہرگز ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر ان پر رحم کرے تو اس کا رحم فرمانا ان کے اعمال کرنے سے کہیں برتر ہوگا۔''

اسی طرح اس صحیح حدیث کا مطلب بھی یہیں سے واضح ہوجاتا ہے:

''تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے بل پر نجات نہ پائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیا آپ بھی اے اللہ کے رسول!؟ فرمایا: میں بھی نہیں، سوائے یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔''

چنانچہ بندوں کے اعمال خدا کی کسی ایک نعمت کا بھی بدلہ نہیں۔

ابوالملیح کہتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دریافت کیا: شکر کی بہترین صورت کیا ہے؟ جواب آیا: یہ کہ ہر حال میں تم میرا شکر کرتے رہو۔

علمی نکتہ......رضا کے مقام کی علامات:

1 ......جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر کوئی پریشانی آئے تو عین مصیبت کے وقت دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش مارے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ ایسا پھوڑا نکل آیا جس سے عموماً موت واقع ہوجایا کرتی تھی، اور وہ تکلیف کے عالم میں تھے اور اس تکلیف کے دوران انہوں نے اللہ رب العزت سے مخاطب ہوکر عرض کیا: اے میرے مالک! تو جو چاہے میرے ساتھ کر، میں ابھی بھی تیری محبت پر قائم ہوں۔

2 ...... جو بندہ شہوت کو چھوڑ دے وہ اپنے رب سے راضی ہو جاتا ہے۔

3 ...... حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بندہ اپنے حال کے خلافِ شریعت تمنا نہ کرے وہ اللہ سے راضی ہوتا ہے۔

علمی نکتہ...... رضا بالقضاء کے انعامات:

1 ...... جو بندہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی ہوتا ہے اسے کمالِ ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

2 ...... جو انسان اپنی تقدیر کے خیر اور شر دونوں پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اپنی محبت عطا فرماتے ہیں۔

3 ...... مصائب اور بلایا پر صبر کرنے والے اور راضی رہنے والے کے لیے جنت کی بشارت وارد ہوئی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾﴾ (الفجر: ٣٠-٢٧)

”(البتہ نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ) اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے! اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی۔ اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔“

ارشادِ نبوی ہے:

((إِذَا مَاتَ وَلَدُ العَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟

فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ. فَيَقُولُ اللهُ تَعَالٰى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ.))[1]

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی بندے کا بچہ مرتا ہے اور فرشتے اس کی روح لے کر اللہ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں: تم نے میرے بندے کے بچے کو وصول کر لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں! وصول کرلیا۔ پس اللہ پوچھتے ہیں: تم نے اس کے دل کے پھل کو لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں! لے لیا۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں: جب تم نے بچے کو وصول کیا تو اس وقت میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں: اس نے آپ کی تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک مکان بناؤ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔''

نبی علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.))[2]

''مومن کا معاملہ کس قدر اچھا ہے! اس کے جملہ اُمور اس کے لیے خیر و برکت کا باعث ہیں۔ اور یہ استحقاق صرف مومن کو حاصل ہے۔ اگر اس کو کوئی خوش کن بات پہنچتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے، لیکن اگر اس کو کوئی

1 سنن الترمذی، حدیث: ۱۰۲۱

2 صحیح المسلم 2999

تکلیف دہ خبر پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے، پس یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم مقامِ رضا کو حاصل کرنے کے لیے پوری ہمت لگا دیں اور اللہ رب العزت سے ہر حال میں راضی رہیں۔

17 ......نظروں کی حفاظت کرنا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۝﴾

(النور:۳۰)

''مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

سترہواں پوائنٹ یہ ہے کہ نظروں کی حفاظت کریں اور اللہ کی غیرت سے ڈریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بدنظری کی اور بھی سزائیں ہیں، ایک سزا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اعمال کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے اور کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ بندے کو موت کے وقت ایمان سے محروم کر دیتا ہے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک حافظ نے بدنظری کی، جس کے سبب وہ قرآن ہی سے محروم ہو گئے۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے بیان میں سنایا تو بیان کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: حضرت! میں کم علم بھی ہوں، کم عمر بھی ہوں، مجھے کچھ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ سے کچھ

باتیں پوچھ لیا کروں؟ تو حضرت فرمانے لگے: ہاں! پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ پھر میں نے سوال کیا کہ حضرت! آپ نے جو یہ واقعہ سنایا ہے کہ حافظِ قرآن تھا اور ایک مرتبہ اس نے بدنظری کی اور وہ قرآن پاک سے محروم ہوگیا۔ حضرت! اس کی وجہ سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کہ یہ تو بہت عجیب معاملہ ہے کہ ایک بدنگاہی پر قرآن جیسی نعمت سے محروم ہو جانا۔ تو حضرت تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمانے لگے کہ یہ اللہ کی غیرت کا معاملہ ہے، یہ اللہ کی غیرت کا معاملہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ حضرت! کچھ اور کھولیں۔ حضرت فرمانے لگے کہ جس طرح بیوی پسند نہیں کرتی کہ اس کا خاوند کسی غیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے، اگر دیکھے تو جھگڑا کرتی ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتے کہ میرا بندہ میرے بجائے کسی غیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے، اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے۔ دنیاوی حسن کے پیچھے یہ پاگل بنتا ہے اور جس ذات نے حسن کو پیدا کیا اس کو بھول جاتا ہے، تو اللہ کو غیرت آتی ہے۔

آپ ایک بات سمجھ لیجیے! جن حفاظ کو سکرین کے اوپر بدنگاہی کی عادت پڑ جاتی ہے وہ تراویح نہیں پڑھا پاتے۔ تراویح پڑھانا اُن کے لیے مصیبت بن جاتی ہے۔ قرآن کے حافظ ہوتے ہیں اور تراویح سے محروم۔ اپنے ذہن میں وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ میں نہیں سنا رہا، لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اللہ توفیق ہی نہیں دے رہے ہوتے، اللہ نے مصلے والی امامت سے محروم کر دیا، اس نعمت سے اس کو محروم کر دیا۔

بدنظری کے سبب کلمے سے محروم:

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدنگاہی سے انسان ایسی نعمتوں سے محروم ہوتا ہی ہے، علم سے محروم ہو جاتا ہے، حفظ سے محروم ہو جاتا ہے، لیکن کئی مرتبہ موت کے

وقت ایمان سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس بدنگاہی کے گناہ سے بچنا بہت زیادہ ضروری ہے، نہ ظاہر میں کسی غیر محرم کو دیکھیں، نہ سکرین پہ غیر محرم کو دیکھیں اور نہ تصویر پہ دیکھیں۔ نظروں کی حفاظت کریں، نظروں کی حفاظت کرنے سے ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی، اور حفاظت نہ کرنے سے ایمان کی حلاوت سے انسان کو محرومی ہوگی۔

''فضائل ذکر'' میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بندہ حالتِ نزع میں تھا اور لوگ اس کو کلمے کی تلقین کر رہے تھے، مگر وہ کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا: میں نہیں پڑھ سک رہا۔ لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میری دکان میں ایک عورت کچھ خرید نے آئی تھی۔ مجھے اس کو دیکھنا اچھا لگا اور میں اس کو دیکھتا ہی رہا۔

جو انسان نظروں کی حفاظت کرتا ہے حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایسے شخص کو حلاوتِ ایمان (ایمان کی مٹھاس) حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا:

((إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا من مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ))[1]

''بیشک آنکھ (بدنظری) شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، پس جو بندہ بدنظری کو ترک کرے گا میرے خوف سے میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

---

1 مستدرک حاکم، المعجم الکبیر للطبرانی 10363

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ، ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا))[1]

"جو بھی مسلمان پہلی مرتبہ کسی عورت کی خوبصورتی کو دیکھ کر اپنی نگاہوں کو جھکا لے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک ایسی عبادت کی توفیق دیں گے جس میں اس کو حلاوت محسوس ہوگی۔"

تو جو بھی نوجوان اس دَور میں بدنظری سے بچے گا اس کو اپنے دل کے اندر ایک مٹھاس محسوس ہوگی، یہ مٹھاس اور خوشی حقیقت میں اس نفسانی شیطانی خوشی سے کئی زیادہ ہے جو اس کو بدنظری کر کے حاصل ہوگی۔ جو لوگ بدنظری کرتے ہیں وہ ذکر، مراقبہ، نوافل اور عبادات کر بھی لیں تو انھیں اُن میں مٹھاس اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گناہوں کے سبب انسان تہجد سے محروم ہو جاتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور بدنظری سے مرد اور عورت بالکل اجتناب کریں۔

عورتوں کے لیے شرعی پردے کی اہمیت:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۝﴾ (النور:۳۱)

"اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔"

---

[1] مسند احمد 22278

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (بتاؤ!) عورت کے لیے کون سا کام سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ خاموش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے گھر آ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر کام کون سا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھے اور نہ مرد اس کو دیکھیں۔ میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میری ہی لخت جگر ہے۔[1]

عورت کے لیے نامحرم مردوں سے شرعی پردہ کرنا واجب ہے۔ اس زمانے میں پردے کے متعلق کئی غلط فہمیاں پھیل چکی ہیں کہ یہ محض صحابیات رضی اللہ عنہن کے زمانے کے لیے حکم تھا اور دین میں اس پر عمل ضروری نہیں۔ آج دورِ جدید کا بظاہر ترقی یافتہ طبقہ خاص طور پر اس کی بہت مخالفت کرتا ہے اور دنیا میں اب اس حکم شرعی پر عمل کرنا عورتوں کے لیے بہت مشکل ہو گیا ہے، مگر کسی بھی تہذیب اور سوچ کی وجہ سے شریعت کے احکام نہیں بدلتے۔ خاص طور پر اس دورِ فتن میں جب اس حکم شرعی پر عمل کرنا نہایت مشکل ہو گیا ہو، جو بھی عورت اللہ کی رضا کے لیے اس کو پورا کرے گی اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اپنا تعلق اور قرب عطا فرمائیں گے۔ ایسی عورت اللہ کی ولیہ بن سکتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازار کا ذکر فرمایا تو انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت ایک بالشت لٹکا لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

---

(1) عن علي رضي الله عنه: أنه كان عند النبي صلى الله عيله وسلم فقال: أي شيء خير للمرأة؟ فسكتوا، قال: فلما رجعت قلت لفاطمة: أي شيء خير للنساء؟ قالت: لا يرين الرجال ولا يرونهن. فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: إنما فاطمة بضعة مني. (مسند بزار)

ایسی صورت میں تو اس کے پاؤں نظر آئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اسے چاہیے کہ وہ ایک ہاتھ کی مقدار تک چادر لٹکا لے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کے لیے پاؤں چھپانے کا اتنا اہتمام ہے تو چہرہ چھپانے کا کتنا اہتمام ہوگا! جو حسن و جمال کا اصل مظہر اور جذبات کو برانگیختہ کرنے میں پاؤں سے کہیں زیادہ مؤثر ہے۔

تو جہاں مرد اور عورت کے لیے اپنی نظروں کی حفاظت کرنا ضروری ہے، وہاں عورت کے لیے باپردہ ہونا بھی ضروری ہے۔ پردے کے اسلامی احکام کا مقصد و مطلب ہی یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو بے راہ روی، فحاشی، بے حیائی اور شہوانی فتنہ انگیزی سے بچائے اور وہ خفیہ شہوانی جذبات نہ بھڑکنے پائیں جو عورت کے بے پردہ ہونے سے بھڑک سکتے ہیں۔

علمی نکتہ......زنا کی ابتدا نظر سے:

حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاھُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاہُ الْکَلَامُ، وَالْیَدُ زِنَاھَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاھَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ یَھْوَی وَیَتَمَنّٰی، وَیُصَدِّقُ ذٰلِکَ الْفَرْجُ اَوْ یُکَذِّبُہٗ))

”آنکھوں کا زنا ہے دیکھنا، کانوں کا زنا ہے سننا، زبان کا زنا ہے بات کرنا، ہاتھ کا زنا ہے چھونا اور پیروں کا زنا ہے چلنا، اور دل (زنا کی) خواہش کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ یا تو اس کی (خواہش کی) تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔“[1]

---

[1] صحیح المسلم 2647

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نظروں سے زنا کی ابتدا ہوتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں کہ جو انسان اپنی نظروں کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ کبھی بھی اپنی شرم گاہ کی حفاظت نہیں کرسکتا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً فرماتے ہیں:

((اَلْإِثْمُ حَوَّازُ الْقُلُوبِ وَمَا مِنْ نَظْرَةٍ إِلَّا وَلِلشَّيْطَانِ فِيهَا مَطْمَعٌ))[2]

''گناہ دلوں پر غالب آنے والا ہے۔ اور بندہ جدھر بھی نظر اُٹھاتا ہے تو شیطان کو اپنا مطلب پورا ہونے کی امید ہوتی ہے۔''

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَللَّحَظَاتُ تُوْرِثُ الْحَسَرَاتِ، أَوَّلُهَا أَسَفٌ وَآخِرُهَا تَلَفٌ، فَمَنْ تَابَعَ طَرْفَهُ تَابَعَ حَتْفَهُ''[3]

''نظر اُٹھا کر دیکھنا حسرت کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کی ابتدا افسوس اور اس کا آخر ہلاکت ہے۔ جو بندہ اپنی نگاہوں کا تابع بنا وہ اپنی موت کی اتباع کرنے والا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنت کا وعدہ:

((عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا

---

1. مَن لَم يَقدِر عَلَى غَضِّ بَصَرِه لَم يَقدِر عَلَى حِفظِ فَرجِه
2. شعب الایمان للبیہقی 5023
3. وأخرجَ ابنُ الجوزيّ في ذمّ الهوى

أَيْدِيَكُم)) [1]

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دوں گا: جب بولو تو سچ بولو، اور جو وعدہ کرو اس کو پورا کرو، اور امانت کو ادا کرو، اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو، اور اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو (کہ لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ)۔''

حدیث میں ہے:

((ثَلَاثَةٌ لَا تَرَى أَعْيُنُهُمُ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خِشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ)) [2]

''تین قسم (کے لوگوں) کی آنکھیں جہنم کی آگ نہیں دیکھیں گی: (1) وہ جو اللہ کے خوف میں روئے (2) وہ جو اللہ کے راستے میں نکلی (استعمال ہوئی) (3) اور ایک وہ جس نے حرام چیزوں (کو دیکھنے) سے اجتناب کیا۔''

علمی نکتہ......اپنی خواہشات پر قابو پانا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١﴾ (النازعات:۴۰۔۴۱)

''لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا تھا، تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

زندگی میں بہت سارے مواقع پیش آتے ہیں، کبھی غصّہ، کبھی شہوت۔ سالکین کو

(1) مسند احمد 22144

(2) الفتح الکبیر للسیوطی، حدیث:۵۶۲۶

ان جذبات اور خواہشات پر قابو کرنا آنا چاہیے۔

قابو کرنا سیکھنا پڑتا ہے، کبھی اچانک غصّہ آئے اور کوئی تلخ، بدمزہ بات کرنے کو دل چاہے۔ یہ فساق کا کام ہے کہ ذراسی خواہشات پر اُچھل پڑنا۔ ان حالات میں خود پر اور زبان پر قابو کرنا، کبھی کوئی غیبت، چغلی کا دل چاہے تو خود پر جبر کرنا اور اپنے آپ کو روکنا۔ اگر نامحرم کو دیکھنے کا جی چاہے تو دیکھ لینا، بات کرنی ہو تو فون اُٹھا لینا، انٹرنیٹ پر کچھ دیکھنے کا دل چاہے تو دیکھ لینا، یہ سالکین کا طریقہ نہیں، بلکہ انہیں تو ان خواہشات کو دبانا آنا چاہیے۔ گناہ کی خواہش تو آتی ہے، لیکن اس کو دبانا ضروری ہوتا ہے۔

انسان کو اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیے کہ میں ایک مرتبہ یہ گناہ کر کے چھوڑ دوں گا، خواہش پر ایک مرتبہ عمل کرنے سے فی الوقت تو وہ خواہش ختم ہو جاتی ہے، مگر بعد میں جب دوبارہ وہ خواہش دل میں اُٹھتی ہے تو وہ اور مضبوط اور قوی ہوتی ہے، اس کو دبانا اور زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اگر بدنظری کا دل چاہے اور انسان یہ سوچ کر نامحرم کو دیکھ لے کہ آج تو موقع ایسا ہے، ورنہ میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا، تو یہ نفس کا بہت بڑا دھوکا ہے۔

بدنظری ایک بہت بڑی بیماری ہے، اس کی عادت کو توڑنے کے لیے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ اس راہِ سلوک میں اسی طرح تمام غیر شرعی خواہشات کو روکنا پڑتا ہے۔

18 ...... جوڑ کو پسند کرنا، توڑ کو پسند نہ کرنا:

اٹھارواں پوائنٹ یہ ہے کہ طبعاً ہم جوڑ کو پسند کریں، توڑ کو پسند نہ کریں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ جوڑ کر رکھنا ان کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ خود بھی بنا کے رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی بنا کر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ معاشرے میں رحمت ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ذرا ذراسی بات پہ تعلق توڑ لیتے ہیں۔ تو ہم توڑ کو پسند نہ کریں،

بلکہ جوڑ کو پسند کریں۔

حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَسِيرًا، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ: تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ))[1]

"جس شخص میں یہ تین صفات ہوں گی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے حساب کتاب میں آسانی کریں گے اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں بھیجیں گے: (1) تو عطا کر اس کو جو تجھ سے روکے (2) اور تو معاف کردے اس کو جو تجھ پر ظلم کرے (3) اور تو جوڑ اس سے جو تجھ سے توڑے۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَنْ يَنَالَ عَبْدٌ صَرِيحَ الْإِيمَانِ حَتّٰى يَصِلَ مَنْ قَطَعَهُ، وَيَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَيَغْفِرَ لِمَنْ شَتَمَهُ، وَيُحْسِنَ إِلٰى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْهِ))[2]

"کوئی بندہ اس وقت تک صریح ایمان تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ نہ جوڑے اس سے جو اس سے توڑتا ہے۔ اور درگزر نہ کرے اس سے جو اس پر ظلم کرتا ہے۔ اور معاف نہ کرے اس کو جو اس کو گالی دیتا ہے۔ اور بھلائی نہ کرے اس سے جو اس سے برائی کرے۔"

سالکین طریقت کے لیے جوڑ کی اہمیت:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ ﴿١٩٩﴾﴾[3]

---

1. المستدرک علی الحاکم 3842
2. الدر المنثور ص 630
3. سورۃ الاعراف 199

”(اے پیغمبر!) درگزر کا رویہ اپناؤ، اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دو۔“

جو سالکین بغض، کینہ اور ایک دوسرے کے لیے حسد دل میں رکھتے ہیں، خاص طور پر اپنے پیر بھائیوں کے لیے، تو بظاہر اُن کو جتنی ترقی بھی حاصل ہو رہی ہو، شیخ کی قربت بھی مل رہی ہو، علم بھی حاصل ہو رہا ہو، مگر فیض کا در اس کے لیے بند ہوتا ہے۔ اس راہِ سلوک میں جو لوگ جوڑ کو پسند کرتے ہیں اُن کے اعمال میں یہ بات ظاہر ہوتی ہے، در اصل اللہ کے ہاں وہی لوگ مقبول ہوتے ہیں۔

19 ......لوگوں کی دعائیں لینے والا بننا:

آپ اس پر غور کریں! بڑی بڑی پریشانیوں سے آپ بچ جائیں گے، جب اس بات پر عمل کریں گے۔

سالک تین طرح کی دعائیں لیں:

1 ...... ماں باپ کی دعاؤں سے انسان کے دنیا کے رزق میں برکت ہو جاتی ہے، رزق وسیع ہو جاتا ہے۔

2 ...... جو شیخ اور استاد کی دعائیں لیتا ہے اس کے علم میں برکت ہو جاتی ہے، اس کے شاگردوں میں بہت فیض پھیلتا ہے اور اس کے شاگرد دین کا بڑا کام کرنے والے بنتے ہیں۔ تو ماں باپ کی دعاؤں سے انسان کے رزق میں برکت ہو جاتی ہے، رزق وسیع ہو جاتا ہے، پیر استاد کی دعاؤں سے علم میں برکت ہو جاتی ہے۔

3 ...... بیوی کی دعاؤں سے انسان کی اولاد کے دین میں برکت ہو جاتی ہے۔ یہ نکتہ یاد رکھنا! آپ دیکھیں کہ کئی بڑے دین دار لوگ ہوتے ہیں، مگر مزاج کے بڑے

سخت ہوتے ہیں، بیویوں کو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں، ان کی اولاد دین دار نہیں بنتی، اب وہ خود تو بڑے عالم ہیں، مفتی ہیں، لیکن بیٹے کی طرف سے پریشان ہیں کہ بیٹا داڑھی رکھتا اور فرض نماز بھی نہیں پڑھتا۔

واقعہ:

میرے پاس ایک مرتبہ ایک بڑے مفتی صاحب اپنے بیٹے کو لائے اور کہنے لگے: حضرت! میں نے اپنے بیٹے کو دورۂ حدیث کروایا ہے، اس کے لیے دعا کریں یہ فرض نماز بھی نہیں پڑتا۔ میں یہ بات سن کر کانپ اُٹھا کہ بچے نے دورۂ حدیث کیا ہے اور اس کے بعد وہ فرض نماز بھی نہیں پڑھتا، تو میں نے جب ذرا بات کی تو مجھے پتہ چلا کہ وہ مفتی صاحب اکھڑ مزاج کے تھے اور بیوی کے ساتھ ان کی بنتی نہیں تھی میں نے ان کو کہا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اولاد میں دین آئے؟ تو کہنے لگے: جی ہاں۔ میں نے کہا: آپ بیوی کی دعائیں لیں۔ تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔ میں نے کہا: آپ اس کو معمولی نہ سمجھیں، یہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے اور اس کی برکت دیکھی ہے، آپ بیوی کو محبت پیار سے رکھیں، بیوی کی دعائیں لیں، پھر دیکھیں کہ اللہ اولاد کو کیسے نیک بناتا ہے۔ اللہ کی شان کہ دو سال کے بعد وہ آئے اور کہنے لگے کہ میرے بیٹے نے تراویح میں قرآن سنایا ہے۔ میں نے پوچھا: جو فرض نماز نہیں پڑھتا تھا اس نے قرآن کیسے سنا دیا؟ کہنے لگے: حضرت! آپ کے کہنے پر میں نے بیوی کو خوش رکھا اور اس کو کہا کہ اولاد کی نیکی کی دعا کرو، اللہ نے اس کی دعا قبول کی اور اولاد کو نیک بنا دیا۔

ماں باپ کی دعاؤں سے مادی رزق میں برکت ہوتی ہے اور پیر استاد کی دعاؤں سے فیض میں برکت ہوتی ہے اور بیوی کی دعاؤں سے انسان کی اولاد میں نیکی آتی ہے

اور دین میں برکت ہوتی ہے، کوئی بیوی اپنے خاوند کی دعائیں لے اور نیک بن کر رہے تو اس ماں کی اولاد بدکار نہیں بنے گی۔ دونوں ایک دوسرے کی دعائیں لیں، جب تک ماں باپ کو ایک دوسرے کی دعائیں نہیں ہوں گی تب تک اولاد میں آگے نیکی نہیں ہوگی۔

(20) ...... بیت اللہ سے محبت ہونا:

اللہ تعالیٰ کے گھر سے محبت ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی گلی کا بار بار چکر لگانے کو جی چاہے۔

جن کے پاس وسائل ہوں تو انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ عمرے پر اور حج پر جائیں۔

علمی نکتہ......دور بیٹھے ہوئے اظہارِ محبت:

حج اور عمرے پر جانے والوں کو ہمیشہ محبت کی نظر سے دیکھیں۔ کوئی بندہ بھی بتائے کہ میں حج پہ جا رہا ہوں یا عمرے پہ جا رہا ہوں تو بڑی حسرت کی نگاہوں سے اس کو دیکھیں۔ اس کو عادت بنائیں۔ سوچیں کہ یہ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس کو اللہ نے اپنے گھر کے دیدار کے لیے قبول فرما لیا اور اس کو دعاؤں کے لیے کہیں اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں محبت کے ساتھ سلام بھیجیں۔ یہ بڑی سرد مہری ہے کہ کوئی بندہ بتائے کہ میں حج پہ جا رہا ہوں اور سننے والا اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں سلام بھی نہ بھیجے۔ اس سے بڑی سرد مہری اور بے وفائی اور کیا ہو سکتی ہے؟

تو ہم (1) محبت کی نظر سے دیکھیں اور (2) دعاؤں کے لیے کہیں اور (3)

نبی علیہ السلام کی خدمت میں سلام بھیجیں۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ایک مرتبہ میں نے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ ہر سال آپ کو حج کی توفیق عطا فرماتے ہیں، کیا اس کے لیے آپ کوئی خاص عمل کرتے ہیں؟ تو حضرت نے خود بتایا کہ جب میں حج نہیں کرتا تھا تو میں حج کے دنوں میں کراچی چلا جاتا تھا اور جو مسافر بحری جہاز میں حج کے لیے سوار ہوتے تھے تو میں حسرت سے ان کی طرف دیکھا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ وہ خوش نصیب ہیں جو اللہ کا گھر دیکھنے کے لیے جا رہے ہیں۔ حضرت فرمانے لگے کہ میں چونکہ محبت سے اُن کا چہرہ دیکھتا تھا اس لیے اللہ نے میرے لیے بھی حج کے دروازے کھول دیے۔

تو محبت سے حاجی کو یا عمرہ کرنے والے کو دیکھنے سے اپنے لیے حج و عمرے کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

علمی نکتہ...... معراج سے واپسی پر نبی علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات:

اب اس بات کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب علیہ السلام کو معراج پر بلایا۔ جب آپ علیہ السلام معراج سے واپس آئے حدیث پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں کسی آسمان پر بیٹھے تھے۔ جب نبی علیہ السلام واپس تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام نے ملاقات کی اور پوچھا: اے اللہ کے حبیب! آپ کو کوئی نعمت ملی؟ تو فرمایا کہ اللہ نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب! میری امت پر بھی نمازیں فرض تھیں، اُن پر بوجھ تھا، پڑھنا مشکل تھا،

پچاس تو بہت ہیں، آپ اللہ کی بارگاہ میں کمی کی فریاد کریں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام پھر اوپر عرش پر گئے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو پنتالیس ہوگئیں، پھر چالیس ہوگئیں، حتی کہ نو مرتبہ آنا جانا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں جو پڑھے گا اس کو پچاس نمازوں کا اجر عطا کروں گا۔[1]

اب یہاں پر مفسرین نے ایک نکتہ اُٹھایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء تھے۔ ان میں ابراہیم علیہ السلام بھی تھے، آدم علیہ السلام بھی تھے، دیگر انبیاء بھی تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کیوں تھے جو راستے میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے اور دوسرے انبیاء کیوں نہیں تھے؟ تو علماء نے اس میں عجیب نکتہ لکھا کہ اصل میں موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے، وہ اللہ سے ہم کلامی کرتے تھے، اس ہم کلامی کی وجہ سے ان کے دل میں تمنا تھی کہ اے اللہ! اپنا دیدار کروا دیجیے۔ اسی وجہ سے ہم بھی کہتے ہیں کہ جن کو سیل فون پر باتیں کرنے کا چسکا ہو جاتا ہے اُن کا اگلا قدم یہ ہوتا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو دیکھنے کو دل کرتا ہے۔ یہ بات صرف بات تک نہیں رہتی، بلکہ بات آگے بڑھ جاتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾﴾[2]

---

1 صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۰۶

2 الاعراف: ۱۴۳

''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہنچے اور ان کا رب ان سے ہم کلام ہوا تو وہ کہنے لگے: میرے پروردگار! مجھے دیدار کرا دیجیے کہ میں آپ کو دیکھ لوں۔ فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے، البتہ پہاڑ کی طرف نظر اٹھاؤ، اس کے بعد اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ لو گے۔ پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا، اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بعد میں جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے کہا: پاک ہے آپ کی ذات۔ میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور (آپ کی اس بات پر کہ دنیا میں کوئی آپ کو نہیں دیکھ سکتا) میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔''

اب موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تو نہیں دیکھ سکے، لیکن جب انہوں نے معراج کے سفر میں نبی علیہ السلام کے پیچھے بیت المقدس میں نماز ادا کی تو ان کو پتہ چل گیا کہ یہ اللہ کے حبیب امام الانبیاء ہیں جنہوں نے نماز پڑھائی، اب اللہ نے ان کو اپنے دیدار کے لیے بلایا ہے۔ تو انہوں نے سوچا کہ اچھا میں تو دیدار نہیں کر سکا، مگر کم از کم میں راستے میں جا کر بیٹھتا ہوں اور اس کا دیدار کروں گا جو اللہ کا دیدار کر کے آئے گا۔

اس لیے وہ راستے میں تھے اور نبی علیہ السلام کا انتظار فرما رہے تھے۔ یہ محبین کا طریقہ ہے، عاشقین کا طریقہ ہے کہ اگر وہ محبوب کو نہیں دیکھ سکتے تو جو محبوب کو دیکھتے ہیں ان کے چہرے کو وہ حسرت سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

تو بھائی! جو حاجی ہوتا ہے، معتمر ہوتا ہے، وہ تو بیت اللہ شریف جا رہا ہوتا ہے، وہ تو نبی علیہ السلام کی خدمت میں جا رہا ہوتا ہے، تو ہم ان کو ہمیشہ محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کو دعاؤں کے لیے کہیں اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں سلام بھیجیں۔ یہ محبت کی دلیل ہے۔ اور جو بندہ ان کو محبت کی نظر سے دیکھے گا ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے

بھی اپنے گھر کے راستے ہموار فرما دے گا۔

(21) ......لا یعنی سے بچنا:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))[1]

''نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبصورتی میں سے ہے کہ وہ لا یعنی کو ترک کر دے۔''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک چار احادیث پورے دین کا خلاصہ ہیں اور ان میں سے ایک یہ حدیث ہے۔

لا یعنی سے مراد ہر وہ کام ہے جو انسان کے مقصود سے ہٹ کر ہو۔ سالکین طریقت کو چاہیے کہ ہر کام جو اُن کے مقصود سے ہٹ کر ہو اس کو ترک کر دیں۔ اس راہِ سلوک میں ترقی کرنے کے لیے سالکین پر لازم ہے کہ وہ لا یعنی کو ترک کر دیں۔ بہت سے لوگ بیعت ہوتے ہیں، مگر صرف اس وجہ سے ترقی نہیں کر پاتے کہ وہ لا یعنی سے نہیں بچتے۔

بہت سے مردوں اور عورتوں کی غیروں کی بات پر تجسس کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ہلکی سی کان میں بات پڑ جائے تو پھر اس کی کھوج میں لگ جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سکرین پر وقت ضائع کرتے ہیں، وہ کھولتے ہیں نیوز کے بہانے سے، مگر بات پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض لوگوں کو فٹ بال اور کرکٹ میچ دیکھنے کا جنون ہوتا ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔

---

[1] سنن الترمذی 2318، سنن ابن ماجہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"مِنْ عَلَامَةِ إِعْرَاضِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَّجْعَلَ شُغْلَهٗ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ"[1]

"اللہ تعالیٰ کی بندے سے دوری کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ اس بندے کو لایعنی میں مشغول کر دیتا ہے۔"

ہم بھی اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ کتنے کام ایسے ہیں جو ہم لایعنی کرتے ہیں۔ لایعنی کو چھوڑنا ضروری ہے۔

علمی نکتہ...... لایعنی گفتگو اکثر سالکین کی تباہی:

آج کل ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ اِدھر اُدھر کی خبروں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، جس سے صرف انسان کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ اس راہِ سلوک میں شیطان مریدین کو فالتو باتوں میں پھنساتا ہے۔ وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم بہت نیکی کی باتیں کر رہے ہیں۔ دوسرے پیر بھائیوں کے بارے میں، دوسرے سلاسل اور علماء کے بارے میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں، اپنے طور پر تو بس اچھے لوگوں کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم ذکر سے غافل ہو رہے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((أَلَا أُعَلِّمُكَ بِعَمَلٍ خَفِيفٍ عَلَى الْبَدَنِ، ثَقِيلٍ فِي الْمِيزَانِ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: هُوَ الصَّمْتُ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيكَ))

(الصمت وآداب اللسان لابن ابی دنیا 122)

"میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو جسم پر ہلکا ہو اور میزان پر بھاری ہو؟ انھوں نے

---

[1] شرح الأربعين النووية في الأحاديث الصحيحة النبوية

عرض کیا: جی ضرور یا رسول اللہ! انھوں نے فرمایا: وہ ہے خاموشی، اچھے اخلاق اور لایعنی کو ترک کرنا۔''

((عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ، يَعْنِي رَجُلًا: أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَلَا تَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَا يَنْقُصُهُ)) (سنن الترمذی 2316)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی صحابہ میں سے شہید ہو گئے، جس پر انھوں نے فرمایا کہ اس کو جنت کی خوشخبری ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمھیں کیا پتہ شاید کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو یا چھوٹی چیزوں کے بارے میں بخل کرتا ہو۔''

دنیا کے بارے میں گفتگو کرنا جیسے عام آدمی کے لیے مسجد میں مکروہ ہے سالکین کے لیے (عشق کے راستے پر چلنے والوں کے لیے) عام زندگی میں بھی دنیاوی گفتگو مکروہ ہے۔ وحدت مطلب اسی کو کہتے ہیں کہ ہم اپنے مقصود اور اللہ کی رضا سے ہٹ کر کوئی بات نہ کریں۔ نبی علیہ السلام کی بھی یہی عادت مبارکہ تھی کہ وہ زیادہ تر خاموش رہتے تھے اور صرف ایسی گفتگو کرتے تھے جو باعث اجر وثواب ہو۔

علمی نکتہ...... دین کو دنیا پر ترجیح دینا:

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾﴾ (طٰہٰ: ۸۴)

''اور پروردگار! میں آپ کے پاس اس لیے جلدی آ گیا تا کہ آپ خوش ہوں۔''

اگر کبھی زندگی میں ایسا موقع آئے کہ دنیا کا کام بھی ہو اور دین کا کام بھی ہو تو دین کے کام کو ترجیح دیں اور یقین ہو کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ دنیا کا کام بھی ٹھیک کر دیں گے۔

مثال کہ طور پر: عورتیں سوچتی ہیں کہ پہلے مہمان کی دیکھ بھال کر لیں، پھر نماز پڑھ

لیں گی۔ اس طرح وہ نماز کو مؤخر کرتی رہتی ہیں۔ حالانکہ پہلے نماز پڑھ کر اس سے فارغ ہو جانا چاہیے اور پھر مہمانوں کے کاموں میں مصروف ہوں۔

لوگ جب سفر میں ہوتے ہیں تو اگر نماز کا وقت داخل ہو جاتا ہے تو سوچتے ہیں کہ فلاں جگہ جا کر نماز پڑھیں گے، حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہیے، جہاں بھی موقع ملے پہلے نماز پڑھ لینی چاہیے، پھر کوئی دوسرا کام کرنا چاہیے۔

عام لوگ عادتاً زندگی میں دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور دین کو پیچھے رکھتے ہیں، جب کہ تصوّف کے راستے میں اس ترتیب کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

واقعہ:

ایک عربی آدمی کی زرعی زمین تھی، جس کو پانی دینے کی ضرورت تھی، اس دوران جمعہ کا وقت ہو گیا اور وہ جمعہ کے لیے جانے لگا۔ بیوی نے اس کو روکا اور کہا: ابھی پانی دے لو، پھر جمعہ کے لیے چلے جانا۔ اگر ابھی پانی نہیں دیا تو ممکن ہے کہ پانی ختم ہو جائے اور ہماری زمین کو آج پانی نہ ملے، لیکن وہ آدمی اس پر راضی نہیں ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو جمعہ کے لیے جانا ہے، اس وقت میں کچھ نہیں کروں گا۔ اس دوران ہی انہیں خبر ملی کہ ان کا اُونٹ بھاگ گیا ہے۔ پھر بیوی بولی کہ پہلے اُونٹ کو پکڑ کر لے آؤ، ابھی قریب ہی ہے، مل جائے گا، ہمارے پاس ایک ہی سواری ہے، اگر یہ بھی نہ رہی تو بہت مشکل ہوگی، مگر مرد نہیں مانا، اور کہنے لگا کہ میں نے تو جمعہ ہی پڑھنا ہے۔

بیوی بہت ناراض ہوئی کہ آج ہمارے دو کام خراب ہو گئے: ایک اُونٹ چلا گیا اور دوسرا کھیتی کو پانی نہیں ملا۔

جب وہ جمعہ پڑھ کر واپس آیا تو وہ زمین کو دیکھنے کے لیے گیا، وہاں پہنچا تو دیکھا

کہ زمین میں پانی لگا ہوا تھا۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میری کھیتی کو پانی کس نے لگا ہوا ہے کہ اس کے ساتھ والی زمین کا مالک آیا اور اس نے بتایا کہ آج جب میں اپنی زمین کو پانی دے رہا تھا تو ہماری زمینوں کے درمیان ایک سوراخ بیچ میں کھلا ہوا تھا اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ جب میں اپنی زمین کو پانی لگا رہا تھا تو ساتھ ہی پانی آپ کی زمین میں بھی آ رہا تھا۔ تو اس بندے نے اپنے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔

جب وہ گھر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اُونٹ گھر کے باہر بندھا کھڑا ہے، اندر آ کر بیوی سے جب پوچھا کہ اونٹ کیسے ملا تو بیوی نے بتایا کہ میں آٹا گوندر ہی تھی اور مجھے باہر کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی، جب میں باہر گئی تو دیکھا کہ کچھ کتے بھونک رہے تھے اور ہمارا اُونٹ وہاں کھڑا ہوا تھا، میں نے اس کو باندھ دیا۔

یہ مواقع ہر دن ہر بندے کی زندگی میں آتے ہیں کہ جب ہمیں دین اور دنیا کے کاموں کے بیچ میں سے ایک کو ترجیح دینی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ اپنا اصول بنا لینا چاہیے کہ ہمیشہ دنیا پر دین کو ترجیح دیں۔

(22) معمولات کی پابندی:

بیعت کا عمل کوئی رسمی یا رواجی چیز نہیں، بلکہ نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے۔ اس کا مقصد اللہ پاک کی رضا، نبی علیہ السلام کی اتباع اور اپنی اصلاح ہوتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سالک کو کچھ معمولات و وظائف بتائے جاتے ہیں، جن پر باقاعدہ عمل کرنے سے سالک کی زندگی میں اسلامی، ایمانی اور قرآنی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ محبت الٰہی اس طرح اَنگ اَنگ میں سما جاتی ہے کہ آنکھ کا دیکھنا، زبان کا بولنا اور پاؤں کا چلنا بدل جاتا ہے۔ سالک یوں محسوس کرتا ہے کہ میرے اوپر منافقت اور دو

رنگی کا غلاف چڑھا ہوا تھا جو اُتر گیا ہے اور اندر سے ایک سچا اور سُچا انسان نکل آیا ہے۔

وہ معمولات مندرجہ ذیل ہیں:

1 ......وقوف قلبی:

وقوف کا مطلب ہوتا ہے رکنا اور وقوف قلبی کا مطلب ہوتا ہے دل کا رکنا۔ اس کا مطلب ہے کہ انسان اپنا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں مشغول رکھے، اگرچہ وہ اس دوران اور بھی کام کر رہا ہو۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی انسان گاڑی چلا رہا ہوتا ہے، مگر ساتھ ساتھ گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے بات چیت بھی کر رہا ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ گاڑی چلانی نہیں چھوڑتا، مگر دونوں کام اکٹھے کر لیتا ہے۔ انسان میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کام کر سکتا ہے اور وقوف قلبی یہی ہے کہ انسان چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت دل میں اللہ کا دھیان رکھے۔

یہ جملہ مشہور ہے:

''ہتھ کار وَل، دل یار وَل''

(ہاتھ کام کاج میں مشغول اور دل اللہ کی یاد میں مشغول)

سالک اس کی عادت ڈال لے تو وقوفِ قلبی پر دوام آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

وقوفِ قلبی ......ذکرِ قلبی کا چور دروازہ:

ذکرِ قلبی کے بغیر اعمال کی حقیقت نصیب ہونا ناممکن ہے اور وقوفِ قلبی، ذکرِ قلبی کا چور دروازہ ہے۔ وقوفِ قلبی ہر حالت میں اپنے قلب کی طرف متوجہ رہنے کو کہتے ہیں۔ گویا اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، بولتے سنتے اور پڑھتے، ہر حال میں

اس دھیان میں لگے رہنے کا نام وقوفِ قلبی ہے کہ میرا دل کہہ رہا ہے: اللہ......
اللہ......اللہ۔

جو انسان اس کی مشق کر لے وہ روحانیت کے راستے میں بجلی کی طرح سفر کرتا ہے، لیکن تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ کئی لوگ حلال وحرام کا خیال رکھتے ہیں، طہارت اور مراقبے کا اہتمام کرتے ہیں، جھوٹ اور غیبت اور لایعنی سے پرہیز کرتے ہیں، مگر وقوفِ قلبی کا اہتمام نہ کرنے کی بنا پر وہ سفر جو سیکنڈوں میں طے ہونا چاہیے تھا، وہ برسوں میں طے کرتے ہیں۔

سالکین کو چاہیے کہ وہ ہرگز وقوفِ قلبی کو معمولی نہ سمجھیں۔ مقبول اوقات میں وقوفِ قلبی کی پابندی کے لیے دعائیں مانگیں، بلکہ اس کو ہر دعا کی روح تصور کریں۔

2 ......مراقبہ:

دوسرا عمل ہے مراقبہ۔ اس کو ذکرِ قلبی بھی کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یوں ہے کہ سالک دن میں کسی وقت ہر چیز سے ہٹ کٹ کر اکیلے اور خاموشی سے بیٹھ کر اللہ رب العزت کی یاد میں ڈوب جائے۔ یوں تصور کرے کہ اللہ کی رحمت آرہی ہے، میرے دل میں سما رہی ہے، میرے دل کی ظلمت اور سیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل کہہ رہا ہے: اللہ......اللہ......اللہ۔ اپنی زبان سے کچھ بھی نہیں کہنا، بلکہ فقط تصور کرنا ہے کہ میرا دل اللہ......اللہ کہہ رہا ہے۔

سالک جتنا مراقبہ کرے گا اتنا ہی اس کو فائدہ ہوگا۔

3 ......تلاوتِ قرآن:

سالک کو چاہیے کہ روزانہ قرآن کریم کی کچھ نہ کچھ تلاوت کرے، کم از کم ایک

پاؤ پڑھے، ورنہ کوشش کرنی چاہیے کہ روزانہ ایک پارہ ضرور پڑھے۔ سالک کی زندگی کا کوئی بھی دن ایسا نہ گزرا ہو جو قرآن کریم کی تلاوت سے خالی ہو۔ عورتوں کو جن دنوں میں نماز نہیں پڑھنی ہوتی اُن دنوں میں تلاوت نہ کریں، اُن کو بن پڑھے اجر مل جائے گا۔

4 ......استغفار:

روزانہ صبح وشام سوسو مرتبہ استغفار کرنا۔

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ))

روزانہ استغفار کرنا نبی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔[1]

انسان اپنے پچھلے گناہوں سے سچی توبہ کرے، اس کے لیے گناہوں کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بس دل میں یہ ارادہ ہو اور ندامت محسوس کرے۔ یہ سوچنا کہ گناہوں سے توبہ بعد میں کرلیں گے، بے وقوفی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ استغفار اور توبہ کو لازم سمجھے اور روزانہ باقاعدگی سے اس عمل کو کرے۔ اگر جان بوجھ کر کوئی گناہ صادر نہ ہوا ہو تب بھی بطور انسان ہم سے اتنی کمی کوتاہی ہوجاتی ہے کہ ہم روزانہ اس پر اللہ سے معافی مانگیں۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ))

(سنن ابی داود 1518)

---

(1) أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (صحیح مسلم 2702)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی مسلسل استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی میں سے راستہ پیدا کر دیں گے، ہر غم سے نجات عطا فرما دیں گے اور اس کو ایسے راستوں سے رزق عطا فرمائیں گے جس کا اس نے گمان بھی نہ کیا ہو۔''

ہمارے اکابر تہجد کے وقت اٹھ کر استغفار کیا کرتے تھے اور بہت رویا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۝۱۷ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝۱۸﴾ (الذاریات:۱۷۔۱۸)

''وہ رات کے وقت کم سوتے تھے اور سحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے۔''

5 ...... درود شریف:

روزانہ صبح و شام سو سو مرتبہ نبی ﷺ پر درود بھیجنا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

نبی ﷺ کے اپنی امت پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کا بدلہ انسان چکا نہیں سکتا، مگر کم از کم محبت اور عقیدت کے ساتھ ہر امتی کو چاہیے کہ وہ اُن پر درود بھیجے۔ اس کو نہایت محبت اور عقیدت سے پڑھے اور یہ تصور کرے کہ میں اپنے نبی ﷺ کو ہدیہ پیش کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝۵۶﴾ (الاحزاب:۵۶)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر

درود بھیجو، اور خوب سلام بھیجا کرو۔"

اس سے بڑا اور کیا اعزاز ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود نبی ﷺ پر صلوات بھیجتے ہیں اور وہ مومنین کو بھی حکم فرما رہے ہیں کہ وہ بھی نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجیں۔

6 ......رابطۂ شیخ:

رابطۂ شیخ ان تمام معمولات کا مغز ہے اور تصوف کا اصل اصول ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک شیخ کی صحبت میں وقت گزارنے کی کوشش کرے، ان کی مجالس میں شریک ہو، ان کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرے اور وقتاً فوقتاً شیخ کو اپنے روحانی حالات اور معمولات کے بارے میں آگاہ کرتا رہے۔

یہ رابطہ جتنا قوی ہوگا سالک اپنے سلوک میں اتنا ہی فائدہ محسوس کرے گا۔ بعض لوگ باقاعدہ شیخ کی صحبت میں اتنا وقت نہیں گزار سکتے، مگر شیخ کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کے ذریعے سلوک میں خوب ترقی پاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ))[1]

"انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔"

لہٰذا اگرچہ ہمارے اپنے اعمال اس لائق نہ ہوں، مگر شیخ سے کامل محبت ہونے کے سبب انسان قیامت کے روز اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ○﴾ (لقمان:۱۵)

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:۶۱۶۸

''اور ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔''

شیخ سے کامل محبت کی بہترین صورت یہی ہے کہ انسان شیخ کی ہر تعلیم پر عمل کرے اور اس کی مکمل اتباع کرے، اس کے طریقے کو اپنائے۔

رابطۂ شیخ کے فوائد:

1 ......اصلاح نفس:

شیخ سے رابطہ رکھنے کے ذریعے سے انسان کا نفس سنور جاتا ہے۔ شیخ کی نظرِ کامل اس کی بیماریوں اور عیبوں کو پہچان لیتی ہے، جو کہ اکثر خود انسان کو نہیں معلوم ہوتے اور پھر شیخ اس کے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں۔

2 ......حلاوتِ ایمان:

رابطۂ شیخ قوی ہونے کے ذریعے سے سالک کے اندر ایمان کی حلاوت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ شیخ کی تعلیمات پر عمل کر کے اپنی زندگی کو سنت نبوی پر ڈھال کر اور شیخ سے تعلق بنانے کے ذریعے انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے۔ اس کو اللہ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ شریعت پر پختہ ہو جاتا ہے۔

معمولات کو باقاعدگی سے کرنے کی اہمیت:

جس طرح ایک بیج میں درخت بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اگر اس بیج کو مالی کے زیر نگرانی چند دن زمین میں پرورش پانے کا موقع مل جائے تو وہ ایک پھل پھول والا درخت بن جاتا ہے، اسی طرح سالک شیخ کے زیر سایہ چند روز تک ان اوراد و وظائف کو کر لے تو اس کی شخصیت پر حسن اخلاق کے پھول لگتے ہیں اور اس کا

شجرِ اُمید بارآور ثابت ہوتا ہے۔

یہ معمولات انسان کے باطنی امراض کے لیے تیر بہدف نسخہ ہے۔ ان کا فائدہ مند ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے چینی کا میٹھا ہونا۔ دنیا کے کروڑوں انسانوں نے اس نسخے کو آزمایا اور اس سے فائدہ اٹھایا ہے، لیکن اگر کوئی سالک ان اوراد و وظائف کی پابندی ہی نہ کرے اور پھر شکایت کرے کہ ہمیں فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو اس میں شیخ کا کیا قصور ہے؟ اس کی مثال تو اس مریض کی طرح ہے جو بہت بڑے ڈاکٹر سے نسخہ لکھوا کر جیب میں ڈالے پھرے، لیکن استعمال نہ کرے۔ جیب میں رکھا ہوا نسخہ کیسے فائدہ دے سکتا ہے جب تک کہ اسے استعمال نہ کرے......؟

ان اوراد و وظائف کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کرنے میں بہت ہی آسان ہیں، لیکن باقاعدگی سے کرنے سے پوری کی پوری شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح ٹھوس ہے۔

(23) کثرتِ ذکر:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً، وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰہِ)) [1]

اگلا نکتہ ہے ذکر کی کثرت کرنا۔ ہمارے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں مراقبہ سالک کے روزانہ کے معمولات کا اہم حصّہ ہے۔ مراقبے کی بنیاد خلوت پر ہے۔ حصولِ نسبت کے لیے ایک ضروری سبب یہ ہے کہ سالک معمولات کی پابندی کرے۔

قلب کے لیے اس گوشہ نشینی سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں جس گوشہ نشینی میں اس کا

---

[1] الدعوات الکبیر للبیہقی ص80

دل اللہ کی یاد میں ڈوب جائے۔ ایسی تنہائی کہ جس میں انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، قلب کو جتنی ترقی اس سے ملتی ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں ملتی۔

خلوت انبیاء علیہم السلام کی

خلوت انبیاء علیہم السلام کی سنت اور صدیقین کی آرزو ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ محبت تنہائی چاہتی ہے۔ جب محبت ہوگی تو انسان تنہائی چاہے گا، الگ بیٹھے گا، کہے گا: مجھے کوئی تنگ نہ کرے، میں چاہتا ہوں کہ محبوب کی یاد میں الگ بیٹھا رہوں۔

چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا اظہار فرمانا تھا تو اس سے پہلے چھ مہینے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچے خواب آتے رہے۔

اس لیے کہا گیا کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ نبی علیہ السلام خواب میں جو دیکھتے تھے اگلے دن وہ بات سامنے آجاتی تھی۔ اس طرح نبی علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت خوب بھڑک اُٹھی اور اللہ کے حبیب علیہ السلام تنہائی چاہنے لگے۔

((ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ، وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ))[1]

"پھر خلوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پسندیدہ بنا دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حراء میں خلوت اختیار کرتے تھے۔"

یہاں سے ہمارے اکابر نے تنہائی میں بیٹھنے کا جواز نکالا۔

آپ علیہ السلام ایک ہفتے کا کھانا لے کے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اب غور کریں! وہ عبادت کون سی تھی؟ قرآن تو اُترا

---

[1] صحیح البخاری 3

نہیں تھا، نماز تو ابھی تک فرض نہیں ہوئی تھی، تو پھر نماز اور تلاوت کے علاوہ اور کون سی عبادت رہ جاتی ہے؟ تو یاد رکھیے! وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی یاد ہے، وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اور نعمتوں میں غور و فکر کرنا ہے، اسی کو ذکر کہتے ہیں۔

خلوت کی اہمیت:

آج لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ آنکھیں بند کر کے کیوں بیٹھتے ہیں؟ تو یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ کی یاد میں بیٹھنا اور اس میں گم ہو جانا، یہ انسان کی ترقی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس لیے ہمارے اس سفر کی ابتداء اس ذکر سے ہوتی ہے اور انتہاء فکر پہ ہوتی ہے۔ ذکر کنجی ہے فکر کی۔ انسان جتنا اچھا ذکر کرے گا اتنی اسے فکر میں بلندی نصیب ہو گی۔ اس کی دلیل ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾﴾ (آل عمران:۱۹۱)

''جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں، پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔''

اللہ نے ذکر کا تذکرہ پہلے فرمایا اور فکر کا تذکرہ بعد میں فرمایا۔ اور ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خوبصورتی دیکھیے کہ ذکر کے اسباق پہلے ہیں اور فکر کے اسباق بعد میں ہیں، بالکل شریعت کے مطابق۔ پہلے سات اسباق ذکر کے ہیں، پھر اس کے بعد دو

سبق تہلیل کے ہیں۔ تو یہ نو سبق ہو گئے۔ پھر اس کے بعد پینتیسویں سبق تک یہ سارے فکر کے مراقبے ہیں۔

اس لیے جوان بچوں میں سے اگر آپ کسی کا اندازہ لگانا چاہیں کہ یہ کسی کی محبت میں پھنسا ہوا ہے یا نہیں، تو اس کی عادت پر غور کریں گے تو پتہ چل جائے گا، وہ کھانا بھی الگ کھانا پسند کرے گا، الگ رہنا پسند کرے گا، مجمع میں نہیں آئے گا، الگ تھلگ رہے گا۔ تو یہ الگ تھلگ رہنا محبین کی نشانی ہے۔

''مکتوبات معصومیہ'' میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تنہائی صدیقین کی آرزو ہوتی ہے۔ ان کے دل کی تمنّا ہوتی ہے کہ ہمیں کوئی ایسا وقت ملتا کہ جب ہم اللہ کی یاد میں بیٹھے رہتے۔

چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو معصیت کی ذلت سے نکال کر عبادت کی عزت کی طرف لے جانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تنہائی سے مانوس کر دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے کہ تنہائی اچھی لگے۔ آج کل تو تنہائی سے وحشت ہوتی ہے، تنہائی میں وقت گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے ذرا تنہائی ہوتی ہے تو فوراً لیپ ٹاپ پہ ہاتھ پڑتا ہے، کمپیوٹر پہ ہاتھ پڑتا ہے، یا ہینڈ فری کانوں میں ڈال لیتے ہیں، یعنی انسان کہیں نہ کہیں اپنے آپ کو مصروف کر لیتا ہے۔

شریعت نے منع کیا ہے کہ آپ شہروں کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جائیں۔ یہ دین اسلام کا حسن ہے۔ شریعت نے کہا کہ اللہ کی طرف جو راستہ جاتا ہے وہ ان جنگلوں اور غاروں سے ہو کر نہیں جاتا، بلکہ ان گلی کوچوں اور بازاروں سے ہو کر جاتا ہے۔

اس لیے ماحول اور معاشرے میں رہو۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کو پورا کرو، اس طرح تمہیں اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔ چنانچہ ہمارے ہاں جنگلوں کی عبادت نہیں ہے، بلکہ ہم نے گھروں میں اور ماحول معاشرے میں رہ کر اللہ کو منانا ہے۔ اور نہ ہی ہم نے نکاح کو ترک کر کے رہبانیت کی زندگی اختیار کرنی ہے۔

ایسی خلوت اختیار کر لینا کہ دل کو غیر اللہ کے خیال سے فارغ کر لینا، اس کو تبتل کہتے ہیں اور اس کا قرآن میں بھی حکم ہے دیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝٨﴾ (المزمل:۸)

''اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو، اور سب سے الگ ہوکر پورے کے پورے اسی کے ہو رہو۔''

مخلوق سے کٹو، اللہ سے جڑو۔ پھر اللہ کی نسبت سے مخلوق سے جڑو۔ یہ جو مخلوق سے ہماری نفسانی، شیطانی اور شہوانی محبتیں ہوتی ہیں، یہ نقصان دہ ہیں۔ بندہ اگرچہ لوگوں کے درمیان رہے، مگر دل میں ایک اللہ کی محبت ہو۔

اب غور کریں کہ اللہ نے ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ (اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو) فرمایا ہے۔ اور ہمارے رب کا نام ''اللہ'' ہے۔ تو ہمارا سلوک فقط اللہ کے نام کا ذکر کرواتا ہے۔ یہ تو قرآن پاک سے ثبوت مل رہا ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کرو، اس سے تمہیں تبتل نصیب ہوگا، مخلوق سے دل کٹ جائے گا اور اللہ سے جڑ جائے گا۔

خلوت میں عافیت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عافیت کے دس اجزا ہیں۔ ان میں سے نو اجزا

خاموشی کے ہیں اور ایک حصہ لوگوں سے الگ ہونے میں ہے۔ اور ہمارے سلسلے میں تو ایک ہی بات کرتے ہیں کہ خاموشی اختیار کرو۔ اصل میں ہم نے چپ کے مزے ہی نہیں دیکھے، ہم نے تو باتوں کے مزے پائے اور باتوں میں لگے رہے، کاش کہ چپ کے مزے آجاتے......! پھر تو انسان کا دل چاہتا ہے کہ بس خاموش رہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق فرمایا:

چشم بندو گوش بندو لب و بند
گر نہ بینی سر حق بر من بخند

''آنکھوں کو بند کرلے، کانوں کو بند کرلے، لب کو بند کرلے، اگر تو اللہ کے راز کو نا پائے تو میرے اوپر ہنسنا۔''

تو گویا ان تین چیزوں سے اللہ کی معرفت مل جاتی ہے، آنکھ بند کرلے، کان بند کرلے اور زبان بند کرلے۔

آج تو آنکھیں کھلی رہتی ہیں اور دوسروں کے چہروں پہ پڑتی ہیں تو انسان ان کے عیب ڈھونڈتا ہے، اور کان دوسروں کی باتیں سنتے ہیں، اور زبان بند ہی نہیں ہوتی، باتیں ہی کرتے رہتے ہیں۔ مبتدی کے لیے خاموش رہنا زیادہ ترقی کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں پائی۔''

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَلْعِزْلَۃُ الْعِبَادَۃُ''

''انسان اللہ کی خاطر تنہائی اختیار کرے تو یہ عبادت ہے۔''

تنہائی کے فوائد:

......تنہائی اختیار کرنے کا سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ انسان زبان کے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ انسان بات کم کرتا ہے تو غیبت نہیں ہوتی، بہتان تراشی نہیں ہوتی، جھوٹ نہیں بولتا، یہ سب گناہ پھر نہیں ہوتے۔ اور بنی آدم کے اکثر گناہ اس کی زبان سے ہوتے ہیں۔

......اور دوسرا فائدہ تنہائی اختیار کرنے میں یہ ہے کہ بدنظری نہیں ہوتی۔

......تیسرا فائدہ حفظ القلب ہے، کہ قلب کی حفاظت ہوتی ہے۔ سالک تنہائی میں ہوگا تو پھر قلب کے اندر لوگوں کی باتوں کے جو اثرات ہوتے ہیں وہ نہیں ہوں گے، اور نہ ریا آئے گی۔

......چوتھا فائدہ: ''حُصُوْلُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْقَنَاعَةِ مِنْهَا'' (دنیا میں زہد حاصل ہو جاتا ہے اور انسان کو قناعت نصیب ہوتی ہے)۔

......پانچواں فائدہ: ''اَلسَّلَامَةُ مِنْ صُحْبَةِ الْاَشْرَارِ'' (برے لوگوں کی صحبت سے انسان بچ جاتا ہے)۔

......چھٹا فائدہ یہ ہے کہ ذکر اور عبادت کے لیے انسان فارغ ہو جاتا ہے۔

......ساتواں فائدہ: رَاحَةُ الْقَلْبِ وَالْبَدَنِ'' (دل اور بدن کو راحت مل جاتی ہے۔)

......آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ نفس کی صیانۃ ہوتی ہے۔ صیانۃ کہتے ہیں حفاظت ہونا۔

......اور نواں فائدہ یہ ہے کہ ذکر پر انسان کو جماؤ نصیب ہو جاتا ہے۔

کثرتِ ذکر کے فوائد:

کثرت ذکر کے فوائد عجیب وغریب ہیں۔ چند ایک بیان کیے جاتے ہیں:

❶......ذکر دل کی صفائی کا باعث ہے۔

ذکر کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے دل کی ظلمت دور ہوتی ہے اور آدمی کو قلب سلیم نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر چیز کا ایک صقیل ہوتا ہے اور دل کا صقیل (صفائی) ذکر اللہ ہے۔'' (مشکوٰۃ)

جب دل صاف اور روشن ہو تو اس کو عبادات میں لذت ملتی ہے اور خیر کی ہر بات اس پر اثر کرتی ہے۔ اور دل صاف نہ ہو تو قساوتِ قلب کے باعث خیر کی بات دل پر اثر نہیں کرتی اور نہ وہ عبادت و طاعت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((إِنَّ فِي جَسَدِ ابْنِ آدَمَ لَمُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ جَمِيعُهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ جَمِيعُهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ))[1]

''بیشک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے جان لو کہ وہ دل ہے۔''

اسی بات کو ایک شاعر نے یوں کہا:

ے دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنوار لیا وہ سنور گیا

❷......ذاکر کو اللہ تعالیٰ یاد رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] رواه البخاري في كتاب الإيمان باب 39. مسلم في كتاب المساقاة حديث 107.
ابن ماجه في الفتن باب 14

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۵۲)

''لہٰذا مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔''

اس آیت میں خوشخبری ہے اہل ذکر کے لیے کہ جب وہ ذکر کر رہے ہوتے ہیں، یعنی اللہ کو یاد کر رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں یاد کر رہے ہوتے ہیں۔

؎ محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتے ہیں......!

3 ......ذاکر سے اللہ تعالیٰ کی دوستی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

''أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِي.''[1]

''میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے۔''

کس قدر شرف کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ذکر کرنے والوں کا جلیس اور ہم نشین کہا۔ لہٰذا جس شخص کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہوگی گویا وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ہم جلیس ہوگا، اسی کو حضوری کہتے ہیں، لیکن غافل بندوں اور نفس کے گرفتاروں کو کیا پتہ کہ قربِ الٰہی کی لذتوں کا کیا معاملہ ہے؟

---

[1] عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ قَالَ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: (يَا رَبِّ أَقَرِيبٌ أَنْتَ فَأُنَاجِيكَ أَمْ بَعِيدٌ فَأُنَادِيكَ قَالَ: يَا مُوسَى أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِي قَالَ: يَا رَبِّ فَإِنَّا نَكُونُ مِنَ الْحَالِ عَلَى حَالٍ نُجِلُّكَ وَنُعَظِّمُكَ أَنْ نَذْكُرَكَ قَالَ: وَمَا هِيَ؟ قَالَ: الْجَنَابَةُ وَالْغَائِطُ قَالَ: يَا مُوسَى اذْكُرْنِي عَلَى كُلِّ حَالٍ (تفسیر القرطبی ص 311)

عندلیب مست داند قدر گل
چغد را از گوشۂ ویرانہ پرس

''پھول کی قدر تو مست بلبل ہی خوب جانتی ہے، جنگل کے ویران کونے کی بابت پوچھنا ہو تو اُلو سے پوچھو۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے دلوں سے غفلت کو نکال پھینکیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے مزین کرلیں، تاکہ ہم اللہ کے دوست بن جائیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔'' (متفق علیہ)

یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے، ذاکر انسان کا دل زندہ ہوتا ہے، جبکہ غافل کا دل سویا ہوا ہوتا ہے۔

(24) ...... علم دین حاصل کرنا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[1]

''کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟''

ایک حدیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَلَکَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ))[2]

''جو کسی راستہ پر علم کی طلب میں نکلے گا اللہ اس کو جنت کے راستوں میں سے کسی

[1] الزمر: ۹

[2] (سنن ابی داؤد: 3641)

راستے پر چلا دیں گے۔"

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں جہاں سالکین کو طریقت کے راستے پر چلایا جاتا ہے وہیں انہیں شریعت کے علوم حاصل کرنے کی بھی ترغیب دی جاتی ہے۔ ہمارے اکابر نے حصول علم کو اس راہِ ولایت کا ایک اہم حصّہ قرار دیا ہے۔ جہاں پر خانقاہ کی تعمیر کی گئی وہیں پر باقاعدہ مدرسے اور دینی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔

تمام سالکین کو چاہیے کہ وہ کم از کم اپنے علاقوں میں باضابطہ علماء سے علم دین حاصل کریں۔ یہ علم خود حاصل نہیں ہوتا، اس کے لیے علم والوں سے سیکھنا ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ))[1]

"اور بے شک علماء انبیاء کے ورثاء ہیں اور بیشک انبیاء کی میراث دینار اور درھم نہیں ہوتی، ان کی میراث علم ہوتی ہے۔"

اس سے بڑی علم دین کی اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ اس کو حاصل کرنے والا انبیاء علیہم السلام کا وارث بن جائے گا۔ جس طرح ایک بیٹا اپنے باپ کے کاروبار کو اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد سنبھالتا ہے اسی طرح علماء حضرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین کے کام کو اس دنیا میں سرانجام دیتے ہیں۔

چنانچہ فقط عبادت سے انسان وہ درجہ نہیں حاصل کرسکتا جو قرب کا درجہ علم والوں کا اللہ کے نزدیک ہے۔

---

(1) (سنن ابی داؤد: 3641)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ))[1]

''اور بیشک ایک عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت ہے تمام ستاروں پر۔''

لہٰذا جو اس راہِ ولایت کے مسافر ہیں انھیں چاہیے کہ علم حاصل کریں اور اپنے عملوں کی قیمت کو بڑھائیں۔ جو راہِ عشق کا مسافر ہے اس کو علم حاصل کرنے کی حرص ہونی چاہیے۔

علم نافع کی تعریف:

علم نافع یعنی نفع بخش علم وہی ہے جس پر عمل کیا جائے۔ایک بزرگ کا قول ہے:

''اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ كَبَيْتٍ بِلَا سَقْفٍ''

''بغیر عمل کے علم کی مثال ایسے ہے جیسے بغیر چھت کے گھر۔''

جو اپنے علم پر جتنا عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مزید علم اور معرفت عطا فرمائیں گے۔تو ہمیں چاہیے کہ ہم علم دین حاصل کریں اور پھر اس پر مکمل عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء کی مثال قرآن میں یوں بیان کی ہے:

﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾[2]

''ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو۔''

---

(1) (سنن ابی داؤد:3641)

(2) الجمعۃ:۵

ہم بھی محض علم کو حاصل نہ کریں، بلکہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی میں اس کو ڈھالیں، پھر یہ علم نور بن جاتا ہے۔

25 ...... گناہوں کو چھوڑنا:

ان تمام نکات میں سے سب سے اہم اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہم گناہوں کو مکمل چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾[1]

''اور تم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو۔''

بھاگ بھاگ کے نیکیاں کرنا صالحین کا شعار ہے اور کبھی بھی گناہ نہ کرنا یہ صدیقین کا شعار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ))[2]

''حرام کاموں (گناہوں) سے بچو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔''

حقیقت میں گناہوں کو چھوڑنا ہی عبودیت اور تقویٰ کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جو انسان مکمل طور پر گناہ کو ترک کر دے گا وہ گناہگار عبادت گزار انسان سے دین میں آگے ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کسی بھی عبادت گزار نے اللہ کی نافرمانی سے

---

1. (الانعام:۱۲۰)
2. مسند احمد، حدیث:۸۰۹۵

بچنے سے بڑھ کر کبھی کوئی عبادت نہ کی ہوگی۔[1]

لمحۂ فکریہ:

آج نسبت کے طلبگار تو کئی ہیں، مگر نسبت کے لیے سینوں کو تیار کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ پوری دنیا میں پھر کر دیکھیے! آپ کو کوئی بندہ بھی اس طرح کا نظر نہیں آئے گا۔ سب میں خواہش پرستی، نفس پرستی اور ہوا پرستی رہ گئی ہے اور خدا پرستی سے غافل ہو کر دنیا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

ع بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں کہ پتھر کے

جب تک ان بتوں کو نہیں توڑیں گے اس وقت تک نسبت کا نور نصیب نہیں ہوگا۔ آج تو جن دلوں پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے وہاں دنیا بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ میرے پیرو مرشد حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

؎ حال دل جسے میں کہتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے اللہ کا بندہ نہ ملا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نسبت کا نور عطا فرما دیں، تاکہ ہماری آخرت ٹھیک ہو جائے۔ آمین۔

اعمال کی دو قسمیں:

اعمال کی دو قسمیں ہیں: اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ۔ ''اعمال صالحہ'' نیک کاموں کو

---

[1] وقال الحسن البصري: "ما عبد العابدون بشيء أفضل من ترك ما نهاهم الله عنه" (الورع لابن ابی الدنیا ص ۴۲)

کہتے ہیں اور ''اعمال سیئہ'' گناہوں کو کہتے ہیں۔ جو کام اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو وہ اعمال صالحہ میں شامل ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہو وہ اعمال سیئہ میں شامل ہے۔

گناہ کیا ہے؟

جو مخلوق سراسر خیر ہے اس کا نام فرشتہ ہے، جو سراسر برائی ہے اس کا نام شیطان ہے اور جو خیر اور شر کا مجموعہ ہے اس کا نام حضرت انسان ہے۔ انسان حالات سے متاثر ہو کر یا اپنی عادات سے مجبور ہو کر بسا اوقات اللہ رب العزت کے حکموں کی نافرمانی کرتا ہے، اس کو معصیت کہتے ہیں۔ گناہ کہتے ہیں اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت سے روگردانی کرنا۔

گناہوں کے کرنے سے انسان اللہ رب العزت سے دور ہوتا ہے۔ نیکی کرنے سے انسان اللہ رب العزت کے قریب ہوتا ہے۔

گناہوں سے انسان کی زندگی میں بے برکتی آتی ہے اور نیکی کی وجہ سے انسان کی زندگی میں برکتیں آتی ہیں۔

گناہوں سے انسان کو ذلت ملتی ہے، نیکی کی وجہ سے انسان کو عزت ملتی ہے۔

گناہ کی وجہ سے دل کا سیاہ ہو جانا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب بھی انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر داغ لگ جاتا ہے۔ اگر سچی توبہ کر لے تو مٹ جاتا ہے۔ اگر توبہ نہ کرے اور دوسرا گناہ کر لے تو دوسرا داغ لگ جاتا ہے۔ اگر بالکل توبہ نہ کرے تو یہ سیاہی گناہوں کے

ساتھ ساتھ اتنی بڑھتی چلی جاتی ہے کہ اس انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔[1]

اس کو رینِ قلب کہتے ہیں، یعنی دل کا زنگ، دل کی سیاہی۔ قرآن پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾[2]

''ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔''

استغفار کی کثرت سے یہ سیاہی دُھل جاتی ہے۔ جبکہ غفلت اور گناہوں سے یہ سیاہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جس انسان نے کلمہ نہیں پڑھا اس کا دل بالکل سیاہ ہوتا ہے۔ جس نے کلمہ پڑھ لیا اس کا دل نورِ ایمان سے لبریز ہو جاتا ہے۔

نیکی کی لذت سے محرومی:

گناہ کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ نیکی کی جو لذت ہے اس سے اس کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ نماز میں لذت نہیں، تلاوت میں لذت نہیں، تسبیح کرنے میں دل نہیں لگتا، نیکی کے کام کرنے کو دل ہی نہیں کرتا، کیا پتہ ہم جو آنکھوں کو قابو نہیں کرتے، غیر محرم سے نہیں بچتے اسی کا وبال ہو۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں فکر و مراقبے میں لذت ہی عطا نہیں کرتے۔

---

1. ((عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: إن العبد إذا أخطأ خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء، فإذا هو نزع واستغفر الله وتاب، صقل قلبه، فإن عاد زيد. فيها، حتى تعلو على قلبه)) (ترمذی، حدیث ۲۳۳۴)

2. المطففین: ۱۴

بندوں اور اللہ کے درمیان پردے:

گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کچھ پردے آجاتے ہیں۔ ان پردوں کو ہم جب تک نہیں اٹھائیں گے اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب نہیں ہوں گے۔

دیدِ قصور بڑی نعمت:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں ایک بہت خوبصورت لفظ استعمال فرمایا۔ انہوں نے اس کا نام دیدِ قصور رکھا۔ مشائخ سلوک میں سے سب سے پہلے یہ لفظ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال کیا۔ دید قصور کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو اپنے قصور کی دید نصیب ہو جائے۔ پتہ چل جائے کہ میرے اندر کیا کیا عیب ہیں۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس لیے وہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے راضی ہوتے ہیں اس کے گناہوں کو اس کی نظر میں واضح فرما دیتے ہیں۔ بندے پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا اکرم اور احسان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نظر میں اس کے عیبوں کو کھول دیتے ہیں۔

ہماری غلطی:

انسان نے اپنے من کو چھوڑ کر اپنے تن کو محنت کا میدان بنا لیا ہے۔ آج ہمیں جتنی فکر اپنے ظاہر کی ہے اس سے زیادہ فکر اپنے باطن کو سنوارنے کی ہونی چاہیے۔ ہمارے چہرے پر ذرا سی کوئی چیز لگی ہو تو ہم لوگوں کے درمیان جانا پسند نہیں کرتے، لیکن دل پر میل چڑھی ہوئی ہوتی ہے اور ہم اسی حالت میں اللہ کے حضور پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں

پرواہی نہیں ہوتی کہ وہ مالک الملک ہمیں کیا کہے گا......!

کبیرہ گناہ کا ارتکاب:

چوری کرنا، شراب پینا، سود کھانا، زنا کرنا، غیبت کرنا، یہ سب کے سب ظاہری کبیرہ گناہ ہیں اور یہ بھی بندے اور اللہ کے درمیان ایک حجاب ہیں۔

ایک ہوتا ہے گناہ، ایک ہوتی ہے سرکشی، ان دونوں میں فرق ہے۔ گناہ کہتے ہیں اپنے نفس کی وجہ سے بے قابو ہو کر اللہ کی نافرمانی کر لینا، مگر اپنے آپ کو مجرم سمجھنا، اپنے آپ کو خطا کار سمجھنا، یہ گناہ کہلاتا ہے۔ ایک ہوتی ہے سرکشی، اور سرکشی یہ ہوتی ہے کہ گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھنا۔ یہ چیز بندے کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ جیسے ایک ہوتا ہے نوٹ کا پھٹنا اور ایک ہوتا ہے نوٹ کا پھاڑنا۔ آپ کے پاس پھٹا ہوا نوٹ ہے، آپ اس کو کسی بینک والے کے پاس لے جائیں، وہاں آپ کو اس کی جگہ نیا نوٹ دے دیا جائے گا، لیکن اگر آپ بینک والے کے سامنے نوٹ کو پھاڑ دیں کہ میں اس کو نہیں مانتا تو کیا اب آپ کو نیا نوٹ دیا جائے گا؟ نہیں! بلکہ آپ کو ملک کا غدار سمجھا جائے گا۔

تو گناہ کرنے والے کے لیے واپسی کا راستہ پھر بھی آسان ہے، لیکن سرکشی کرنے والے کے لیے واپسی کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر بندہ گناہ کر لے تو اسے دل میں شرمندگی بھی ہونی چاہیے کہ اے اللہ! مجھ سے کوتاہی ہوئی، مجھے معاف کر دے۔

صغیرہ گناہ کا ارتکاب:

صغیرہ گناہ بھی حجاب ہیں۔ اکثر لوگ اس بات پر حیران ہوں گے کہ صغیرہ گناہ تو حجاب نہیں ہوتے، مگر ہمارے بزرگوں نے اس کو بھی حجاب کہا اور فرمایا کہ چند باتیں

ایسی ہیں جن کی وجہ سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ ہو جاتے ہیں۔

صغیرہ گناہ، کبیرہ کیسے بنتے ہیں؟

چند باتیں ایسی ہیں کہ جن سے صغیرہ گناہ، کبیرہ گناہ کے مانند ہو جاتے ہیں:

1 ...... اصرارِ گناہ

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا صَغِيْرَةَ مَعَ إِصْرَارٍ، وَلَا كَبِيْرَةَ مَعَ اسْتِغْفَارٍ))[1]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بار بار کوئی صغیرہ گناہ کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) اور استغفار کرنے سے کوئی کبیرہ گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔''

2 ...... گناہ کو چھوٹا سمجھنا

''اِسْتِصْغَارُ الذَّنْبِ''

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں اس گناہ کو چھوٹا سمجھے۔ یہ جو گناہ کو چھوٹا یا معمولی سمجھنا ہے اس کی وجہ سے پھر گناہ چھوٹا نہیں رہتا، بلکہ بڑا ہو جاتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا:

''لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً... إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى''[2]

''صغیرہ کو چھوٹا نہ سمجھ کیونکہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے مل کر بنتے ہیں۔''

چنانچہ بنی اسرائیل کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ تھے، اپنی بستی سے باہر نکلے تو

---

[1] التوبۃ لابن ابی الدنیا، حدیث:۱۶۶

[2] شعب الایمان:۹/ ۴۲۳

پہاڑوں کو دیکھا، جن پر سبزہ نہیں تھا۔ وہ پہاڑ ایسے تھے کہ کوئی سبزے کا نام ونشان نہیں تھا۔ تو دل میں خیال آیا کہ یا اللہ! اگر یہاں سبزہ ہوتا، آبشاریں ہوتیں، بہاریں ہوتیں تو کتنا اچھا لگتا! (جو بڑے ہوتے ہیں اور قریبی ہوتے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی اُن کی پکڑ ہوتی ہے) اب ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا، دل میں الہام کیا گیا کہ میرے بندے! تو نے میری بندگی چھوڑ دی اور اب تُو میرا مشیر بن گیا ہے، مجھے مشورے دیتا ہے، میری تخلیق میں تجھے عیب نظر آیا؟ ان کو تب احساس ہوا کہ اوہو! مجھے تو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ بڑے نادم اور شرمندہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو سزا دینے کی نیت کرلی کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے معافی کی واضح کیفیت معلوم نہیں ہوجائے گی اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ایسی پابندی اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے بندہ لگا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کسی بستی میں گئے، بستی والوں کی تقریب تھی، مختلف کھانے پکے ہوئے تھا۔ انہوں نے کہا: کھانا کھا لیجیے۔ انہوں نے کہا: نہیں کھانا۔ پوچھا: کیوں نہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوگئی۔ انہوں نے کہا: یہ کون سی بات ہے؟ اس غلطی کی سزا ہم بھگت لیں گے، آپ کھانا کھا لیجیے۔ جیسے ہی بستی والوں نے یہ کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام ڈالا کہ میرے پیارے! اس بستی سے فوراً نکل جائیں، میں اس بستی کو عذاب دینا چاہتا ہوں، کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کو ہلکا سمجھا ہے۔ اس بات پر بستی والوں کو سزا ملی، انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو جلال آیا کہ انہوں نے میرے عذاب کو چھوٹا کیوں سمجھا؟

تو گناہ کو چھوٹا سمجھنا یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ گناہ کے مواقع سے اجتناب کرے، جو گناہوں کے مواقع ہیں، انسان اپنے آپ کو اُن سے دور لے جائے۔ چھوڑ دے وہ جگہیں جہاں نافرمانیوں کا مرتکب ہوتا تھا۔ اگر کہیں بیٹھ کر غیبت کرتا تھا تو اس جگہ پر جانا بند کر دے۔ جہاں شراب پیتا تھا وہ محفلیں چھوڑ دے۔ جہاں بیٹھ کر فلمیں دیکھا کرتا تھا اور لہو ولعب کی محفلیں جماتا تھا ان جگہوں پر جانا چھوڑ دے۔

آج ہم جن کو دوست سمجھتے ہیں کل قیامت کے دن یہی ہمارے سب سے بڑے دشمن ہوں گے۔ فرمایا:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾﴾[1]

''اس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے متقی لوگوں کے۔''

اس لیے سالکین اپنے آپ کو برے دوستوں سے بچائیں۔ اس دن انسان کہے گا:

﴿وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾﴾[2]

''اور جس دن ظالم انسان (حسرت سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا، اور کہے گا: کاش! میں نے پیغمبر کی ہمراہی اختیار کر لی ہوتی۔''

ایسے کئی گناہ ہیں جن کو ہم چھوٹا سمجھتے ہیں۔ کسی کی نظر قابو میں نہیں، کسی کی زبان قابو میں نہیں، سگریٹ پینے والے کو جب بتایا جائے کہ بھئی! یہ چیز اچھی نہیں، تو آگے سے کہتا ہے: او جی! میں سگریٹ ہی پیتا ہوں ہیروئن تو نہیں پیتا۔ اب وہ اس کو چھوٹی سی

---

1 الزخرف: ۶۷

2 الفرقان: ۲۷

چیز سمجھ رہا ہے۔ یہ جو گناہ کو چھوٹا سمجھنا ہے اسی وجہ سے گناہ بڑا بن جایا کرتا ہے۔

3 ......گناہ سے لطف اٹھانا:

تیسری بات جس سے گناہ بڑا بنتا ہے وہ ہے: ''اَلسُّرُوْرُ بِالذَّنْبِ''... گناہ تو کیا اور گناہ سے لطف بھی پایا۔ بندہ کہے: جی گناہ کر کے بڑا مزہ آیا۔ جب یہ الفاظ کہے گا تو کوئی بھی گناہ ہو، وہ چھوٹا نہیں رہے گا، اب اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بڑا گناہ بن جائے گا۔

4 اللہ کی ستر پوشی پر جرأت کرنا:

چوتھی بات ہے: ''اَنْ یَّتَہَاوَنَ بِسَتْرِ اللّٰہِ'' کہ اللہ تعالیٰ تو بندے کے گناہوں کو چھپائیں اور ستر پوشی کریں اور یہ ستر پوشی کی وجہ سے مزید جرأت کرتا چلا جائے۔

5 ......اعلانیہ گناہ:

اور پانچویں بات ہے: ''اَلْمُجَاھَرَۃُ'' (کھلم کھلا گناہ کرنا)۔ یا گناہ کر کے لوگوں میں علی الاعلان تذکرے کرنا۔ آج کل کے نوجوان دوسرے نوجوان کو اپنی کارگزاریاں سناتے ہیں کہ میں نے یہ گناہ تو ایسے کیا، بدنظری کی تو ایسے کی، چوری کی تو ایسے کی۔

سنیے! نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((کُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاھِرِینَ))[1]

''میرے ہر امتی کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہیں۔''

تو اس عمل سے بھی بچنا چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری:6069

6 ......مقتدا کا گناہ:

اگر کوئی بندہ ایسا ہے جو امام ہے، خطیب ہے، استاد ہے، قاری ہے، صوفی ہے، جس کی لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ اگر وہ صغیرہ گناہ کرے اور اسے معمولی سمجھے تو اس کے اوپر اس کے اپنے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا اور جس نے اسے دیکھ کر ایسے کیا اس کے گناہوں کا بوجھ بھی اس کے اوپر ہوگا۔

باپ گھر میں ٹی وی لے کر آیا، بیوی بچے جتنا ٹی وی دیکھیں گے وہ خود بھی جہنم کمائیں گے اور ان سب گناہوں کا وبال اس ٹی وی لانے والے کے سر پر بھی ہوگا۔ اب یہ صاحب مسجد میں بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن بیوی بچے گھر میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہے ہیں، چنانچہ اس کے سر پر گناہوں کا بوجھ لادا جا رہا ہے، کیونکہ لانے والا جو یہی ہے۔

گناہ چھوڑنے پر محنت کریں:

اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہ چھوڑنا تو بڑا مشکل ہے۔ جب آپ کچھ دنوں تک یہ محنت کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو سمجھ آئے گی۔ نیکی کرنی آسان ہے اور گناہوں سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔ جھوٹ سے بچنے کی محنت آپ کو ممکن ہے پوری زندگی کرنی پڑے۔

چنانچہ ایک سالک کو اس کے شیخ نے حکم دیا کہ تم اس بات پر محنت کرو کہ زبان سے جھوٹ نہ نکلے۔ وہ بہت کوشش کرتا، لیکن جھوٹ پھر بھی اس کی زبان سے نکل جاتا تھا، چونکہ عادت تھی۔ چالیس سال محنت کرنی پڑی۔ پھر جا کر دل کی کیفیت ایسی بنی کہ نہ ملامت کی پروا، نہ کسی کی ناراضگی کی پروا، جو سچ ہوتا وہ زبان سے نکل آتا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

گناہوں سے بچنے کی اہمیت:

ہم سب نے کلمہ پڑھ کر اقرار کر لیا کہ اے پروردگار! ہم تیرے حکموں کی فرمانبرداری کریں گے۔ اسی لیے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے بار بار فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾

''اے ایمان والو۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا ہے کہ اے پروردگار! اب ہماری زندگی تیرے حکموں کے مطابق گزرے گی۔ ہمیں ایسا قدم اُٹھانا ہے جس کی وجہ سے گناہ سے بچ جائیں اور ہماری زندگی معصیت سے خالی ہو جائے۔

سالکین کو چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کے حکم کی عظمت کو اپنے دل میں پیدا کریں اور ان کو یہ احساس رہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم نے اللہ کا حکم نہیں توڑنا۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔

یاد رکھیے کہ جو انسان اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو ردّ کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو پروردگار عالم ناراض ہوتے ہیں۔ یہ بات اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ بندہ نفلی اعمال کم کرے، مگر گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اگر کوئی آدمی نفلی عبادات زیادہ نہیں کر سکتا، تسبیحات زیادہ نہیں کر سکتا، بیٹھ کر زیادہ وظیفے نہیں کر سکتا، تو کوئی بات نہیں، مگر اس کو گناہوں سے مکمل بچنا چاہیے۔ کوئی کام ایسا نہ کرے جو معصیت ہو۔ اسی لیے مشائخ وضاحت کرتے ہیں کہ

جو بندہ عبادت کی کثرت کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ زبان سے گناہ کرتا ہے، آنکھ سے گناہ کرتا ہے، دل و دماغ سے گناہ کرتا ہے، وہ اس درجے کونہیں پا سکتا جس کو وہ انسان پالیتا ہے جو عبادات تو زیادہ نہیں کرتا، مگر اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے۔

معصیت سے بچنے کا انعام:

شریعت مطہرہ میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ انسان لمبی عبادتیں کرنے کے بجائے گناہوں سے زیادہ بچے، مثلاً: ایک آدمی تہجد نہیں پڑھتا، لمبے لمبے اَذکار نہیں کرتا، نفلی روزے نہیں رکھ رہا، بھلے نفل اعمال کچھ نہ کرے، مگر گناہوں سے بچے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، کیونکہ اس کی زندگی میں معصیت نہیں ہے۔

ہمارے سلسلے میں بھی گناہوں سے بچنا سکھایا جاتا ہے، سالکین کو اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ ہمارے وجود سے کوئی بھی کام شریعت کے خلاف صادر نہ ہو۔ ہم اپنے علم اور ارادہ سے کوئی گناہ نہ کریں۔ اگر یہ بات آپ نے پالی تو سمجھ لیجیے کہ آپ کو ولایت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ ولایت کے لیے:

...... ہوا میں اُڑنا شرط نہیں

...... پانی پر چلنا شرط نہیں

...... کوئی کرامت کے واقعات کا پیش آجانا شرط نہیں

...... بلکہ ولی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچا لیتا ہو۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ کچھ کرنے کا نام تقویٰ نہیں، بلکہ کچھ نہ کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں، یعنی وہ باتیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو نہ کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ آسان الفاظ میں سمجھ لیجیے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ ہر اس کام سے بچیں جس کو کرنے سے

کل قیامت کے دن کوئی آپ کا گریبان پکڑنے والا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں ایک دن:

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلے کے بزرگ تھے، انہوں نے بڑی پیاری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہوں کے بغیر گزارا ایسا ہے کہ جیسے اس نے وہ دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں گزارا۔ سبحان اللہ!

اس لیے آپ روزانہ اُٹھ کر صبح دعا مانگا کریں کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گزارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ کروں۔ اس کو تمنا بنا کر مانگیں۔

اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

گناہوں سے بچنے کا آسان طریقہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت ہی پیاری بات فرمائی: سب سے بڑا عالم وہ ہے جس پر گناہوں کے نقصانات دوسروں کی بنسبت زیادہ واضح ہو چکے ہوں۔ اس لیے کہ وہ گناہ سے اتنا ہی زیادہ بچے گا۔

واقعہ:

ایک مرتبہ کھانے کی میز پر ایک سرجن بیٹھے ہوئے تھے، جو کہ ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ اب ان کو دیکھا کہ وہ صرف سبزی کھا رہے ہیں، جبکہ مرغا چرغہ کئی چیزیں سامنے ہیں۔ تو جو صاحب خانہ تھے وہ کہنے لگے: ڈاکٹر صاحب! گوشت کھا لیجیے۔ بڑے اصرار پر انہوں نے بہت تھوڑا سا گوشت لیا۔ انہوں نے کہا: اور کھائیں۔ اس پر

انہوں نے کہا کہ میں سرجن ہوں اور روزانہ لوگوں کے دلوں کا آپریشن کرتا ہوں اور اس میں جمی چربی دیکھتا ہوں۔ اس لیے مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ گوشت اندر جا کر کیا کرے گا۔ میں کھانا چاہوں تو بھی کھانے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اس دن خیال آیا کہ اس بندے پر چونکہ تفصیل زیادہ کھل چکی ہے، اس لیے اب اس کے لیے چربی سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اسی طرح جب عالم کے اوپر گناہوں کے نقصانات زیادہ کھل جاتے ہیں تو اس عالم کے لیے گناہوں سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا، بلکہ آسان بن جاتا ہے، ان کے دل میں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن رسوائی نہ ہو جائے۔

تصوف کی محنت کا مقصود:

کسی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تصوف کا مقصود کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: ایسی محنت کرنا کہ انسان کی رَگ رَگ اور ریشے ریشے سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

نسبت کے لیے برتن کی صفائی:

ہر بندہ چاہتا ہے کہ مجھے نسبت ملے، مگر اس نسبت کے لیے برتن کو صاف کر لو۔ اگر آپ کے ہاتھ میں کوئی نجاست والا پیالہ دے کر کہے کہ اس میں دودھ ڈال دیجیے، تو یقیناً آپ کی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرے گی کہ اس ناپاک برتن میں آپ دودھ ڈالیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ آداب کے خلاف ہے۔ جس طرح نجاست والے برتن میں دودھ نہیں ڈال سکتے بالکل اسی طرح گناہوں والے سینے میں نسبتوں کو القا نہیں کر سکتے، دل کے اندر پہلے طلب پیدا کرنی پڑتی ہے، پھر اللہ رب العزت مہربانی فرما

دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آتی ہے اور انسان کے دل کے برتن کو بھر دیا کرتی ہے۔

سالکین دل میں یہ تمنا رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا پسندیدہ بندہ بنالیں۔ یہ تمنا دل میں ہو کہ میں اللہ کا پسندیدہ بننا چاہتا ہوں، میں ایسا بننا چاہتا ہوں کہ اللہ کو پسند آجاؤں۔ جب دل میں یہ تمنا ہوگی اور اس کے لیے پھر آپ دعا بھی مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے راستے آسان فرمادیں گے۔ اس کی تمنا دل میں رکھیں۔

ہمارے لیے ایسا بننا مشکل ہے، اللہ کے لیے ایسا بنا دینا آسان ہے، تو ہم دعا مانگیں کہ اے اللہ! آپ ہمیں ایسا بنا دیجیے۔ اللہ کی رحمت کی ایک نظر ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا بنادیں گے کہ ہم اللہ کو پسند آجائیں گے۔

ان تمام نکات کا لب لباب یہ ہے کہ ہم گناہوں سے ہر حال میں بچیں اور نیکی والی زندگی گزاریں۔ سالکین گناہوں سے اس طرح بچیں جس طرح انسان سانپ اور بچھو سے بچتا ہے، اللہ سے معصیت سے خالی زندگی مانگیں۔ جہاں انسان کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہوتا ہے وہاں سے انسان دور بھاگتا ہے۔ کسی نے بجلی کی ننگی تار کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ بھائی! کبھی تجربہ کر کے تو دیکھیں۔ کہتے ہیں: ناں جی ناں! ہم تو مر جائیں گے۔ بھائی! اگر سانپ کے کاٹنے سے مر سکتے ہیں، بچھو کے کاٹنے سے اتنی تکلیف ہو سکتی ہے، بجلی کی ننگی تار کو ہاتھ لگانے سے مر سکتے ہیں، تو ہم اگر گناہوں کو ہاتھ لگائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھٹکا پڑ گیا تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا؟ بجلی نے جھٹکا مارا تو جان سے محروم، اللہ کا جھٹکا پڑا تو پھر ایمان سے محروم، اس لیے گناہوں سے ڈرنا چاہیے اور دل میں دعائیں کرنی چاہییں، اللہ سے مانگنا چاہیے کہ اے اللہ! ہمیں معصیت سے

خالی زندگی نصیب فرما۔ اور جو بندہ معصیت سے خالی زندگی اختیار کر لیتا ہے اسی کو ولی کہتے ہیں۔ اللہ کا ولی وہی ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے جو بھی نکات اس کتاب میں بتائے گئے ان کو آپ یاد کر لیں اور اس پر عمل شروع کر دیں، پھر آپ اس کی برکت اپنی زندگی میں دیکھیں گے کہ کتنی جلدی دل کی حالت بدلتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود شان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

''دے رہا ہوں تجھ کو مقصد کا پتا، میں نہیں پہنچا مگر شاید تو جا سکے۔''

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

